

مسالك الحنفية

ایمان  
مُصْطَفَا  
والذین فی  
صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ



مَوْلَفٌ

رَبِيسُ الْمَعَادِيزِ خَاتَمَ حَقِّ مَضَرٍ

امام جلال الدين السيوطي

مفسر قرآن حضرت علامہ

مترجم

صائم پستی

چشمہ کتب خانہ

حضور رسالتناآب کے والدین کریمین

کے ایمان پر ایمان افروز کتاب

مَسَالِكُ الْحُنَفَاءِ

والدینِ مُصطفیٰ ﷺ

مؤلف

رئیس الحدیث خاتم حفاظِ مصر امام جلال الدین السیوطیؒ

مترجم

مفسر قرآن حضرت علامہ صائم چشتی رحمۃ اللہ علیہ

چشمِ حجاب

ارشادِ کتب جنگ بازار لاہور

# جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

مُصَطَفَى  
والدین صلی اللہ علیہ وسلم

ہم کتاب

امام جلال الدین السیوطی رحمہ اللہ

تصنیف

حضرت علامہ صائم چشتی رحمہ اللہ

مترجم

چشتی کمپوزنگ

کمپوزنگ

ایک ہزار

تعداد

2008 پنچواں ایڈیشن سن اشاعت

1985

پہلا ایڈیشن

محمد شفیق مجاہد چشتی

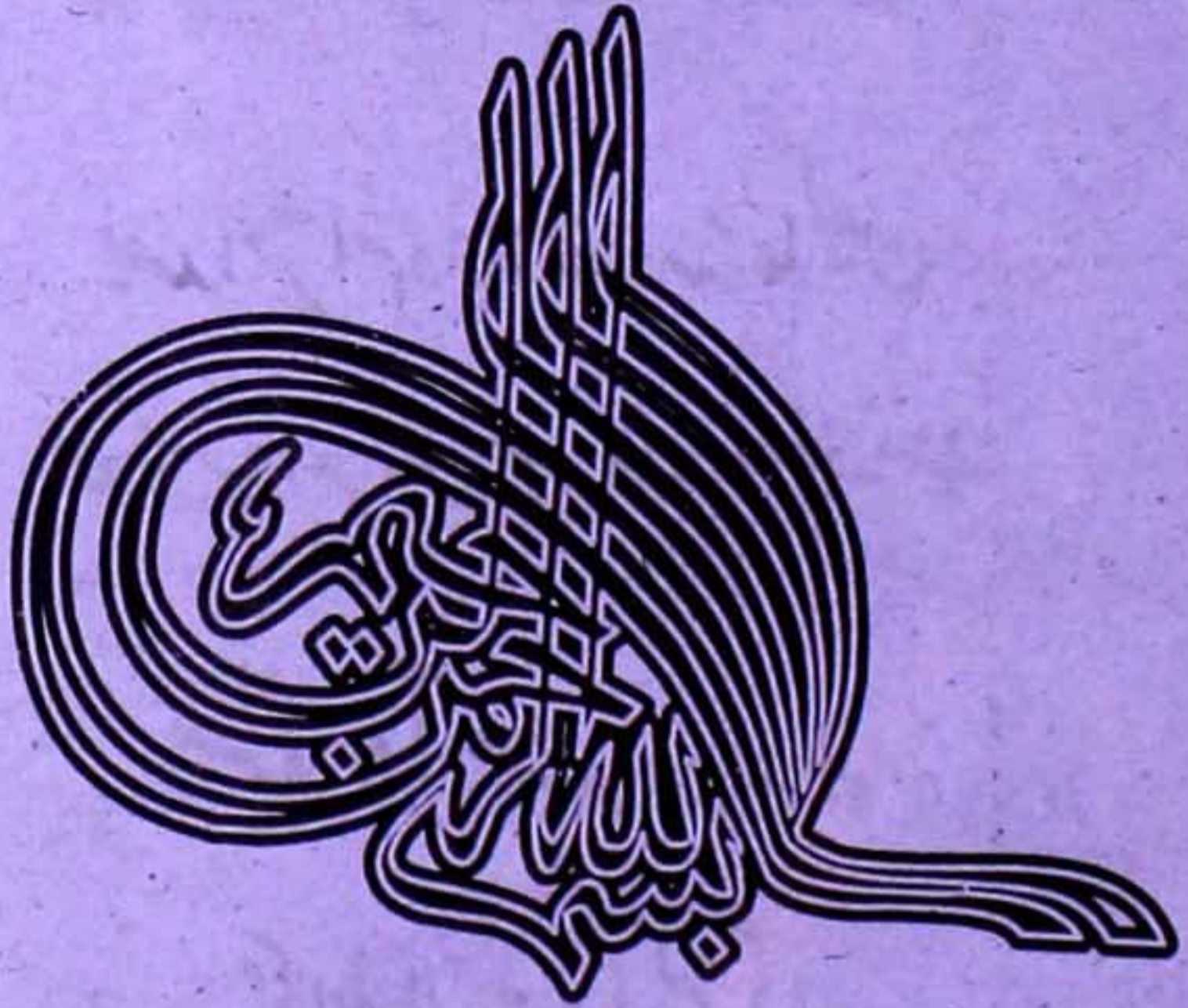
طابع

200 روپے

ہدیہ

ملنے کا پتہ

مکتبۃ الدین العابدین



# انتساب

بصدا احترام و نیاز مخدومہ عالمین  
والدہ سید المرسلین طیبہ طاہرہ عقیقہ منیفہ

سیدہ آمنہ سلام اللہ علیہا

کی طہارت و پاکیزگی

کے نام

نیاز کیش

صائم چشتی

مارچ ۱۹۸۵ء

# نہارِ عقیدت

بصدِ خلوص و عقیدت سراپا تقدس و طہارت والدِ شاہِ رسالت

سیدنا و مولانا حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کے حضور

گر قبول افتد زہے عز و شرف

صائم چشتی

مارچ ۱۹۸۵ء

الَّذِي يَرَاكَ حِينَ تَقُومُ  
وَتَقْلُبُكَ فِي السَّجْدِ

﴿سورة الشعراء آيت ٢١٨-٢١٩﴾

رَبِّ اجْعَلْنِي مُقِيمَ الصَّلَاةِ  
 وَمِنْ ذُرِّيَّتِي ذَكَرًا وَعَاقِبَةً ذَكَرًا  
 وَالتَّوَّابِينَ يَوْمَ يَقُومُ الْحِسَابُ

﴿سورة ابراهيم آيت ٢٠-٢١﴾



كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِي

السَّمَاءِ

﴿سورة ابراهيم آيت ۲۲﴾

## سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ

رسولِ پاک کے والدِ مُعظّم ہیں مُکرم ہیں  
سراپا معنیء توحیدِ حقّ ہے اسمِ عبد اللہ  
فزوں تر اس سے مومن کی نشانی اور کیا ہوگی  
تروتازہ شگفتہ آج بھی ہے جسمِ عبد اللہ

﴿صائمِ چشتی﴾

## سیدہ آمنہ سلام اللہ علیہا

جنابِ آمنہؓ ہیں والدہ شاہِ رسالت کی  
جنابِ آمنہؓ کی گود میں ہے جانِ رحمت کی  
جنابِ آمنہؓ کا چاند ہے دُولہا شفاعت کا  
جنابِ آمنہؓ کے ہاتھ میں کنجی ہے جنت کی

﴿صائمِ چشتی﴾

# فہرست مضامین

۱۵	تعارف مصنف	۱۵	پانچویں آیت، ہلاک نہیں کرتا
۲۲	تعارف مترجم	۲۲	چھٹی آیت، بے خبر تھے
۳۱	پیش لفظ	۳۱	ساتویں آیت، ڈرانے والا بھیجا
۳۵	پہلی آیت، مسلک اول	۳۵	آٹھویں آیت
۳۷	تعذیب و سزا نہیں	۳۷	حجت قائم کی جائے گی
۳۸	قیامت کے دن امتحان ہوگا	۳۸	اہل فترت کا امتحان ہوگا
۳۹	اہل فترت کا امتحان کیسے ہوگا	۳۹	پہلی حدیث
۳۹	آباء رسول جنت میں	۳۹	دوسری حدیث
۴۰	آیات جن میں اشارہ ہے	۴۰	تیسری حدیث
۴۱	ابن جریر و ابن حاتم کی تفسیر	۴۱	سعید بھی ہوں گے
۴۱	دوسری آیت، شرط ہلاکت	۴۱	چوتھی حدیث، خود رسول ہوں
۴۲	تیسری آیت اگر تو رسول بھیجتا	۴۲	پانچویں حدیث
۴۳	چوتھی آیت، اگر ہم ہلاک کر دیتے	۴۳	آگ ٹھنڈی ہو جاتی

- ۷۰ بھلائی کی اُمید ۵۵ اسنادِ حدیث
- ۷۱ حضور شفاعت فرمائیں گے ۵۵ چھٹی حدیث اگر حکم مان لیتے
- ۷۲ تقویتِ حدیث، پہلی شفاعت ۵۷ ساتویں حدیث، مجھے علم تھا
- ۷۳ بنی ہاشم کیلئے شفاعت ۵۸ پیغمبر تشریف لائے تو
- ۷۴ ابوطالب کیلئے تخفیفِ عذاب ۵۸ غورِ ضروری ہے
- ۷۵ اذیت نہ دو ۵۹ فرمانِ خدا میں اختلافِ محال ہے
- ۷۵ مقامِ مصطفیٰ اس سے بھی بلند ہے ۶۰ لا ادری کہنا نصف علم ہے
- ۷۶ ایک سوال تین جواب ۶۰ شکرِ منعم عقل کیلئے ضروری نہیں
- ۷۷ اہل فترت کی تین اقسام ۶۱ اسلام کی دعوت سے قبل قتال نہیں
- دوسرا مسلک** ۶۲ بغوی اور امامِ اعظم میں اختلاف
- ۶۳ حجت کے بغیر مواخذہ ہوگا
- ۶۳ معناً مسلمان کا قصاص نہیں
- ۶۳ نووی کا جواب، نووی سے
- ۶۳ ساجدین میں پھرنا
- ۶۳ جب نبی کی دعوت پہنچ جائے
- ۶۳ حضور کے والدین کی حالِ ظاہر
- ۶۳ سب سے افضل سب سے بہتر
- ۶۵ حضرت عبداللہ نے کم عمر پائی
- ۶۶ حضرت عبداللہ کا وصال مبارک
- ۶۶ اہل توحید کی موجودگی
- ۶۶ پہلے مقدمہ کے دلائل
- ۶۶ قرنا بعد قرنا بہترین
- ۶۸ انکار نہ کرتے
- ۶۸ زمانوں میں
- ۶۸ توفیقِ اطاعت نصیب ہوگی
- ۶۹ اچھے گروہ میں
- ۶۹ والدینِ مصطفیٰ کے متعلق دو امور

۹۸	وہ لوگ ایک اُمت تھے	۸۷	اصلابِ طیبہ سے ارحام
۹۹	حضرت نوح پہلے رسول	۸۷	طاہرہ کی طرف
۱۰۰	حضور کے آباء اسلام پر تھے	۸۷	بنو ہاشم کو پسند فرمایا
۱۰۳	آزر حضرت ابراہیم کا چچا تھا	۸۸	ہمیں پسند فرمایا
۱۰۳	حضرت ابراہیم کا سلسلہ نسب	۸۸	سب سے بہتر بنو عبدالمطلب
۱۰۵	آزر کیلئے مغفرت چھوڑ دی	۸۹	بہتر سے بہتر کی طرف
۱۰۷	آزر اسی آگ سے ہلاک ہوا	۸۹	سب سے بہتر مخلوق بہتر گھرانہ
	اپنے والدین کے لیے	۹۰	بہترین قبیلہ بہترین گھر
۱۰۷	مغفرت مانگتے رہے	۹۰	حضور کی غضبناکی
۱۱۰	مکہ معظمہ میں کب آئے	۹۲	عیب لگانے والوں کو جواب
۱۱۱	اولادِ ابراہیم کا عقیدہ	۹۳	جبریل کی گواہی
۱۱۲	دین ابراہیم کا پہلا مخالف	۹۳	دوسرے مقدمہ کے دلائل
۱۱۵	کلمہ توحید باقی رہا	۹۳	ہر زمانہ میں سات مسلمان
۱۱۸	آیت نمبر دو، دُعا قبول ہوگئی	۹۳	ابراہیم کے زمانہ کی تخصیص
۱۱۹	وہ کعبہ کے متولی ہوں گے	۹۵	زمین اللہ والوں سے خالی نہیں رہتی
۱۲۱	آیت نمبر تین	۹۶	اللہ کے ولی موجود رہیں گے
۱۲۱	دین فطرت پر ہوتے تھے	۹۶	اہل زمین کیلئے امان
۱۲۲	آیت نمبر چار	۹۷	اہل اللہ باعث برکت ہیں
	آل ابراہیم عقب ابراہیم میں	۹۷	اہل اللہ کی وجہ سے عذاب دور
۱۲۲	داخل ہے	۹۷	اہل زمین کی محافظت

اولادِ ابراہیم کا بھلائی سے ذکر کر ۱۲۳	ساجدین کی پیشانیوں میں نورِ مصطفیٰ ۱۳۱
حضور کے جدِ امجد کا وسیلہ ۱۲۴	شانِ آمنہ سلام اللہ علیہا ۱۳۲
مضر کے اسلام کی گواہی ۱۲۵	سیدہ آمنہؓ اور تصدیقِ نبوت ۱۳۷
اجدادِ مصطفیٰ کو بُرا نہ کہو ۱۲۵	پیش گوئی اعلانِ ایمان ہے ۱۵۱
کعب نے حضور کی بشارت دی ۱۲۶	انبیاء کی مائیں مومنہ تھیں ۱۵۱
یہ روایت لانے والا ۱۲۷	آمنہؓ نے نورِ نبوت کا مشاہدہ کیا ۱۵۵
تین قول ۱۲۸	رضائی مائیں بھی مومنہ تھیں ۱۵۶
ظاہر تو یہ ہے مگر؟ ۱۲۹	جو روایات کفر پر دلالت کرتی ہیں ۱۵۶
توحید پر اٹھا لیا جائے گا ۱۳۰	سب سے بڑا جواب ۱۵۸
عبدالمطلب کیلئے جنت کی بشارت ۱۳۰	حجیم ابو جہل کیلئے ہے ۱۶۱
عبدالمطلب کا قیامت پر ایمان ۱۳۱	سند غیر معروف ہے ۱۶۲
حضور نے عبدالمطلب سے ۱۳۱	صاحب المستدرک اہل پسند ۱۶۳
انتساب فرمایا ۱۳۳	دینِ حنیف پر تھے ۱۶۳
کفارِ آباء سے نسبت نہ کرو ۱۳۴	کئی مومن تھے ۱۶۵
اہلِ جاہلیتِ اجداد پر فخر جائز نہیں ۱۳۵	والدینِ مصطفیٰ دینِ حنیف پر تھے ۱۶۷
کفارِ آباؤ اجداد پر فخر منع ہے ۱۳۵	زیادہ قربت، زیادہ نسبت ۱۶۷
یہ فخر میں شامل نہیں ۱۳۶	جواب یہ ہے ۱۶۸
مشکل یہ ہے ۱۳۷	راوی کا تصرف ۱۷۲
آپ بزرگِ آباؤ اجداد کا خلاصہ ۱۳۹	مسلم کا جواب مسلم سے ۱۷۳
ابو جعفر نجاس کا عقیدہ ۱۴۰	دوسری تقریر ۱۷۵

۱۹۵	ماں ماں ہے	۱۷۷	مشرکین کی قبریں آگ کا انگارہ
۱۹۵	اُس کے فضل کو تم بھی مان لو	۱۷۹	تمہ !
۱۹۶	خاتمہ نہ ماننے والے	۱۸۱	میدانِ جدل
۱۹۶	لعنت نہ خریدو	۱۸۱	اگر شافی ہو
۱۹۷	حضور کو ایذا دینا غیر مشروط پر منع	۱۸۳	اگر مالکی ہو
۱۹۹	زبان کاٹوں یا گردن کاٹ دوں	۱۸۳	اگر حنفی ہے
	جو ثقلین کو ہلاکت سے	۱۸۵	اگر حنبلی ہے
۲۰۰	بچانے والے ہیں	۱۸۶	بات کرنے کا سلیقہ ہے
۲۰۶	آنکھیں اشکبار ہو جاتی ہیں	۱۸۷	یہ تیرے بس کا روگ نہیں
۲۰۶	دورِ جاہلیت اور توحید پرستی	۱۸۷	چاروں مذاہب کے لئے
۲۰۸	نماز توڑ کر جواب دیتا		<b>تیسرا مسلک</b>
	ماں بیٹے کا پیار کافر بھی	۱۸۹	آپ کے والدین کا زندہ ہونا
۲۰۸	جاننے تھے	۱۹۰	حضور کے والدین ایمان لائے
۲۰۹	قدیم سے پاک حسبِ والے ہیں	۱۹۱	یہ حدیث ضعیف ہے موضوع نہیں
۲۱۰	اُسے قتل کر دیا جائے	۱۹۲	خدا کی قدرت
۲۱۰	تشکر والتجاء	۱۹۲	حدیث کا تعارض نہیں
۲۱۱	تمت بالخیر	۱۹۲	حضور کیلئے احیائے موتی
۲۱۲	عربی متن		والدین مصطفیٰ کا زندہ ہونا
		۱۹۳	عقلاً و شرعاً
		۱۹۳	بلندی کی طرف

## تعارف مصنف

خاتم حفاظ مصر، مفسر قرآن، عظیم محدث و محقق

حضرت امام جلال الدین سیوطی شافعی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ ایک عظیم مصنف تھے جنہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایسا قرب نصیب تھا کہ جاگتے ہوئے عالم بیداری میں محبوب خدا عزوجل و صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیدار سے بارہا مشرف ہوئے بلکہ بالمشافہہ مکلام ہوئے اور آپ کو حضور سروردو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے اعلیٰ خطابات و القابات نوازے گئے۔

حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ دنیائے اسلام کی بہت بڑی شخصیت ہیں آپ کے علوم فنون کے فیضان کا حصر و احاطہ ممکن نہیں۔ آپ کی تصانیف کی برکات برسوں سے جاری ہیں اور قیامت تک یہ سلسلہ جاری رہے عاشقانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے استفادہ حاصل کرتے ہی رہیں گے۔

حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ”مسالک الحنفیہ فی الوالدین المصطفیٰ“ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ایمان و اسلام کو قرآن کریم اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرامین کی روشنی میں ثابت کیا ہے۔



## ولادت

حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ یکم رجب ۸۴۹ھ مطابق ۳ اکتوبر ۱۴۴۵ء شب یک شنبہ بعد از نماز مغرب قاہرہ میں پیدا ہوئے۔ قسمت کا ستارہ تو ویسے بھی بلندی پر تھا لیکن رجب شریف میں ولادت معراج شریف سے نیک فالی کی وجہ سے عروج نصیب ہوا۔

## اسماء والقباب

حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا نام عبدالرحمن لقب جلال الدین اور ابن الکتاب ہے ابن الکتاب کے لقب کی وجہ یہ ہے کہ آپ کے والد ماجد نے اپنی زوجہ محترمہ کو کوئی کتاب لانے کا حکم دیا، وہیں دروزہ شروع ہوا اور ولادت ہو گئی، باپ نے اسی مناسبت سے سے ”ابن الکتاب“ کا لقب عنایت فرمایا۔ آپ کی کنیت ”ابوالفضل“ ہے۔ یہ کنیت آپ کو آپ کے استاد اور شیخ قاضی القضاة عزالدین الکتابی کی طرف سے عطا فرمائی گئی۔

## نسب نامہ

تواریخ و سیر کی کتابوں میں آپ کا نسب یوں درج ہے عبدالرحمن بن الکمال ابی بکر بن محمد بن سابق الدین بن الفخر عثمان بن نظر الدین محمد بن سیف الدین، خضر بن نجم الدین ابی الصلاح۔ ایوب بن ناصر الدین۔ محمد بن الشیخ ہمام الدین الہمام الخفیری السیوطی رحمہما اللہ تعالیٰ۔

حضرت امام جلال الدین سیوطی کا خاندان اصلاً ایرانی اور بغداد کا رہنے والا

تھا اور پھر شہر السیوط میں آکر آباد ہو گیا اسی مناسبت سے آپ السیوطی مشہور ہوئے۔

حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے والد محترم الشیخ کمال الدین رحمۃ اللہ علیہ علامہ ابن حجر عسقلانیؒ کے شاگرد، مدرسۃ الشیخونہ میں فقہ کے مدرس اور السیوط کے مشہور قاضی تھے اور وہ خلیفہ کے امام صلوٰۃ بھی تھے۔

آپ کے والد مستکفی باللہ کے امام تھے اس لئے آپ کی پرورش مستکفی باللہ کے گھر شاہانہ ماحول میں ہوئی جیسا کہ خود آپؒ نے اپنی تصنیف ”تاریخ الخلفاء“ میں بھی لکھا۔ کہ آپ کو تنبیہ کی گئی کہ یہ پرورش شاہانہ نہ سمجھنا بلکہ بحیثیت امام زادہ کا تصور سامنے رکھنا۔

## بزرگوں کی زیارت اور دعا

حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کو بچپن میں ایک بزرگ شیخ محمد مجذوب کی خدمت میں لے جایا گیا جو مشہد نفیسی کے قریب رہائش پذیر تھے انہوں نے آپ کے لیے برکت کی دعا فرمائی اس کے علاوہ جب آپ کی عمر تین سال ہوئی تو آپ اپنے والد کے ہمراہ شیخ الاسلام حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے بھی آپ کیلئے دعا فرمائی۔ آپ کی عمر ابھی پانچ سال تھی اور آپ نے قرآن مجید سورۃ مریم تک حفظ کیا تھا کہ شب دوشنبہ ۵ صفر ۸۵۵ھ کو آپ کے والد گرامی وصال فرما گئے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُونَ

## تعلیم و تربیت

آپ کو والد الشیخ کمال الدین ابو بکر رحمۃ اللہ علیہ نے نو عمر فرزند کی خاطر

مخلصین کی ایک جماعت کو وصی بنایا تھا ان میں شیخ کمال الدین ابن ہمام اور شیخ شہاب الدین بن طبابخ کے اسماء گرامی کتابوں میں مذکور ہیں یہ ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ وہی ہیں جنہیں احناف رحمہم اللہ تعالیٰ محقق علی الاطلاق سے یاد کرتے ہیں امام سیوطیؒ انہی کے ایک فیض یافتہ ہیں۔

آپ کے والد کی وصیت کے مطابق حضرت ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی تعلیم و تربیت پر خصوصی توجہ دی اور امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی جلیل القدر شخصیت کے سایہ عاطفت میں تعلیم کا آغاز کیا۔ انہوں نے امام سیوطیؒ کو مدرسۃ الشیخونہ میں داخل کر دیا،

سب سے پہلے آپ نے قرآن مجید حفظ کیا اور اس وقت آپ کی عمر آٹھ سال سے کم تھی بعد ازاں عمدۃ الکلام منہاج الفقہ اور الفیہ ابن مالک یاد کیا اور اسی وقت آپ نے تصانیف کا آغاز فرمایا سب سے پہلے آپ کی تصنیف ”شرح استفادہ و تسمیہ“ ہے۔ مصر کے علمائے وقت سے تقریباً ہر بڑی شخصیت سے آپ کو استفادے کا موقع ملا آپ حسن المحاضرہ میں اپنے مشائخ و اساتذہ کی تعداد تقریباً ڈیڑھ صد بتاتے ہیں۔ آپ کے اساتذہ کو اپنے لائق شاگرد سے خاص تعلق تھا وہ ان کی قدر کرتے، ان کی رائے پر اعتماد کرتے اور ان کو خصوصی توجہ اور محبت سے پڑھاتے تھے۔ حضرت علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے ذوقِ علم نے ان کو دوسرے ممالک دیکھنے کا بھی موقع بہم پہنچایا اور انہوں نے ہندوستان، بلاد، شام، حجاز یمن، نکرور تک کا سفر کیا۔

## سفرِ حجاز

حجاز کا سفر ۸۶۹ھ ۱۴۶۳ء میں بحری راستہ سے طے ہوا۔ ایام حج میں آپ

نے آب زمزم اس نیت سے پیا کہ فقہ میں علامہ بلقینی کا مرتبہ اور حدیث میں حافظ ابن حجر کا پایہ نصیب ہو۔ حجاز کے سفر میں بھی علامہ سیوطی استفادہ سے غافل نہ ہوئے اور عبدالقادر مالکی، نجم بن فہند سے کسب فیض کیا۔

## حافظ الحدیث

حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے خود فرمایا کہ مجھے دو لاکھ حدیث حفظ ہے اسی لئے آپ کو حافظ الحدیث بھی کہا جاتا ہے۔

حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ۸۷۱ھ میں افتاء کا کام شروع کیا باوجود اپنے دعویٰ اجتہاد کے فتویٰ مذہب شافعی پر دیتے تھے آپ فرماتے تھے کہ سائل مذہب سے دریافت کرتا ہے نہ میرے اجتہاد سے۔ اور اسکے علاوہ نواب صدیق حسن آپ کا قول نقل کرتے ہیں کہ ”جب میں سوال کا جواب دیتا ہوں تو میرے سامنے بارگاہِ خداوندی کا منظر ہوتا ہے“ ۸۷۲ھ میں آپ کو درس و تدریس اور املا کا موقع ملا اور اسی سال علامہ بلقینی کی کوشش سے جامع شیخونی میں اپنے والد کی جگہ پر کام شروع کیا اس کے بعد وصی شہاب الدین ابن طباح کی کوشش سے جامع ابن طولون میں کچھ دنوں املا کرایا

## تصنیف و تالیف

حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ علوم کی تحصیل و تکمیل کے بعد درس و تالیف میں مشغول ہوئے آپ نہایت سریع التالیف تھے اور آپ کی سوانح کا یہ باب درحقیقت ایک طویل باب ہے اس لیے کہ یہی ان کی زندگی کا اصل کارنامہ ہے اگر کثرت تصانیف کے لحاظ سے مصنفین کی فہرست بنائی جائے تو امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا نام اس فہرست کے اولین ناموں میں ضرور شامل ہوگا۔

۸۶۶ھ میں ان کی تصنیفی زندگی شروع ہوئی اور یہی تصنیف استعاذہ اور

بسملہ کی شرح پر ہے یہ بات واضح رہے کہ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا زمانہ ایجاد و ابداع کا زمانہ ہے بلکہ جمع شرح اور تفسیر کا زمانہ ہے اور امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس سلسلہ میں بہترین نمونہ پیش کیا ہے۔ حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک شاگرد داؤدی کا بیان ہے کہ آپ ایک دن میں تین تین کرار لکھتے تھے اور اس کے ساتھ املا کرتے اور فتاویٰ بھی لکھتے۔ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے حسن المحاضرہ میں اپنی تالیفات کو گنا ہے اس وقت تک ان کی تعداد تین سو ہے دوسرے شاگرد ابن یاس نے تاریخ مصر میں کہا کہ ان کی تعداد چھ سو ہے جبکہ انگریز مصنف فلوگل (Flugil) نے ان کی کتابوں کی فہرست winer gohrb میں دی ہے جس کے مطابق تعداد ۵۶۱ ہے حسن المحاضرہ کے بعد امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے پھر اپنی تصنیفات کی فہرست خود مرتب کی جس میں آپ کی کتب کی تعداد ۵۲۵ ہے۔

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریری خدمات بہت ہمہ گیر ہیں آپ نے تقریباً ہر موضوع پر کتابیں تصنیف کی ہیں انہوں نے علم کے تمام شعبوں میں دسترس حاصل کی اور ان میں سے ہر ایک پر قلم اٹھایا۔ آپ فرماتے ہیں کہ مجھے سات علوم میں خصوصیت سے متجرب علمی نصیب ہوا ہے (۱) تفسیر (۲) حدیث (۳) فقہ (۴) نحو (۵) معانی (۶) بدیع (۷) بیان حضرت امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف کو خاص حسن قبول حاصل ہوا اور خود ان کی زندگی میں ہر طرف ان کا شہرہ ہو گیا لیکن یہ حقیقت بھی اپنی جگہ ثابت ہے کہ تصنیفات و تالیفات کے سلسلہ میں امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ پر ناقدین نے تنقید کے باب کھول دیئے لیکن باوجود ناقدین کی تنقید کے تا حال اہل علم کے نزدیک مرغوب و پسندیدہ ہیں۔

## شعر و شاعری

تصنیف و تالیف، درس و تدریس اور افتاء کے ساتھ ساتھ حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کو شعر و شاعری سے بھی خاص دلچسپی تھی۔ زیر نظر کتاب میں بھی آپ کے اشعار موجود ہیں امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی شاعری زیادہ تر علمی فوائد اور نصیحتوں پر مشتمل ہوتی ہے آپ شافعی تھے آپ اپنے عقائد کو اشعار میں بیان کرتے ہیں۔

تو من احادیث الصفات ولا تشط و تعطل  
الارمت الالخصفی تحقیق معضله فاول

## وفات

علم و دانش کا یہ آفتاب ۱۸ جمادی الاول ۹۱۱ھ مطابق ۱۷ اکتوبر ۱۵۰۵ء کو  
مصرف میں غروب ہوا۔ رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعة و ادخلہ فسخ جناتہ آمین یارب  
العالمین۔

﴿الاتقان فی علوم القرآن﴾ ﴿شرح الصدور﴾

## تعارف مترجم

مفسر قرآن، محقق دوراں، شارح حدیث، مترجم، نعت گو شاعر

فناء فی الرسول حضرت علامہ صائم چشتی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت علامہ صائم چشتی رحمۃ اللہ علیہ قیام پاکستان کے بعد فیصل آباد کی سرزمین سے نعتیہ ادب کے اُفق پر جلوہ افروز ہوئے، جس وقت انہوں نے نعتیہ کلام کا آغاز کیا، فیصل آباد میں نعت گوئی کی روایت کم کم تھی، انہوں نے سینکڑوں مجموعہ ہائے نعت لکھے اُن میں نعت، قصائد و مناقب، دوہڑے، رُبائی کے مجموعے شامل ہیں، ایک محتاط اندازے کے مطابق اُن کی کل نثری و شعری کتب پانچ صد کے قریب ہیں، جن میں نعت و منقبت، سیرت و سوانح، تاریخ و تحقیق تراجم اور لغت کی کتب شامل ہیں حضرت علامہ صائم چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے نعتیہ شاعری کے علاوہ بطور مفسر

قرآن، شارح حدیث، محقق، مترجم، مبلغ اور ادیب اپنی بلند پایہ شخصیت کو منوایا۔

حضرت علامہ صائم چشتی رحمۃ اللہ علیہ کا آبائی قصبہ گنڈی ونڈ نزد سرائے امانت خان تھانہ جہاں تحصیل ترنٹارن ضلع امرتسر تھا۔

آپ 25 دسمبر 1932ء میں پیدا ہوئے، آپ کا اصل نام ”محمد ابراہیم“

تھا آپ کے والد کا نام شیخ محمد اسماعیل تھا، علامہ صائم چشتی نے ایک مذہبی گھرانے میں پرورش پائی۔

علامہ صائم چشتیؒ نے قرآن پاک کی ناظرہ تعلیم اپنے والد گرامی سے حاصل کی، آپ کی تعلیمی لحاظ سے بہت ذہین اور محنتی تھے، راتوں کو دیر تک مطالعہ کرنے کی عادت ان کو کم عمری سے تھی، علامہ صائم چشتیؒ نے پرائمری تعلیم گنڈی ونڈ میں مکمل کی، آپ نے جامعہ رضویہ مظہر الاسلام فیصل آباد میں سید منصور شاہ سے صرف و نحو کی ابتدائی تعلیم اور علوم متدوالہ کا آٹھ سالہ کورس دو سال کے عرصے میں مکمل کیا۔

۱۹۷۰ء میں مولانا غلام رسول رضویؒ سے دورہ حدیث کیا، اس کے علاوہ

طبیہ کالج سے طب یونانی میں ڈپلومہ حاصل کیا۔

۱۹۳۸ء میں آپ رشتہ ازدواج میں منسلک ہو گئے آپ کی اہلیہ کا نام غلام

فاطمہ ہے، ۱۹۷۸ء میں پہلی بار فریضہ حج ادا کیا، آپ نے بھرپور زندگی گزاری، آپ

نے کئی اداروں کا کام تنہا سرانجام دیا آپ نے نعت گوئی کے لئے تحریک کے طور پر کام

کیا، آج اسی لئے فیصل آباد کو ”شہر نعت“ کہا جاتا ہے۔

حضرت علامہ صائم چشتی رحمۃ اللہ علیہ ۲۲ جنوری ۱۳ شوال المکرم ۲۰۰۰ء کو

وصال فرما گئے۔

خدا رحمت کند این عاشقان پاک طینت را

علامہ صائم چشتیؒ کی اولاد میں تین بیٹے صاحبزادہ محمد لطیف ساجد، صاحبزادہ

محمد شفیق مجاہد اور صاحبزادہ محمد توصیف حیدر اور تین بیٹیاں شامل ہیں علامہ صائم چشتی

رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیفات کے سلسلہ کی اولین کتاب ”محمد کا در چھوڑ کر جانے والو“ سے

شروع ہو کر ان کی آخری غیر مطبوعہ کتاب ”ن والقلم“ تک ہے آپ نے بہت سی تحقیقی

کتب تصنیف فرمائیں جو اپنی منفرد حیثیت سے محققین کے لئے حوالہ جاتی کتب کا درجہ

رکھتی ہیں جن میں البتول، ایمان ابی طالب، مشکل کشاء، گیارہویں شریف، من دون



اللہ کیا ہے، شہید ابن شہید، الصدیق، المدد یا رسول اللہ، پھل تے کنڈے، زینب دا  
ور، خطبات چشتیہ وغیرہ شامل ہیں۔

آپ نے دقیق ترین عربی و فارسی کتب کو اردو میں ڈھالنے کا کام کیا جن

میں !

تفسیر کبیر..... امام فخر الدین رازیؒ..... مطبوعہ

تفسیر خازن..... امام خازن بغدادیؒ..... مطبوعہ

تفسیر ابن عربی..... شیخ الاکبر محی الدین ابن العربیؒ..... مطبوعہ

فتوحات مکیہ..... شیخ الاکبر محی الدین ابن العربیؒ..... مطبوعہ

کتاب النفس والروح..... امام فخر الدین رازیؒ..... غیر مطبوعہ

خصائص علی..... امام نسائیؒ..... مطبوعہ

مسائل الحقا والدین مصطفیٰ..... امام جلال الدین سیوطیؒ..... مطبوعہ

ریاض النضرہ فی مناقب عشرہ..... امام محبت طبریؒ..... مطبوعہ

دفع الوسواس فی قال بعد الناس..... ملا علی قاریؒ..... غیر مطبوعہ

الشرف الموبد لآل محمد..... امام نبھانیؒ..... مطبوعہ

مناجات غزالی..... امام غزالیؒ..... غیر مطبوعہ

سیرت نبویہ..... قاضی دحلان مکیؒ..... مطبوعہ

قصیدہ امینیہ..... سید امین نقوی..... مطبوعہ

قصیدہ بردہ شریف منظوم..... امام بوسیریؒ..... غیر مطبوعہ

روضۃ الشهداء..... ملا حسین واعظ الکاظمیؒ..... مطبوعہ

فتاویٰ شاہ رفیع الدین..... شاہ رفیع الدین..... مطبوعہ

ہدیۃ المہدی ..... علامہ وحید الزماں ..... مطبوعہ  
 یک روزہ ..... اسماعیل دہلوی ..... غیر مطبوعہ  
 کتاب المغازی ..... علامہ واقدی ..... غیر مطبوعہ  
 مثنوی نور ہدایت ..... علامہ حامد الوارثی ..... مطبوعہ وغیرہ شامل ہیں۔

آپ کی شخصیت پر ہونے والی تحقیق و ریسرچ کے حوالہ سے دو کتابیں پہلی  
 کتاب سید محمد یونس شاہ کاظمی کی ” علامہ صائم زندہ ہے “ اور دوسری کتاب محمد  
 مقصود مدنی کی ” میرے محسن “ طبع ہو چکی ہیں، ان کے علاوہ ایک کتاب انگریزی  
 زبان میں محترمہ ریحانہ کوثر عینی صاحبہ نے لکھی ہے جو ابھی زیر طبع ہے۔

فیصل آباد کے علمائے اہلسنت کے تذکار پر مشتمل کتاب ” روشن ستارے “  
 میں آپ کی شخصیت کے حوالہ سے تحقیقی مضمون شامل کیا گیا ہے، جبکہ پنجاب یونیورسٹی  
 نے حضرت علامہ صائم چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے دو مقالے منظور کیے ہیں، پہلا  
 مقالہ ایم۔ اے اردو ” علامہ صائم چشتی بحیثیت نعت گو شاعر “ تحریر ہوا یہ مقالہ سیدہ  
 نوازش رباب نے تحریر کیا جبکہ دوسرا مقالہ ایم اے پنجابی پنجاب یونیورسٹی کی طالبہ آمنہ  
 احمد نے ” علامہ صائم چشتی فکرتے فن “ کے عنوان سے تحریر کیا۔

ان کتابوں اور مقالہ جات کے علاوہ علامہ صائم چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی  
 شخصیت اور آپ کے علمی و تحقیقی کارناموں کے حوالہ سے ملک کے مقتدر اخبارات و  
 جرائد مثلاً روزنامہ نوائے وقت، روزنامہ جنگ، روزنامہ پاکستان روزنامہ امن اور  
 فیصل آباد کے مقامی اخبارات روزنامہ عوام، روزنامہ غریب روزنامہ پیغام، روزنامہ  
 ڈیلی رپورٹ، روزنامہ سعادت، روزنامہ شیلٹر وغیرہ میں مضامین شائع ہو چکے ہیں۔  
 ان کے علاوہ ماہنامہ شام و سحر، ماہنامہ لکھاری، ماہنامہ گہراب، ماہنامہ سوک، ماہنامہ

سانجھان اور دیگر رسائل میں آپ کی شخصیت اور فن کے حوالہ سے مضامین چھپ چکے ہیں۔ آپ کی پنجابی کتب کی فہرست ڈاکٹر شہباز ملک نے پنجاب یونیورسٹی کے زیر اہتمام چھپنے والی ”پنجابی کتابیات“ میں شامل کی ہیں،

## آپ کی ترجمہ نگاری

ترجمہ نگاری ادب کی وہ صنف ہے جو ہمیشہ سے اہم رہی، قرآن پاک کا نزول عربی زبان میں ہوا تو اس کو دوسری زبانوں میں ترجمہ کیا گیا اسی طرح حدیث شریف کے تراجم دنیا کی کئی زبانوں میں ہوئے اسلام کے پھیلاؤ میں ترجمہ نگاری کے فن کی اہمیت مسلمہ ہے برصغیر پاک و ہند میں علامہ وحید الزمان نے صحاح ستہ کے تراجم کئے اسی طرح شاہ ولی اللہ نے قرآن پاک کا فارسی میں ترجمہ کیا اور اعلیٰ حضرت احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن پاک کا اردو زبان میں ترجمہ ”کنز الایمان“ کیا۔ اعلیٰ حضرت کے علاوہ بھی بہت سے علماء نے قرآن پاک کے تراجم کئے ان کے علاوہ ندوۃ العلماء کے علمائے کرام نے ترجمہ نگاری میں بہت کام کیا۔

فی زمانہ عربی اور فارسی زبانوں کی طرف عدم توجہی کی وجہ سے بے شمار اسلامی کتب عام لوگوں کی پہنچ سے دُور تھیں اس امر کی ضرورت تھی کہ ان کتب کے تراجم اردو زبان میں ہوں، اس کی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے نامور علمائے کرام نے اس کا بیڑہ اٹھایا۔

مفکر اسلام، مفسر قرآن، محقق دوراں حضرت علامہ صائم چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے ترجمہ نگاری کے حوالہ سے گراں قدر کام کیا۔ آپ نے تراجم کے حوالہ سے ایسی کتب کا انتخاب کیا جن کے تراجم پہلے نہیں ہوئے تھے ان میں تفسیر، حدیث، تاریخ،

سیرت، تصوف اور ادب کی عظیم کتابیں شامل ہیں۔

آپ کے تراجم کی خصوصیت یہ ہے اہل نگاری کے ساتھ ساتھ آپ نے اصل کتاب کے متن کو ترجمہ کے قریب رکھا ہے اس لئے اصل کتب کے مضامین کمی بیشی کا شکار نہیں ہوئے، آپ نے جن کتب کے تراجم فرمائے ہیں ان میں آیات و احادیث کی تخریج کے ساتھ عربی متن بھی شامل کیا گیا ہے تاکہ قارئین اصل عبارت کے ساتھ ترجمے کا موازنہ کر سکیں اور علمائے کرام اصل عبارت سے استفادہ کر سکیں۔

حضرت علامہ صائم چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۹۶۲ میں سید محمد امین علی نقوی شاہ صاحب کے ”قصیدہ امینیہ“ کا اردو میں ترجمہ کیا جس کے بارے میں سید محمد امین علی نقوی شاہ صاحب کا کہنا ہے کہ میں عربی عبارت پڑھتا تھا اور علامہ صائم چشتی صاحب اُس کا ترجمہ فی البدیہہ کرتے جاتے۔ سید محمد امین علی نقوی اس قصیدے کے پیش لفظ میں لکھتے ہیں!

” حضرت صائم چشتی مدظلہ العالی کا تہہ دل سے ممنون و مشکور ہوں کہ جنہوں نے نہایت فصاحت و بلاغت کے ساتھ عارفانہ عاشقانہ ترجمہ سپرد قلم فرمایا اور میرے ارادہ و نیت میں میرا ہاتھ بٹایا اور حقیقت یہ ہے کہ آپ کا یہ عاشقانہ ترجمہ بے نظیر و لا جواب ہے۔“

ہر لفظ خوب تر ہر اک شعر خوب تر

طرزِ بیاں شگفتہ و دشتہ و پُراثر

اور آپ کے ترجمہ میں جو سوز و گداز ہے اس کا اندازہ قارئین خود لگائیں اور

مزید خوبی یہ ہے کہ آپ کا اردو ترجمہ عربی کے وزن و بحر کے عین مطابق اور وہی طرزِ

ادا ہے“

حضرت علامہ صائم چشتیؒ نے شیخ الاکبر محی الدین ابوبکر محمد بن علی الطائفی رحمۃ اللہ علیہ کی تصوف پر معرکہ الآراء کتاب ”فتوحات مکیہ“ کا اردو میں ترجمہ کیا جو چھ جلدوں میں طبع ہو چکا ہے آپ کا یہی ترجمہ ہندوستان میں اعتقاد پبلشنگ کمپنی نے شائع کیا ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی کہتے ہیں !

”فتوحات مکیہ ان امتیازی اوصاف کی بنا پر ہر دور میں علماء و صوفیا کی توجہ مرکز رہی ہے درسگاہوں اور روحانی تربیت گاہوں میں اسکی باقاعدہ تدریس ہوتی رہی ہے، برصغیر کے قارئین بھی اس کی لطافتوں سے آشنا ہیں لیکن وہ طبقہ جو عربی زبان سے کما حقہ واقف نہ تھا احساس محرومی کا شکار رہا چاہت کے باوجود اور محبت کے بے پناہ جذبات کے باوصف زبان کی غیریت سدراہ رہی۔

ضرورت تھی کہ اس عظیم علمی اور روحانی سرمائے کو اردو دان اصحاب کیلئے پیش کیا جائے، بحمد اللہ یہ سعادت ہمارے دوست اور کرم فرما جناب علامہ صائم چشتیؒ کو حاصل ہوئی، فتوحات مکیہ کا ترجمہ ایک بہت بڑی جرأت ہے اس کے لئے ایسے انسان کی ضرورت تھی جو علم و ادب کی وادیوں کا راہی اور تصوف و دین کے نشیب و فراز سے آگاہ ہو۔

علامہ صائم چشتیؒ پنجابی زبان کے نمائندہ شاعر ہیں، اردو نظم و نثر میں ان کا قلم بے تکان کئی مشکل مراحل سے گزر چکا ہے، چشتی نسبت سے اور ذاتی میلان کی وجہ سے ان میں تصوف کے رموز و اوقاف سمجھنے کی صلاحیت ہے انہوں نے نظم و نثر میں متعدد کتابیں تالیف کی ہیں جن میں فنی مسائل سے لے کر علمی و ادبی نگارشات سب شامل ہیں فقہ، تاریخ، میرٹھ میں ان کے قلم سے کئی اُلجھے ہوئے مسائل پر ضخیم کتب تحریر

ہوئی ہیں، عمر بھر کے تجربے اور گداز کے بعد انہوں نے یہ بیڑا اٹھایا ہے کہ شیخ اکبر کی نمائندہ کتاب الفتوحاتِ مکیہ کو اردو قالب میں ڈھال دیا جائے،

علامہ صائم چشتی کا ترجمہ رواں دواں ہے الفاظ کے انتخاب میں نہایت احتیاط سے کام لیا گیا ہے

﴿ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی دیباچہ فتوحاتِ مکیہ﴾

ڈاکٹر احسن زیدی کہتے ہیں !

” بعض شخصیات خالق کائنات کی خصوصی رحمتوں کا مرکز ہوتی ہیں وہ پھل جھڑی کی طرح روشنی کے پھول برسا کر اپنے وجود کا احساس دلاتی رہتی ہیں، علامہ صائم چشتی ایسی ہی محترم شخصیت ہیں، قدرت نے ان کی ذات میں کئی خوبیاں جمع کر دی ہیں وہ اردو اور پنجابی میں قادر الکلام شاعر ہیں۔ فارسی اور عربی زبانوں میں انہیں ماہرانہ دسترس حاصل ہے تفسیر اور تاریخ ان کا پسندیدہ جولان گاہ ہے۔

علامہ صائم چشتی کے علمی ذوق اور دینی شغف نے ہماری مشکلات کا جائزہ لے کر کچھ اہم کتب کو اردو میں ڈھالنے کا قصد کیا ہے۔ انہوں نے اس مقصد کیلئے جن کتب کا انتخاب کیا ہے وہ اپنی عالمگیر شہرت کے سبب دینی حلقوں میں مقبول عام کا درجہ رکھتی ہیں، ان میں امام فخر الدین رازی کی تفسیر کبیر، شیخ اکبر محی الدین ابن العربی کی تفسیر ابن عربی اور فتوحاتِ مکیہ، اور امام علی بن محمد بن ابراہیم البغدادی خازن کی تفسیر خازن خاص طور پر اہل علم کی توجہ کا محور رہی ہیں۔

علامہ صائم چشتی عربی اور اردو دونوں زبانوں پر عبور رکھتے ہیں اور دینی علوم کے ساتھ ان کے گہرے شغف نے ان کیلئے ترجمے کی منزل آسان کر دی ہے انہوں نے ترجمے کے لئے سادہ اور عام فہم زبان استعمال کی، ان کی اس سعی جمیلہ کی بدولت

اُردو جاننے والے قارئین کیلئے ان موتیوں تک رسائی ممکن ہو گئی جو عربی زبان کے غلاف میں مخفی تھے اور جس سے کسب فیض کرنا ان کیلئے محال کار تھا۔

﴿ تقریظ تفسیر خازن ڈاکٹر احسن زیدی ﴾

حضرت علامہ صائم چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے تقریباً ساٹھ عربی کتب کا اردو میں ترجمہ فرمایا ہے اور فارسی سے اردو میں ترجمہ کی گئی کتب کی تعداد آٹھ ہے آپ کی ترجمہ نگاری کے حوالہ سے تحقیقی کام کی اشد ضرورت ہے امید ہے اہل علم حضرات اس حوالہ سے آپ کی خدمات اور عظیم کام کو اہل اسلام کے سامنے پیش کرتے رہیں گے۔

**محمد عثمان ہستی ایم۔ اے**

ادیب صحافی کالم نگار، ریسرچ سکالر

انچارج علامہ صائم چشتی ریسرچ سنٹر

## پیش لفظ

جو ہر واصل کائنات باعث تکوین عالم احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین اور تمام آباؤ اجداد کرام تا حضرت آدم علیہ السلام اور تمام امہات علیہ تحیات تا حضرت حوا سلام اللہ علیہا کی طہارت و پاکیزگی اور کفر و شرک کی تمام تر آلائشوں اور آلودگیوں سے پاک ہونا شروع اسلام سے ہی علمائے حدیث اور آئمہ مجتہدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے نزدیک قطعی طور پر پایہ ثبوت تک پہنچا ہوا ہے اور سلف میں سے مفسرین و محدثین میں متعدد حضرات اسی طیب و طاہر اور صاف ستھرے عقیدہ پر ہیں۔

تاہم اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ سلف میں متعدد ایسے حضرات بھی موجود ہیں جو اس کے برعکس ایسی روایات کو ترجیح دینے پر مجبور رہے ہیں جو بد قسمتی سے کسی نہ کسی ثقہ اور مشہور کتاب میں نقل ہوتی رہیں۔ بہر حال ادوار سابقہ میں یہ مسئلہ مختلف فیہ صورت ہی اختیار کئے رہا



خداوندِ قدوس و تبارک و تعالیٰ کروڑ رحمتیں نازل فرمائے خاتمِ حفاظِ مصر سیدنا جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ پر جنہوں نے اس مختلف فیہ مسئلہ کو نہایت جانفشانی اور عرق ریزی کے بعد ایک ایسی مثبت صورت میں پیش فرمایا جو طہارت و عصمتِ مُصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تحفظ کے علاوہ تمام اہل ایمان اور عشاقانِ مُصطفیٰ کے لئے خواہ وہ مفسرین و محدثین کرام کی مخصوص جماعت ہو یا عوام الناس سب ہی نے آپ کی اس تحقیق مبارکہ کو استحسان کی نظروں سے دیکھتے ہوئے آپ کو خراجِ عقیدت و مودت پیش کیا سوا ان معدودے چند لوگوں کے جو یا تو روایت پرستی کا شکار ہو کر رہ گئے تھے اور یا ان کے دلوں میں حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وہ احترام و اکرام موجود نہیں تھا جس کے بغیر اسلام کی لطافتوں اور ایمان کی عظمتوں سے کما حقہ آگاہی نصیب نہیں ہوتی۔

بہر کیف! قارئین کرام کے لئے خاص طور پر یہ ایک بات ذہن نشین رکھنا انتہائی ضروری ہے کہ علمائے سلف کا اس مسئلہ میں اختلاف اس امر کو مستلزم نہیں کہ اب بھی اس میں اختلاف کی گنجائش باقی ہے کیونکہ یہ اس قدر نازک ترین مسئلہ ہے کہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی مثبت تحقیق کے بعد کسی بھی مستند مفسر و محدث اور امام و مجتہد نے اسے منفی انداز میں پیش کرنے کی جرأت نہیں کی سوا ان دو قسم کے قلیل لوگوں کے جن کا ذکر ہم اوپر کر آئے ہیں۔

اندریں حالات آپ کے ذہن میں یہ سوال یقیناً پیدا ہو سکتا ہے کہ وہ لوگ جو اب بھی آباءِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وبارک وسلم کے ایمان و نجات کے بارے میں نہ صرف یہ کہ مضطرب ہیں بلکہ گھلم گھلا ان کے کفر و شرک اور معاذ اللہ جہنمی ہونے پر دلائل پیش کرتے ہیں کس زمرہ میں شمار ہوں گے تو اس کے متعلق صرف یہی کہا جاسکتا ہے کہ اگر ان کے دلوں میں احترامِ رسول خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام باقی ہوتا تو وہ لوگ ہرگز ایسا نہ کر سکتے اور یہی وجہ ہے کہ اس قماش کے لوگ اس مسئلہ کے علاوہ بھی معتددا ایسے مسائل میں بے باکی اور شوخی کا مظاہرہ کر لیتے ہیں جہاں،

گناہ ہے جبشِ نظر بھی

بلکہ یہ کہنا زیادہ مناسب ہوگا کہ اس قسم کی بے باکیاں اور شوخیاں محض اور محض ضیاعِ ایمان اور اسلام کی حدود سے نکل جانے پر ہی منج ہوا کرتی ہیں اللہ تبارک و تعالیٰ عوام الناس اہل اسلام کو ان لوگوں کے ہتھکنڈوں سے محفوظ فرمائے۔

اس ضروری وضاحت کے بعد ہم اپنی اس بات کو بجانب اختتام لاتے ہیں جو مقصودِ آغاز تھی اور وہ یہ ہے کہ سیدنا و اِمَامنا امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ نے محبوبِ کبریا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آباءِ الکرام کے ایمان و اسلام کے متعلق جو انتہائی قیمتی متاع جمع فرمائی وہ بعض کے نزدیک نو عدد اور کثیر لوگوں کے نزدیک چھ عدد رسائل پر مشتمل ہے۔

یہ کتاب انہی رسائل میں سے ایک رسالے ”مسالك الحنفاء“ کا ترجمہ ہے ترجمے کے آخر پر عربی متن کا فوٹو بھی شائع کر دیا ہے تاکہ عربی دان حضرات اصل عبارت کے لٹائڈ سے مستفیض ہو سکیں۔

علاوہ ازیں حضور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین اور آپ کے تمام آباؤ اُمہات کے عظیم الشان مومن کے اثبات میں بندہ نے ایک عظیم ترین کتاب مسمیٰ بہ ”والدین سرور کونین“ تصنیف کی ہے جس میں حضرت امام جلال الدین السیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق پر اٹھائے گئے اعتراضات کا بھی پورے طور پر محاسبہ کیا گیا ہے۔

دُعا فرمائیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے محبوب کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے تصدق اس خدمت کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور اس کتاب کی طباعت کے مرحلہ کو آسان تر فرمائے۔

آمین ثم آمین بجاہ سید الانبیاء والمرسلین

صائم چشتی

۵ مارچ ۱۹۸۵ء

## أرد و ترجمہ

### مسائلک الحنفاء

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا ہے تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں اور سلام اُن لوگوں پر جنہیں اُس نے اپنے بندوں میں سے پسند فرمایا۔

مسئلہ

اس حکم میں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین رضی اللہ عنہما جنتی اور ناجی ہیں اور ہرگز آگ میں نہیں ہیں اور اس امر میں علمائے اعلام نے جو صراحت اور وضاحت کی ہے۔  
تو اس بات کے بیان میں کئی مسلک ہیں۔

### پہلی آیت

مسئلہ اول

چونکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین رضی اللہ

تعالیٰ عنہما کا وصال مبارک حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت مبارکہ سے قبل ہوا ہے اور بعثت سے پہلے فوت ہونے والے کو عذاب نہیں دیا جائے گا اللہ تبارک و تعالیٰ جل مجدہ الکریم کا ارشاد ہے۔

”وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّىٰ نَبْعَثَ رَسُولًا“

اور ہم عذاب کرنے والے نہیں جب تک رسول نہ بھیج لیں،

﴿سورۃ بنی اسرائیل آیت ۱۵﴾

ہمارے ”آئمہ اشاعرہ“ میں سے اہل الکلام والاصول نے اور شافعیوں میں سے فقہانے کرام نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ کوئی شخص فوت ہو گیا اور اُسے دعوتِ اسلام نہیں پہنچی تو وہ ناجی فوت ہوا اور اُسکے ساتھ مقاتلہ نہ کرو حتیٰ کہ پہلے اُسے اسلام کی طرف بلاؤ اس لئے جب وہ قتل ہو جائے تو اس کی دیت اور کفارہ کے لئے ضامن و کفیل ہو سکتا ہے۔

اس پر حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور تمام اصحاب کی نص ہے بلکہ بعض اصحاب نے یہ زیادہ کیا ہے کہ اس شخص کے قتل پر قصاص واجب ہے مگر اس کا خلاف صحیح ہے کیونکہ یہ حقیقی مسلمان نہیں اور قصاص کے لئے مکافات یعنی برابر ہونا شرط ہے۔

بعض فقہاء نے ایسے شخص کے فوت ہونے کے بعد معذب نہ ہونے کے اسباب یہ بیان فرمائے ہیں کہ وہ اپنی اصل فطرت پر فوت ہوا ہے اور

اس سے نہ تو عداوت و قوع پذیر ہوئی اور نہ ہی اس کے پاس کوئی رسول آیا جس کی اس نے تکذیب کی ہو۔

## تَعذِيبٌ وَسَزَاءٌ نَّهَيْتُمْ

اور یہ پہلا مسلک ہے جو ہم نے اس مقام کے شخص کے متعلق اپنے شیخ، شیخ الاسلام امام شرف الدین مناوی رحمۃ اللہ علیہ سے سنا ان سے جب کسی نے پوچھا کہ

کیا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد گرامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آگ میں ہیں؟ تو آپ نے اس سائل پر شدید غصے اور سخت برہمی کا اظہار فرمایا۔

پھر سائل نے عرض کیا کہ کیا ان کا اسلام ثابت ہے؟

تو آپ نے فرمایا ان کا وصال زمانہ فترت میں ہوا تھا اور بعثت سے قبل تعذیب و سزا نہیں۔

سبط ابن الجوزی کتاب مرآة الزمان میں اپنی جماعت سے حکایت نقل کرتے ہیں جس میں حضور نبی اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ معظمہ و مکرمہ کو زندہ فرمانے والی حدیث پر اپنے دادا کے کلام کا ذکر کیا اور کہا اس پر تو قرآن مجید کی نص ہے اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے

”وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّى نَبْعَثَ رَسُولًا“

یعنی ہم کبھی معذب نہیں کرتے جب تک کہ اپنا رسول  
نہ بھیجیں۔

نیز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدِ مکرم اور والدہِ معظمہ  
رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو تو دعوت ہی نہیں دی گئی پھر ان کا گناہ کیا ہے؟ اور الابی  
نے شرحِ مسلم میں اسی پر جزم و یقین کیا ہے میں عنقریب اس عبارت کا ذکر  
کروں گا۔

## قیامت کے دن امتحان ہوگا

اور بے شک احادیث میں اہلِ فترت کے لئے آیا ہے کہ قیامت  
کے دن ان کا امتحان لیا جائے گا اور ان کو عذاب و سزا نہ ہونے کے متعلق  
آیات میں اشارات موجود ہیں۔

اور اس نظریہ کی طرف حافظ العصر شیخ الاسلام علامہ ابن حجر عسقلانی  
رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی بعض کتب میں میلان کا اظہار کیا ہے۔

فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آل کے ساتھ یہ گمان  
ہے کہ وہ لوگ جو آپ کی بعثتِ مبارکہ سے پہلے وصال فرما گئے ہیں قیامت  
کے روز بوقتِ امتحان اطاعت گزار اور فرماں بردار ہوں گے اور یہ اکرام  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ہوگا کہ آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں

## اہل فترت کا امتحان کیسے ہوگا

پھر میں نے دیکھا کہ آپ نے ”الاصابہ“ میں نہایت ہی بوڑھے شخص اور وہ لوگ جو فترت کے زمانہ میں فوت ہوئے اور وہ جو بہرا، اندھا، گوزگا اور مجنون پیدا ہو یا قبل بلوغت دیوانہ ہو گیا تو ایسے لوگوں کے حق میں آنے والی روایت متعدد طریقوں سے نقل کی ہے اور ایسے ہی کئی دوسری روایات میں چنانچہ تمام اقسام کے لوگ حجت اور دلیل پیش کرتے ہوئے قیامت کے دن بارگاہِ خداوندی میں عرض کریں گے کہ اگر ہم عقل رکھتے ہوتے یا ہمیں تذکیر کی جاتی تو ہم ایمان لے آتے ان کی اس دلیل کے جواب میں ان پر آگ بلند کی جائے گی اور حکم ہوگا کہ اس آگ میں داخل ہو جاؤ تو جو لوگ آگ میں داخل ہو جائیں گے ان پر آگ کو سلامتی کے ساتھ ٹھنڈا کر دیا جائے گا اور جو آگ میں داخل ہونے سے رک جائے گا اُسے زبردستی آگ میں داخل کر دیا جائے گا اور یہ مطلب ہے ان روایات کا جو اس ضمن میں آئی ہیں اور میں نے اس کے طرق کو ایک الگ جزو میں جمع کر دیا ہے۔

## آباء رسول جنت میں

اور کہا کہ ہم اُمید رکھتے ہیں کہ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ



عنه اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جملہ گھر والے جنت میں داخل ہوں گے اور ان کی نجات ہوگی۔

مگر ابوطالب! تو انہوں نے بعثت کا زمانہ پایا اور ایمان نہ لائے اور صحیح بخاری میں ہے کہ وہ آگ میں مقام ضحھاح ۱ پر ہیں اور جو کچھ امتحان کے اس قصہ میں موجود ہے وہ اس مسلک میں داخل ہے۔

”امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت نقل کرنے کے بعد سیدنا امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ اب تک کی نقل کی عبارت کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں“ کہ اگرچہ یہ مسلک مُستقل اور ظاہر ہے مگر میں نے اس میں دقیق معنی پائے ہیں جو اہل تحقیق پر مخفی نہیں۔“

## آیات جن میں اشارہ ہے

پہلی آیت اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

”وَمَا كُنَّا مُعَدِّينَ حَتَّىٰ نَبْعَثَ رَسُولًا“

۱۔ حضرت ابوطالبؓ کے ایمان کا مسئلہ نزاعی تھا اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہم نے ”ایمان ابی طالب تالیف“ کی ہے جس میں علماء و محدثین کے احوال سے کفر ابوطالب میں آنے والی بخاری کی روایت اور دیگر روایات میں بحث کی گئی ہے۔ ﴿مترجم﴾

یعنی ”ہم اس وقت تک معذّب نہیں کرتے جب  
تک رسول نہ بھیجیں۔“

﴿سورة بنی اسرائیل آیت ۱۵﴾

اور یہ وہی آیت ہے جس پر آئمہ اہل سنت کا اتفاق ہے کہ بعثت  
سے پہلے فوت ہونے والوں کے لئے تعذیب نہیں اور انہوں نے اس آیت  
سے معتزلہ اور ان لوگوں کا ردّ پیش کیا ہے جنہوں نے ان کی ہمنوائی میں عقل کو  
حکم بنایا ہے۔

## ابن جریر اور ابن ابی حاتم کی تفسیر

ابن جریر اور ابن ابی حاتم اپنی اپنی تفسیر میں حضرت قتادہ رضی اللہ  
تعالیٰ عنہ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے فرمان! ”وَمَا  
كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّىٰ نَبْعَثَ رَسُولًا“ کا مطلب یہ ہے کہ بے شک اللہ  
تبارک و تعالیٰ کسی کو معذّب نہیں کرتا جب تک کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف  
سے اس پر پہلے خبر اور نشانی نہ آجائے۔

## دوسری آیت

شرطِ ہلاکت

اللہ تبارک و تعالیٰ جل و علا قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں۔

ذَالِكَ اَنْ لَّمْ يَكُنْ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرَى  
بِظُلْمٍ وَّ اَهْلُهَا غَافِلُونَ .

یعنی یہ اس وجہ سے ہے کہ آپ کا رب کسی بستی والوں کو  
ایسی حالت میں ہلاک نہیں کرتا کہ وہاں کے رہنے  
والوں کو خبر نہ ہو۔

﴿سورة الانعام آیت ۱۳۱﴾

علامہ زرکشی شرح جمع الجوامع میں اس آیت مبارکہ کو اس قاعدہ پر  
استدلال کے طور پر لائے ہیں کہ منعم حقیقی کا شکر محض عقلی طور پر نہیں بلکہ سمعی  
طور پر واجب ہے۔

## تیسری آیت

اگر تو رسول بھیجتا

خداوندِ قدوس جل مجدہ الکریم قرآن مجید فرقان حمید میں فرماتے

ہیں۔

وَلَوْ لَا اَنْ تُصِيبَهُمْ مُّصِيبَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيَهُمْ  
فَيَقُولُوا رَبَّنَا لَوْلَا اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُولًا فَنَتَّبِعَ  
آيَاتِكَ وَنَكُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ .

یعنی اور ہم رسول نہ بھی بھیجتے اگر یہ بات نہ ہوتی کہ ان

کے کرداروں کے سبب ان پر کوئی مصیبت نازل ہوتی  
تو یہ کہنے لگتے کہ اے ہمارے پروردگار آپ نے  
ہمارے پاس کوئی پیغمبر کیوں نہ بھیجا تا کہ ہم اُس کی  
تابعداری کر کے ایمان لانے والوں میں ہوتے۔

﴿سورة القصص آیت ۴۷﴾

اس آیت مبارکہ کو بھی علامہ زرکشی نے اپنے موقف میں بیان کیا  
ہے علاوہ ازیں امام ابن ابی حاتم اس آیت کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے اچھی  
سند کے ساتھ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت نقل  
کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ زمانہ فترت  
میں فوت ہونے والا بارگاہِ خداوندی میں عرض کرے گا اے میرے پروردگار  
نہ مجھ تک تیری کتاب ہی آئی اور نہ ہی تیرا رسول آیا پھر آپ نے یہ آیت  
تلاوت فرمائی۔

رَبَّنَا لَوْ لَا أَرْسَلْتَ إِلَيْنَا رَسُولًا لَفَتَّبِعَ آيَاتِكَ

وَنَكُونَنَّ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ.

اے ہمارے پروردگار اگر تو ہماری طرف اپنا رسول  
بھیجتا تو ہم تیری آیات کی اتباع کرتے اور مؤمنین میں  
سے ہو جاتے۔

﴿سورة القصص آیت ۴۷﴾

## چوتھی آیت

### اگر ہم ہلاک کر دیتے

چوتھی آیت! اللہ تبارک و تعالیٰ اعظم شانہ، واتمم بمرہانہ قرآن مقدس

میں ارشاد فرماتے ہیں۔

وَلَوْ اَنَّا اَهْلَكْنٰهُمْ بِعَذَابٍ مِّنْ قَبْلِهٖ لَقَا لُوْا رَبَّنَا  
لَوْ لَا اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا لَّفَتَّبِعَ اِيَّا تِك مِّنْ  
قَبْلِ اَنْ نَّدِيْلًا وَّنَخْزِيْ.

یعنی اور اگر ہم ان کو قرآن آنے سے قبل کسی عذاب  
سے ہلاک کر دیتے تو یہ لوگ بطور عذر کے یوں کہتے  
کہ اے ہمارے پروردگار اگر آپ ہماری طرف اپنا  
رسول بھیجتے تو ہم آپ کی آیات کی اتباع اور پیروی  
کرتے اس سے پہلے کہ یہاں ذلیل و خوار ہوں۔

﴿سورۃ طہ آیت ۱۳۲﴾

امام ابن ابی حاتم زیر آیت روایت بیان فرماتے ہیں کہ حضرت  
عطیہ بن عوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث بیان کی کہ جو لوگ عہد فترت  
میں فوت ہوئے ہوں گے وہ قیامت کے دن بارگاہِ خداوندی میں عرض کریں  
گے کہ اے پروردگار تو نے نہ ہمارے پاس کوئی کتاب بھیجی اور نہ کوئی رسول

بھیجا اور پھر یہ آیت پڑھی۔

وَلَوْ أَنَّا أَهْلَكْنَاهُمْ بِعَذَابٍ مِنْ قَبْلِهِ لَقَالُوا رَبَّنَا  
لَوْلَا أَرْسَلْتَ إِلَيْنَا رَسُولًا لَفَتَّبِعُوا يَا نِكِّ مِنْ  
قَبْلِ أَنْ نَذِلَّ وَنَخْزَى.

﴿سورة طہ آیت ۱۳۲﴾

## پانچویں آیت

ہلاک نہیں کرتا

اللہ رب العزت جل مجدہ العظیم کتاب مقدس قرآن مجید میں ارشاد

فرماتے ہیں۔

وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرَىٰ حَتَّىٰ يَبْعَثَ

فِي أُمَّهَاتِهَا رَسُولًا يَتْلُو عَلَيْهِنَّ يَا تِنَا .

اور آپ کا رب بستیوں کو ہلاک نہیں فرماتا جب تک

کہ ان بستیوں کے صدر مقام پر اپنا رسول نہ بھیجے جو

لوگوں کو ہماری آیتیں پڑھ پڑھ کر سنائے۔

﴿سورة القصص آیت ۵۹﴾

زیر آیت امام ابن ابی حاتم حضرت عبداللہ ابن عباس اور حضرت

قنادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم دونوں سے روایت نقل کرتے ہیں کہ اللہ تبارک

وتعالیٰ جل مجدہ الکریم نے ملت کو ہلاک نہیں فرمایا جب تک کہ حضرت محمد  
 مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کی طرف مبعوث نہیں فرمایا پھر جن لوگوں  
 نے آپ کی تکذیب کی اور ظلم کئے وہ ہلاک ہو گئے۔

## چھٹی آیت

### بے خبر تھے

اللہ تبارک وتعالیٰ اعظم شانہ واثم برہانہ قرآن مجید فرقان حمید میں  
 ارشاد فرماتے ہیں۔

وَهَذَا كِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ مُبَارَكٌ فَاتَّبِعُوهُ وَاتَّقُوا  
 لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ. أَنْ تَقُولُوا إِنَّمَا أَنْزَلَ  
 الْكِتَابُ عَلَيَّ طَائِفَتَيْنِ مِنْ قَبْلِنَا وَإِنْ كُنَّا عَنْ  
 دِرَاسَتِهِمْ لَغَافِلِينَ .

یہ ایک بڑی خیر و برکت والی کتاب ہے جسے ہم نے  
 نازل فرمایا تو اس کی اتباع کرو اور ڈرو تا کہ تم پر رحم کیا  
 جائے مگر کبھی تم یہ کہنے لگتے ہو کہ کتاب تو ان پر نازل  
 ہوئی تھی جو ہم سے پہلے دو گروہ تھے اور ہم ان کے  
 پڑھنے پڑھانے سے محض بے خبر تھے۔

﴿سورة الانعام آیت ۱۵۵، ۱۵۶﴾

## ساتویں آیت

### ڈرانے والا بھیجا تھا

وَمَا أَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ إِلَّا لَهَا مُنْذِرُونَ ذِكْرًا  
وَمَا كُنَّا ظَالِمِينَ .

اور ہم نے منکرین کی جتنی بستیاں برباد کی ہیں ان  
سب کی طرف نصیحت کرنے اور اور ڈرانے والے  
رسول آئے اور ہم ظلم نہیں کرتے۔

﴿سورة الشعر آء آیت ۲۰۸، ۲۰۹﴾

عبد بن حمید، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اپنی تفسیروں میں اس آیت  
کے ماتحت حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول نقل فرماتے ہیں کہ اللہ  
تبارک و تعالیٰ کسی بستی کو ہلاک نہیں فرماتے مگر پہلے اس پر حجت قائم فرماتے  
ہیں اور نشانیاں ظاہر کرتے ہیں حتیٰ کہ ان کی طرف رسول کی کتاب بھیجی جاتی  
ہے جن میں ان کے لئے پند و نصائح کا ذکر ہوتا ہے اور اللہ تبارک و تعالیٰ کے  
لئے حجت ہوتی ہے

”وما کنا ظالمین“

یعنی ہم ظالم نہیں ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم ان کو عذاب  
دینے سے پہلے اپنی نشانیاں اور حجت قائم فرما لیتے ہیں۔



## آنہویں آیت

### حُجَّتِ قَائِمٌ كِي جَائے كِي

وَهُمْ يَصْطَرِحُونَ فِيهَا رَبَّنَا أَخْرِجْنَا نَعْمَلْ  
صَالِحًا غَيْرَ الَّذِي كُنَّا نَعْمَلْ أَوَلَمْ نُعَمِّرْكُم مَّا  
يَتَذَكَّرُ فِيهِ مَن تَذَكَّرَ وَجَاءَكُمُ النَّذِيرُ.

اور وہ لوگ ”جہنم میں“ چلائیں گے اے ہمارے  
پروردگار ہمیں یہاں سے نکال لے اب ہم خوب اچھے  
کام کریں گے برعکس ان کاموں کے جو ”دنیا میں“ کیا  
کرتے تھے۔

﴿سورة فاطر آیت ۳۷﴾

تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا ہم نے تم کو اتنی عمر نہ دی تھی کہ جس کو سمجھنا  
ہوتا وہ سمجھ سکتا تھا اور تمہارے پاس ڈرانے والا ”رسول“ بھی بھیجا تھا۔  
مفسرین کرام زیر آیت فرماتے ہیں کہ اس میں ان لوگوں کے لئے  
حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت و نبوت کو حجت کے طور پر پیش  
کیا ہے اور آپ ہی کو اس آیت کریمہ میں ”نذیر“ کہا گیا ہے۔

# اہلِ فترت کا امتحان ہوگا

## احادیث

قیامت کے روز اہلِ فترت کا امتحان لیا جائے گا ان میں سے جو اطاعت گزار ہوں گے انہیں جنت میں داخل کر دیا جائے گا اور جو نافرمان ہوں گے وہ آگ میں پھینک دیئے جائیں گے۔

## پہلی حدیث

امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور امام اسحاق بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی مُسند میں اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تالیف مبارکہ ”کتاب الاعتقاد“ میں صحت کے ساتھ روایت نقل کرتے ہیں کہ حضرت اسود بن سریج رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث بیان کی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن چار قسم کے لوگوں کا امتحان لیا جائے گا

اول! وہ بہرہ منخص جو قطعاً کچھ نہیں سن سکتا۔

دوم! وہ شخص جو احمق اور بے عقل ہے۔

سوم! وہ شخص جو بہت ہی زیادہ بوڑھا ہو۔

چہارم! وہ شخص جس نے اسلام کا زمانہ ہی نہیں پایا یعنی فترت کے زمانہ میں فوت ہو گیا۔

دوران امتحان بہرہ شخص دربار خداوندی میں عرض کرے گا کہ اے میرے پروردگار بے شک اسلام میرے زمانہ میں آیا مگر میں تو کچھ بھی نہ سن سکتا تھا۔

احمق اور بے عقل شخص بارگاہ ایزدی میں یہ عذر پیش کرے گا اے میرے رب یقیناً میرے زمانہ میں اسلام آیا مگر اس وقت مجھے تو بچے مینگنیاں مار مار کر گرا دیا کرتے تھے۔

بوڑھا شخص یوں عرض کرے گا کہ اے میرے پالنے والے بے شک میری زندگی میں اسلام آیا مگر میں اس وقت کسی بھی چیز میں تمیز نہ کر سکتا تھا۔

فترت کے زمانہ میں فوت شدہ شخص بارگاہ خداوندی میں یہ عذر پیش کرے گا اے میرے پالنے والے میرے زمانہ میں تو تو نے اپنے کسی بھی رسول کو نہیں بھیجا تھا۔

پھر ان سب سے اطاعت کا اقرار لے کر آگ میں داخل کر دیا جائے گا اور ساتھ ہی فرما دیا جائے گا کہ اے آگ اس پر سلامتی کے ساتھ ٹھنڈی ہو جا اور جو داخل نہیں ہو گا اُسے گھسیٹ کر لے جایا جائے گا۔

## دوسری حدیث

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت اسحاق بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی مُسندوں میں امام ابن مردویہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر قرآن میں اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ ”کتاب الاعتقاد“ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ قیامت کے دن اللہ تبارک و تعالیٰ چار قسم کے لوگوں کا امتحان لیں گے جیسا کہ حضرت اسود بن سریع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں بیان ہوا۔

## تیسری حدیث

### سعید بھی ہونگے

حضرت بزار رحمۃ اللہ علیہ اپنی تالیف مُسند بزار میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بروزِ حشر تین قسم کے لوگ آئیں گے۔

﴿۱﴾ وہ جو فترت کے زمانہ میں فوت ہوا۔

﴿۲﴾ وہ بے عقل اور دیوانہ جو کبھی ہوش کی باتیں کرے اور کبھی

دیوانگی کی۔

﴿۳﴾ پیدا ہونے والا بچہ، یعنی نومولود،

چنانچہ فترت کے زمانہ میں فوت ہونے والا عرض کرے گا کہ میرے

پاس نہ تو کتاب آئی اور نہ ہی رسول،

دیوانہ کہے گا اے میرے پروردگار تو نے مجھے عقل ہی عطا فرمائی تھی

جس سے میں اچھے اور بُرے کی پہچان کر سکتا۔

اسی طرح نو مولود عرض کرے گا الہی! میں تو عمل کا ادراک ہی نہیں

رکھتا تھا،

اور انہیں کہا جائے گا کہ اس آگ میں داخل ہو جاؤ تو وہ لوگ جو علم

الہی کے مطابق عملی زندگی میں سعید ہوتے آگ میں داخل ہو جائیں گے اور

وہ لوگ جو عملی زندگی پاتے اور علم الہی کے مطابق شقی ہوتے آگ میں داخل

ہونے سے رُک جائیں گے پس اللہ تبارک و تعالیٰ انہیں فرمائے گا کہ اب

جب کہ تم میری ہی نافرمانی کر رہے ہو تو میرے رسولوں کی عدم موجودگی میں

کیا کرتے اس حدیث کی اسناد میں عطیہ بن عوفی بھی ہے اس حدیث میں

ضعف پایا جاتا ہے اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اسے حسن قرار دیتے اور اس

حدیث کے متعدد شواہد ہیں جو اس کے حسن اور ثابت ہونے کے مقتضی ہیں۔

## چوتھی حدیث

### خود رسول ہوں

حضرت بزار رحمۃ اللہ علیہ جناب ابو یعلیٰ رحمۃ اللہ علیہ اپنی اپنی مُند

میں حدیث بیان کرتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت

ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن چار قسم کے لوگ آئیں گے۔

﴿۱﴾ مولود

﴿۲﴾ دیوانہ

﴿۳﴾ فترت کے زمانہ میں فوت ہونے والا

﴿۴﴾ بہت ہی بوڑھا شخص جو قریب المرگ ہو۔

یہ سب لوگ اپنی اپنی حجت بارگاہ ایزدی میں پیش کریں گے تو اللہ تبارک و تعالیٰ جلّ مجدہ الکریم ارشاد فرمائے گا کہ انہیں جہنم سے آزاد کر دو، اے جہنم انہیں باہر نکال دے پھر ان سے فرمایا جائے گا۔

میں نے تمہاری طرف اپنے بندے تمہیں میں سے اپنے رسول بنا کر بھیجے اور اب میں تمہاری طرف خود ہی اپنی طرف سے رسول ہوں اب تم آگ میں داخل ہو جاؤ۔

جس کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے شقی بنایا ہوگا وہ کہے گا کہ اے میرے پروردگار کیا تو ہمیں اس آگ میں داخل کرے گا؟ اس سے تو ہم ڈرتے ہیں اور جس کو اللہ تعالیٰ نے سعید بنایا ہوگا وہ فوراً اس آگ میں داخل ہو جائے گا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہوگا اب جب کہ تم لوگ براہ راست میری ہی نافرمانی کر رہے ہو تو اگر تمہاری طرف میرا رسول آیا ہوتا تو تم یقیناً اس کی شدید تکذیب اور نافرمانی کرتے جتنا نخہ رہ لوگ جنت میں جائیں گے

اور تم جہنم میں جاؤ گے۔

## پانچویں حدیث

### آگ ٹھنڈی ہو جاتی

محدث عبد الرزاق رحمۃ اللہ علیہ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ ابن المنذر رحمۃ اللہ علیہ اور ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ اپنی اپنی تالیفات میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ جب قیامت کا دن آئے گا تو اللہ تبارک و تعالیٰ جل مجدہ الکریم اہل فترت، دیوانے، گونگے بہرے اور بہت ہی بوڑھے ایسے لوگوں کو جمع فرمائے گا جنہوں نے اسلام کا زمانہ نہیں دیکھا پھر ان کی طرف پیغام بر بھیجے گا کہ آگ میں داخل ہو جاؤ یہ لوگ کہیں گے کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے جب کہ تو نے ہماری طرف کسی رسول کو بھیجا ہی نہیں۔

ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم اگر یہ لوگ بغیر کسی رد و کد کے آگ میں داخل ہو جاتے تو ان پر آگ کو سلامتی کے ساتھ ٹھنڈا کر دیا جاتا۔ پھر ان کی طرف رسول بھیجے گا جو اس کی اطاعت کا خواہاں ہو گا وہ اس کی اطاعت کرے گا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھ لو ”وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّىٰ نَبْعَثَ رَسُولًا“

## اسنادِ حدیث

اس حدیث کی اسناد بخاری مُسلم کی شرطوں پر بھی صحیح ہیں اور یہ کہ اس قسم کی حدیث اپنی رائے سے نہیں بنائی جاسکتی پس یہ مرفوع حدیث کے حکم میں ہے۔

## چھٹی حدیث

### اگر حکم مان لیتے

محدث بزار رحمۃ اللہ علیہ اپنی تالیف مُسند بزار میں اور علامہ حاکم رحمۃ اللہ علیہ اپنی تالیف ”مُتدرک“ میں حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو اہل جاہلیت اپنے اپنے بُتوں کو اپنی اپنی پشت پر اٹھائے ہوئے بارگاہِ رب العزت جلّ مجدّہ الکریم میں سوال کریں گے کہ اے ہمارے پروردگار تو نے ہماری طرف نہ تو اپنا کوئی رسول بھیجا اور نہ ہی ہمیں تیرا کوئی حکم پہنچا اگر ہماری طرف تیرا بھیجا ہو اور رسول آتا تو ہم اس کے اطاعت کیش اور تیرے عبادت گزار ہوتے خداوند قدّوس جلّ مجدّہ الکریم کا فرمان ہوگا اگر اب میں تمہیں کوئی حکم دوں تو کیا تم اس کی پیروی کرو گے؟ وہ لوگ کہیں گے ہاں! تو اللہ تبارک و تعالیٰ جلّ مجدّہ الکریم انہیں ارشاد فرمائے



گا جہنم کی طرف چلو اور اس میں داخل ہو جاؤ۔

وہ چلتے چلتے جب جہنم کے قریب آ جائیں گے تو اُسے سخت غصے اور آواز نکالتا ہوا پائیں گے تو پلٹ آئیں گے اور کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار ہمیں اس آگ سے بچالے ہم اسے برداشت کرنے کی طاقت نہیں رکھتے اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہوگا کیا تمہارا یہ گمان نہیں ہے کہ اگر اب میں تمہیں حکم دوں تو تم میری اطاعت کرو گے؟

وہ کہیں گے ہاں ایسا ہی گمان ہے اس پر اللہ تبارک و تعالیٰ اُن سے عہد لے لے گا اور فرمائے گا کہ جہنم کا رخ کرو اور اُس میں داخل ہو جاؤ چل پڑیں گے اور جہنم کو دیکھ کر خوف زدہ ہو جائیں گے اور واپس آ کر اللہ تعالیٰ سے عرض کریں گے کہ ہم اس کے ڈر کی وجہ سے واپس آ گے ہیں اور اس میں داخل ہونے کی ہمت نہیں پاتے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر وہ پہلی بار داخل ہو جاتے تو وہ آگ ان کے لئے سلامتی اور ٹھنڈک کا موجب بن جاتی،

جرح !

حافظ الحدیث امام ابو عبد اللہ حاکم رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اسناد کے اعتبار سے یہ حدیث صحیح ہے اور امام بخاری اور امام مسلم کی شرط پر پوری اترتی ہے۔

## ساتویں حدیث

### مجھے علم تھا

امام طبرانی اور حافظ ابو نعیم علیہما الرحمۃ والرضوان حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن دیوانے اور زمانہ عفترت میں ہونے والے اور وہ بچے جو کم سنی میں فوت ہو گئے ہیں دربارِ خداوندی میں حاضر ہوں گے اور مسموٰخ العقول دیوانہ کہے گا یا اللہ تو نے مجھے عقل ہی نہیں عطا فرمائی تھی اب اگر مجھے عقل عطا فرمائی جائے تو مجھے تو اپنی عطا فرمودہ عقل سے کام لینے والا سعادت مند پائے گا۔

اور اسی طرح عہدِ فترت میں فوت ہونے والے اور صغیر سنی میں انتقال کرنے والے عرض کریں گے تو اللہ تبارک و تعالیٰ جل مجدہ الکریم انہیں ارشاد فرمائے گا کہ اگر اب میں تمہیں کوئی حکم دوں تو کیا تم اطاعت اور فرماں برداری کرو گے؟ وہ لوگ کہیں گے ہاں! پھر اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہوگا جاؤ اور آگ میں داخل ہو جاؤ۔

اگر وہ جہنم میں داخل ہو جاتے تو آگ انہیں کوئی نقصان نہ پہنچا سکتی پس ان کے شانوں کا گوشت پھڑکنے لگے گا پس ان لوگوں کو گمان ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ بھی پیدا فرمایا ہے وہ ہلاک ہو جائے گا چنانچہ وہ لوگ واپس آ

جائیں گے پھر انہیں دوبارہ آگ میں داخل ہونے کا حکم دیا جائے گا مگر وہ پھر پہلے طرح واپس پلٹ آئیں گے۔

پروردگارِ عالم کا ارشاد ہوگا کہ میں تمہاری تخلیق سے بھی پہلے جانتا تھا کہ تم کون کون سے عمل کرو گے اور میں نے تمہیں اپنے علم کی بنا پر ہی پیدا کیا ہے۔

مجھے تمہارے پیچھے کا بھی علم ہے اور اس چیز کا بھی علم ہے جس کی طرف تم مائل ہو اور جس کو تم نے پکڑ رکھا ہے۔

## پیغمبر تشریف لائے تو غور ضروری ہے

علامہ الکلیا الہر اسی "کتاب الاصول" کے حاشیہ میں شکرِ منعم کے مسئلہ کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس بات کو سمجھ لیجئے کہ تمام اہل سنت کی آراء کا اس امر پر اجتماع ہے کہ شرح منقول کے سوا احکام کا کوئی مد رک نہیں اور عقلی قضیوں سے حکم اخذ نہیں کیا جاسکتا اور اہل حق کے سوا مخلوق کے جو طبقات ہیں جیسے رافضہ کرامیہ اور معتزلہ وغیرہ ان کے خیال میں احکام منقسم ہیں کچھ شرع منقول سے اخذ کئے جاتے ہیں اور کچھ عقلی قضایا سے۔

مگر ہم یہ کہتے ہیں کہ اس پر رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تشریف آوری سے پہلے لوگوں پر کوئی چیز واجب نہیں کیونکہ جب اللہ تبارک و تعالیٰ کا

بھیجا ہوا پیغمبر تشریف لا کر اظہار رسالت فرمائے اور معجزات پر قائم ہو جائے تو عقلمند کو بحث و نظر کی قوت حاصل ہو جاتی ہے۔

علاوہ ازیں ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ بغیر احکامِ خداوندی کو سننے کے واجبات و ضروریات دین کا علم نہیں ہو سکتا البتہ! جب اللہ تبارک و تعالیٰ کا فرستادہ پیغمبر تشریف لے آئے تو اس کی طرف غور کرنا ضروری اور لازمی ہو جاتا ہے۔

## فرمانِ خدا میں اختلاف محال ہے

اس موقع پر بعض استفادہ کرنے والے پوچھتے ہیں کہ واجب چیز اطاعت ہے مگر یہ قربت تو نہیں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ غور و فکر اول الواجبات سے ہے اور یہی اطاعت ہے مگر اسے قربت اس لئے نہیں کہتے کہ وہ حصولِ معرفت کے لئے غور و فکر سے کام لیتا ہے پس وہ مطیع ہے متقرب نہیں اس لئے کہ وہ اسی کے قریب ہو گا جسے پہچانتا ہو گا۔

نیز ہمارے شیخ اور امام نے اس موقع پر یقیناً یہ نہایت ہی اچھی بات کہی ہے رسول کی تشریف آوری سے قبل جب اسے کوئی خیال آتا ہے تو خیالات اور طریقوں میں تصادم ہوتا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ اسے کوئی ایسا خیال سوجھ جائے جو اس کی نقیض اور ضد ہو اور اس سے عقل حیرت

میں پڑ جائے پس اُلجھن کے دور ہونے تک توقف ضروری ہے۔

اور بعض خطرات کے ظہور میں آنے سے عقل حیرت اور دہشت کا شکار ہو جاتی اور پوشیدہ چیزوں کے انکشاف اور وقوع پذیر ہونے کے سلسلہ میں توقف کرنا اور رُک جانا ہی ضروری معلوم ہوتا ہو۔

چنانچہ ان امور کا سید باب اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک اللہ تبارک و تعالیٰ کا فرستادہ پیغمبر نہ آجائے۔

## لا اذری کہنا نصف علم ہے

اور ایسے ہی استاذی المکرم جناب ابو اسحاق اسفر آئی قدس سرہ العزیز نے فرمایا ہے کہ لا اذری کہنا نصف علم ہے یعنی یہ کہنا کہ میں نہیں جانتا نصف علم ہے اس کا مفہوم یہ ہے کہ میرا علم اس حد تک پہنچ گیا ہے جہاں تک عقل کی گزرگاہ ہے اور یہ بات وہی شخص کہتا ہے جو علم میں نہایت باریک بین ہو اور عقل کی ان گزرگاہوں کا واقف ہو جس میں اس کا گزر نہیں ہو سکتا۔

## شکر منعم عقل کے لئے ضروری نہیں

نیز امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تصنیف ”المحصل“ میں لکھتے ہیں کہ شکر منعم عقل کے لئے ضروری نہیں بخلا معتر لہ کے کیونکہ اگر عقل کے لئے بعثت رسول سے پہلے نعمتیں عطا فرمانے والے کا شکر یہ ادا کرنا

متحقق ہو۔ تو اس کا تارک ضرور معذب ہوگا پس اسکا وجوب ثابت نہیں ہوا  
اب رہی یہ بات کہ شکرِ نعمت کے لازم حال ہے تو یہ ایک واضح بات ہے اور یہ  
بات جو کہی گئی ہے کہ ایسے لوگوں کو عذاب نہیں دیا جائے گا تو اس کا موجب  
اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے ”وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّى نَبْعَثَ رَسُولًا“  
تعذیب کی نفی بعثت کی حد تک ہے اگر عذاب منمنی ہو تو اللہ تعالیٰ کے قول میں  
اختلاف ہو جائے گا جو ایک امرِ محال ہے۔

چنانچہ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ کی اتباع کرتے ہوئے  
”کتاب الحاصل والمحصل“ کے مصنف اور امام بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ نے  
اپنی ”کتاب المنہاج“ میں انہی امور کا تذکرہ فرمایا ہے۔

## اسلام کی دعوت سے قبل قتال نہیں

علاوہ ازیں حضرت امام قاضی تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے  
کتاب ”شرح المختصر ابن الحاجب“ شکرِ منعم کے مسائل بیان کرتے ہوئے یہ  
مسئلہ تخریج فرمایا ہے کہ جب تک کسی شخص اللہ تبارک و تعالیٰ جلّ مجدہ الکریم  
کی طرف سے دعوت الی الحق نہ پہنچ جائے یعنی رسول نہ آئے وہ شخص ناجی  
ہے لہذا اس سے اس وقت تک قتال نہ کیا جائے جب تک کہ اُسے اسلام کی  
دعوت نہ دے لی جائے۔

## بغوی اور امام اعظم میں اختلاف

صاحبِ معالم التنزیل حضرت امام بغوی علیہ الرحمۃ اپنی تصنیف ”المہذیب“ میں نقل فرماتے ہیں کہ جب تک کسی شخص کو اسلام کی دعوت نہ دے لی جائے اس وقت تک اسے قتل کرنا جائز نہیں اور اگر کوئی شخص اسلام کی دعوت دینے سے قبل ہی اس کو قتل کر دیتا ہے تو اس کے وارثوں کو دیت اور کفارہ دینا پڑے گا اور حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایسے شخص کے قتل پر دیت اور کفارہ کے معاملہ میں کسی مسلمان کا ضمانت دینا ضروری نہیں اور حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کے قتل سے تاوان واجب نہ ہوگا۔

اس مسئلہ میں ان کی اصل یہ ہے کہ اس پر عقلاً حجت قائم ہو چکی ہے اور ہمارے نزدیک دعوت پہنچنے سے قبل اس پر حجت قائم نہیں ہوئی کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے !

”وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّى نَبْعَثَ رَسُولًا“

اور ہم عذاب کرنے والے نہیں جب تک رسول نہ بھیج

لیں،

﴿سورۃ بنی اسرائیل آیت ۱۵﴾

## حُجَّت کے بغیر مواخذہ ہوگا

اور حضرت امام رافعی رحمۃ اللہ علیہ ”الشرح“ میں فرماتے ہیں کہ جس شخص کو دعوت نہ پہنچی ہو اسے اطلاع اور دعوت الی الاسلام دیئے بغیر قتل کرنا جائز نہیں اور اگر وہ قتل ہو جائے تو حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک کے برخلاف وہ مکفول ہوگا اور بنائے اختلاف یہ ہے کہ ان کے نزدیک اس پر عقلاً حُجَّت ہو چکی ہے اور ہمارے نزدیک اسے دعوت نہیں پہنچی اس لئے اس پر حُجَّت ثابت نہیں ہوتی اور نہ ہی ارشاد خداوندی ”وما کنا معد بین حتی نبعث رسولاً“ کے مطابق اُس سے مواخذہ ہوگا۔

## معنا مُسلمان کا قصاص نہیں

اور حضرت امام غزالی اپنی کتاب ”البیض“ میں فرماتے ہیں کہ جس شخص کو دعوت اسلام نہ پہنچی ہو اس کی دیت اور کفارہ دینا پڑے گا صحیح مسلک کے مطابق اس کا قصاص نہیں ہوگا کیونکہ وہ بالتحقیق مُسلمان نہیں صرف معنا مُسلمان ہے۔

علاوہ ازیں علامہ ابن رفاع نے اپنی تصنیف ”کفایہ“ میں مزید تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ اس لئے ہے کہ وہ فطرت پر پیدا ہوا اور اس سے اسلام کے خلاف عناد اور دشمنی ظاہر نہیں۔



## نووی کا جواب نووی سے

اور امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح مسلم میں کفار و مشرکین کے بچوں کے مسئلہ میں لکھا ہے کہ تمام محققین کے نزدیک صحیح اور مختار مذہب یہ ہے کہ وہ جنت میں جائیں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے !  
 ”وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّىٰ نَبْعَثَ رَسُولًا“

## جب نبی کی دعوت پہنچ جائے

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب اس شخص کو عذاب نہیں ہوگا جسے دعوت نہیں پہنچی تو اس کا غیر بدرجہ اولیٰ المستحق عذاب نہ ہو اگر آپ سوال کریں کہ جو مسلک وہ خود بیان کرتے ہیں کیا یہ تمام تراہل جاہلیت کے لئے عام ہے۔ تو میں کہتا ہوں نہیں بلکہ یہ اس شخص کے لئے مخصوص ہے بذریعہ رسول قطعاً دعوت الی الحق نہ پہنچی ہو۔

مگر جب ان کو انبیائے سابقین میں سے کسی نہ کسی کی دعوت پہنچ جائے اور پھر بھی وہ اپنے کفر پر قائم رہیں تو وہ قطعی طور پر آگ میں جائیں گے اور اس مسئلہ میں کسی بھی قسم کا ہرگز نزاع نہیں۔

## حضور کے والدین کا حال ظاہر ہے

لیکن حضور کے والدین شریفین کا حال ظاہر ہے کہ آپ اس گروہ

میں شامل ہیں جنہیں آخر زمانہ تک کسی بھی رسول اور پیغمبر کی طرف سے دعوت نہیں پہنچی۔

اور ان کے اور انبیائے سابقین کے درمیان بُعدِ زمانی پایا جاتا ہے ہمارے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قبل آخری نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام تھے ان کے اور حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے درمیان چھ سو سال کا دورِ فترت پایا جاتا ہے۔

اور پھر ان دونوں کے زمانہ میں تو مشرق و مغرب میں زمین کے ہر طبقہ پر جہالت کا دورِ دورہ تھا اور کسی جگہ بھی احکامِ شریعت کی دعوت پہنچنے کا کوئی ذریعہ نہیں تھا۔

## حضرت عبداللہ نے بہت کم عمر پائی

اور شریعتوں کو جاننے والے لوگ مفقود ہو چکے تھے اور دعوت الیٰ الحق کا کام اہل کتاب کے علماء میں سے ایک چھوٹی سی جماعت اکناف زمین میں جیسے شام وغیرہ ہیں متفرق طور پر انجام دے رہی تھی اور نہ ہی انہوں نے کوئی لمبی عمر پائی کہ وہ اس میں تحقیق و جستجو کر سکتے بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد گرامی سیدنا عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نہایت ہی قلیل عمر پائی۔

امام حافظ صلاح الدین علائی اپنی کتاب ”الدر السنیۃ فی مولد سید

البریۃ“ میں نقل فرماتے ہیں۔

کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور اپنے والد مکرم سے آپ کی والدہ مکرمہ سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف مُنقَل ہو تو اس وقت حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر مبارک اٹھارہ سال تھی اور آپ کی والدہ مکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عمر مبارک بھی آپ کے والد گرامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر مبارک کے برابر ہی تھی۔

## حضرت عبد اللہ کا وصال مبارک

اور جب سیدنا عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جبینِ اقدس سے تاجدارِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نورِ اقدس جناب سیدہ آمنہ کے شکمِ اطہر میں مُنقَل ہو چکا تھا تو اس وقت سیدنا عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر مبارک اٹھارہ سال کی تھی اور انہی ایام میں آپ مکہ معظمہ زادہ شرفاً سے مدینہ منورہ زادہ اللہ تعظیماً و تکریماً اہل خانہ کے لئے کھجوریں لینے کے لئے تشریف لے گئے تو وہیں پر بنونجار کے قبیلہ میں آپ کا وصال مبارک ہو گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور پاک اس وقت بھی اپنی والدہ مکرمہ سیدہ آمنہ صلوٰۃ اللہ علیہا کے شکمِ مقدس میں تشریف فرما تھا۔

اور اکثر طور پر عورتوں کی یہی حالت ہوتی ہے کہ وہ مردوں کے دین اور شریعت کے بارے میں نہیں جانتیں خصوصاً اس زمانہ میں جس میں عورتیں

تو درکنار مرد بھی کچھ نہ جانتے ہوں یہی وجہ ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
وآلہ وسلم کی بعثت مبارکہ ہوئی اور آپ نے اعلان رسالت فرمایا تو اہل مکہ  
نے کہا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے بشر کو رسول بنا کر مبعوث فرمایا ہے؟

”قَالُوا أَبَعَثَ اللَّهُ بَشَرًا رَسُولًا“

”بولے کیا اللہ نے آدمی کو رسول بنا کر بھیجا ہے؟“

﴿سورة بنی اسرائیل آیت ۹۴﴾

نیز کہتے تھے کہ !

وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَأَنْزَلَ مَلَائِكَةً مَا سَمِعْنَا بِهَذَا فِي

آبَائِنَا الْأُولَىٰ .

اگر اللہ کو رسول بھیجنا منظور ہوتا تو فرشتوں کو بھیجتا

کیونکہ ہم نے اپنے پہلے باپوں بڑوں سے یہی بات

سنی ہے۔

﴿المؤمنون آیت ۲۴﴾

انکار نہ کرتے

ان آیات سے پتہ چلتا ہے کہ اگر ان لوگوں کو بعثت رسول کا علم ہوتا

تو وہ ہرگز اس کا انکار نہ کرتے۔

اور بعض اوقات وہ خیال کرتے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی

وہی دین لے کر مبعوث ہوئے جس پر وہ قائم ہیں کیونکہ انہیں کوئی ایسا شخص  
 ہی نہیں ملا جو انہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی صحیح شریعت کی طرف راہنمائی  
 کرتا کیونکہ وہ مٹ چکی تھی اور اس کو جاننے والے بھی مفقود ہو چکے تھے اور  
 ان کے اور حضرت ابراہیم علیہا السلام کے درمیان تین ہزار سال سے بھی  
 زیادہ وقفہ ہے پس اس امر سے یہ بات واضح ہو گئی کہ وہ دونوں صحیح معنوں  
 میں اسی مسلک میں داخل تھے۔

## توفیق اطاعت نصیب ہوگی

علاوہ ازیں شیخ عزالدین عبدالسلام رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ”امالی“

میں فرماتے ہیں جس کی عبارت یہ ہے کہ،

تو اس بناء پر بر نبی کی قوم کے علاوہ جو لوگ بھی ہوئے سوائے سابق

نبی کی ذریت کے اہل فترت میں سے تھے اگرچہ بلاشبہ وہ سابق نبی کے

مخاطبین کے زمرہ میں ہیں مگر پہلی شریعت مٹ جائے تو وہ سب کے سب

اہل فترت میں سے ہو جاتے ہیں یہ شیخ عزالدین کا کلام ہے پس واضح ہو گیا

کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین شریفین رضی اللہ تعالیٰ

عنہما اہل فترت میں سے تھے اس لئے کہ وہ نہ تو حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا علیہ

الصلوة والسلام کی ذریت سے تھے اور نہ ہی ان کی قوم کی اولاد سے تھے۔

## والدین مصطفیٰ کے متعلق دو امور

بعد ازاں آپ حافظ العصر ابو الفضل علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کو مزین کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین علیہما السلام کے متعلق گمان ہے کہ وہ ان دو امور کے تحت آئیں گے۔

پہلا امر یہ ہے جسے امام ابو عبد اللہ حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے ”المستدرک“ میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بروایت صحیح بیان کیا ہے کہ ایک ایسے انصاری نے حضور سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا جو راوی کے گمان کے مطابق سب سے زیادہ سوال پوچھا کرتا تھا کہ یا رسول اللہ! کیا آپ کے خیال میں آپ کے والدین آگ میں ہیں؟

آپ نے فرمایا! میں نے اپنے رب سے اس کے متعلق دریافت نہیں کیا میں قیامت کے دن مقام محمود پر کھڑا ہوں گا۔

اس حدیث سے صاف طور پر معلوم ہو جاتا ہے کہ آپ مقام محمود پر قیام کرنے کے وقت اپنے والدین کریمین علیہما السلام کے متعلق بھلائی کی اُمید رکھتے ہیں اور وہ بھلائی یہ ہے کہ آپ ان کی شفاعت فرمائیں گے اور انہیں اہل فترت کے امتحان کے وقت توفیق اطاعت نصیب ہوگی۔

## بھلائی کی اُمید

اور اس میں قطعاً شک و ریب نہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقام محمود پر جلوہ افروز ہوں گے تو اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہوگا محبوب سوال کرو تا کہ عطا کیا جائے اور شفاعت فرمائیے تا کہ قبول کی جائے جیسا کہ صحیح احادیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! کہ قیامت کے دن میں جب سوال کروں گا تو اللہ تبارک و تعالیٰ مجھے عطا فرمائے گا۔

اور دوسری بات یہ ہے جو امام ابن جریر نے اپنی تفسیر میں اللہ تبارک و تعالیٰ کے فرمان ”وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ“ کے تحت حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضایہ ہوگی کہ آپ کی اہل بیت اطہار سے کوئی ایک شخص بھی آگ میں نہ جائے اسی لئے حافظ ابن حجر نے اپنے قول ”انظن بآل بیتہ کلہم ان یعطیعو عند الامتحان“ میں تعلیم کر دی ہے۔

علاوہ ازیں تیسری حدیث علامہ ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ”شرف النبوت“ میں اور علامہ الملا رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سیرت کی کتاب میں حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا! کہ میں نے اپنے پروردگار سے سوال کیا کہ میرے اہل بیت میں سے کوئی ایک بھی جہنم میں نہ جائے تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے میری اس التجا کو قبول فرمایا اور جو میں نے مانگا تھا وہ مجھے عطا فرمایا نیز یہ روایت محبت طبری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ذخائر العقبۃ موؤدۃ فی القربیٰ میں بھی نقل فرمائی ہے اور چوتھی حدیث ان دونوں سے زیادہ واضح ہے۔

## حضور شفاعت فرمائیں گے

چنانچہ حضرت امام رازی رحمۃ اللہ علیہ ضعیف سند کے ساتھ حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اپنی کتاب ”فوائد“ میں روایت نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا! کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو میں اپنے والد گرامی سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ اور اپنی والدہ مکرمہ سیدہ آمنہ سلام اللہ علیہا اور اپنے عم محترم حضرت ابوطالب اور دُور جاہلیت کے اپنے رضاعی بھائی کی شفاعت کروں گا۔

اور علامہ محبت طبری رحمۃ اللہ علیہ جو کہ حفاظ حدیث اور فقہائے کرام میں سے ہیں اپنی تصنیف لطیف ”ذخائر العقبۃ فی مناقب ذوی القربیٰ“ میں نقل فرماتے ہیں کہ۔

اگر یہ حدیث ثابت ہو جائے تو بخاری کی اس حدیث کی تاویل کرنی



پڑے گی جو حضرت ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تخفیف کے بارے میں بیان ہوئی ہے اور یہ حدیث صرف حضرت ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے محتاج تاویل ہے ورنہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین اور رضاعی بھائی کے لئے اس کی تاویل کی بھی ضرورت نہیں کیونکہ حضرت ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت مبارکہ کا زمانہ پایا اور اسلام قبول نہ کیا جب کہ پہلے تینوں کا وصال فترت کے زمانہ میں ہوا۔

## تقویت حدیث، پہلی شفاعت

یہ متعدد احادیث ہیں جو ایک دوسری کی تقویت کا باعث ہیں کیونکہ ضعیف حدیث کثرت طرق سے قوی ہو جاتی ہے اور ان سے ملتی جلتی حدیث حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہے جسے حاکم نے مستدرک میں بیان کیا ہے۔

نیز جو ہم کہتے ہیں اس حدیث سے بھی صاف طور پر مترشح ہوتا جسے امام ابن ابی الدنیا نے نقل کیا ہے کہ حدیث بیان کی مجھ سے قاسم بن ہاشم سمسار نے اور حدیث بیان کی ان سے مقاتل بن سلیمان رملی نے ابی معشر سے کہ سعید مقبری حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! میں نے اللہ تبارک

وتعالیٰ سے اپنی اُمت کے لئے بیس سالہ بندوں کے لئے دُعا کی اس نے وہ مجھے عطا فرمادئے اگرچہ وہ مقصود بیان میں غیر واضح ہے اور جو ابن عمر سے دیلمی نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے پہلے میں اپنے اہل بیت کی شفاعت کروں گا ان کے قریبی رشتہ داروں کی اور پھر جو ان کے بعد قریبی رشتہ دار ہوں گے۔

## بنی ہاشم کے لئے شفاعت

اور جو محبت طبری نے ذخائر العقبیٰ میں اور امام احمد نے ”مناقب“ میں حضرت علی علیہ السلام سے روایت کیا آپ نے فرمایا! یا بنی ہاشم، اگر مجھے جنت میں لے جانے کے لئے حلقہ وار شفاعت کا اذن ہوا تو میں تم سے اس کی ابتدا کروں گا اس حدیث کو خطیب نے اپنی تصنیف تاریخ بغداد میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی بیان کردہ یغتم کی حدیث سے روایت کیا ہے نیز انہوں نے اس حدیث کو ابوالبحتری کی طرف منسوب کیا جسے اس نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ،

اُن لوگوں کا کیا حال ہوگا جو کہتے ہیں کہ میرے رشتہ داروں کو کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوگا یاد رکھو کہ مجھ سے میرے رشتہ داروں کو ضرور فائدہ حاصل ہوگا یہاں تک کہ یہ فائدہ یمن کے ایک قبیلہ تک پہنچے گا مجھے اللہ تعالیٰ

کی طرف سے شفاعت کی اجازت دی جائے گی اور میں شفاعت کروں گا یہاں تک کہ جس کے لئے شفاعت کی سفارش کروں گا وہ بھی شفاعت کرے گا حتیٰ کہ اس سلسلہ شفاعت کو دیکھ کر ابلیس بھی شفاعت کی لمبی آرزو میں کرنے لگے گا۔

اور ایسے ہی امام طبرانی نے حضرت اُمّ ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت نقل کی ہے کہ،

ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جن کا خیال ہے کہ میری شفاعت میرے اہل بیت کو حاصل نہ ہوگی جب کہ میری شفاعت کی صورت حال یہ ہے کہ وہ حا اور حکم قبیلوں تک پہنچے گی۔

## ابو نب کے لئے تخفیفِ عذاب

علامہ زرکشی رحمۃ اللہ علیہ نے ”الخدم“ میں ابن دجیہ رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے شفاعت کی قسموں سے ایک یہ ہے کہ ابولہب کے عذاب میں ہر پیر کے دن تخفیف ہو جاتی ہے کیونکہ جب اُس کی کنیز ثویبہ نے اُسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت مبارکہ کی بشارت سنائی تو اُس نے خوش ہو کر اُس کنیز کو آزاد کر دیا تھا اور یہ رعایت اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اکرام کے لئے ہے۔

علاوہ ازیں میں نے اس مسئلہ میں نہایت شرح و بسط کے ساتھ امام

عبداللہ محمد بن خلف الابی کا وہ کلام بھی دیکھا ہے جو انہوں نے مسلم شریف کی حدیث ”ان ابی و اباک فی النار“ کی شرح کرتے ہوئے رقم فرمایا ہے پہلے تو انہوں نے نووی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ جو کفر کی حالت میں فوت ہوا تو وہ جہنمی ہے اور اُسے قریبیوں کی قرابت کوئی نفع نہیں دے گی بعد ازاں آپ فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ اس اطلاق کی طرف بھی نظر کرو۔

## فوت شدگان کی وجہ سے اذیت نہ دو

اور امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ ہم ایسی بات کیوں نقل کریں جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد موجود ہے کہ زندوں کو فوت شدگان کی وجہ سے اذیت نہ دو اور اللہ تبارک و تعالیٰ کا فرمان ہے کہ بے شک وہ لوگ جو اللہ اور اُس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں۔

اور شاید یہ روایت صحیح ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اللہ پاک سے سوال کیا تو اُس نے میرے والدین کریمین کو زندہ فرمایا اور وہ مجھ پر ایمان لائے۔

## مقامِ مصطفیٰ اس سے بھی بلند ہے

اور حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تو اس سے بھی بلند مقام حاصل ہیں اور اللہ تعالیٰ کو کوئی چیز عاجز نہیں کر سکتی پھر نووی کے قول کو

نقل کرتے ہیں کہ جو شخص زمانہ فترت میں فوت ہو اور اس دور کے عربوں کی طرح بت پرستی کرتا ہو تو وہ آگ میں داخل ہوگا اور یہ تعذیب قبل از بلوغ دعوت نہیں ہے کیونکہ ان لوگوں کو حضرت ابراہیم اور دیگر انبیاء علیہم السلام کی دعوت پہنچ چکی تھی۔

نووی کے کلام میں جو منافات پائی جاتی ہے ذرا اس پر غور کرو کیونکہ جن لوگوں کو دعوت پہنچ جائے وہ اہل فترت نہیں ہوتے اہل فترت تو وہ لوگ ہوتے ہیں جو دور رسولوں کا زمانہ پاتے ہیں جیسے وہ بدو جن کی طرف نہ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائے اور نہ انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زمانہ پایا اس تفسیر کے مطابق زمانہ فترت دور رسولوں کے درمیانی زمانہ کو کہتے ہیں مگر فقہاء کرام جب فترت کے متعلق گفتگو کرتے ہیں تو وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان وقفہ کو مراد لیتے ہیں۔

مگر جب دلائل قاطعہ نے بتایا کہ حجّت کے قیام کے بغیر عذاب نہیں ہوتا تو ہمیں معلوم ہو گیا کہ انہیں عذاب نہیں ملے گا۔

## ایک سوال تین جواب

اگر آپ کہیں کہ صاحب مجن وغیرہ نے ان احادیث کو جو اہل فترت کی تعذیب کے بارہ میں آئی ہیں صحیح قرار دیا ہے۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عقیل بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اس کا جواب تین طریقوں سے دیا ہے۔

اول! یہ کہ یہ احاد احادیث ہیں اور قطع کے معارض نہیں۔

دوم! ان پر عذاب کا کم ہونا ہے اور اس کا سبب اللہ تبارک و تعالیٰ ہی کو معلوم ہے۔

سوم! ان احادیث میں یہ بات بیان کی گئی ہے کہ جو شخص شراہ میں تغیر و تبدل کرے اور ایک گمراہ کن شریعت وضع کرے اسے کوئی شخص بھی معذور خیال نہیں کرے گا لہذا بلاشبہ اہل فترت تین ہی قسم کے لوگوں کو کہتے ہیں۔

## اہل فترت کی تین اقسام

اس جواب کے علاوہ مزید یہ ہے کہ اہل فترت بھی تین اقسام پر مشتمل ہیں۔

اور ان میں پہلی قسم ان لوگوں کی ہے جو نگاہ بصیرت سے ادراک توحید کر لیتے ہیں اور پھر وہ ان تبدیل شدہ شریعتوں میں سے کسی ایک میں بھی داخل نہیں ہوتے جیسا کہ جناب قیس بن ساعدہ اور حضرت زید بن عمرو بن نفیل ہیں۔

اور ان میں سے کچھ وہ بھی ہیں جو شریعتِ حقہ جس کے الفاظ قائم

ہوتے ہیں میں داخل ہو جاتے ہیں جیسے جناب تبع اور ان کی قوم۔

اہل فترت میں سے دوسری قسم ان لوگوں کی ہے جو موجود شریعت میں تغیر و تبدل کرتے ہیں اور توحید پر قائم رہنے کی بجائے شرک کرتے ہیں اور از خود ایک شریعت بنا کر اپنی طرف سے بعض چیزوں کو حلال اور بعض کو حرام مقرر کرتے ہیں۔

اس قسم کے اکثر لوگ ہیں جیسا کہ ”عمرو بن لُحی“ وہ پہلا شخص ہے جس نے اہل عرب کے لئے بتوں کی پرستش کی بنیاد ڈالی اور اپنی طرف سے خود ہی شریعت بنا کر اس خود ساختہ شریعت کے احکام میں بکیرہ سائبہ و صیلہ اور حام وغیرہ جانور مقرر کئے اور ان کو ذبح کرنے سے منع کر دیا۔

اور عرب کے ایک گروہ نے اس کی بنائی ہوئی شریعت پر اضافہ کر کے جنات اور ملائکہ کی پرستش کی، بیٹوں اور بیٹیوں کو جلایا اور اپنے معبودوں کے لئے گھر بنا کر پردے کھینچ دیئے اور ان کے لئے دربان مقرر کئے اس طرح وہ کعبہ کی مشابہت اختیار کرتے جیسے کہ انہوں نے لات منات اور عزیٰ کے معاملہ میں کیا۔

اہل فترت کی تیسری قسم میں وہ لوگ شامل ہیں جو نہ مشرک ہوتے ہیں نہ موحداور نہ ہی کسی نبی کی شریعت میں داخل ہوتے ہیں اور نہ اپنے لئے نئی شریعت بناتے ہیں اور نہ نیا دین بناتے ہیں بلکہ ان کی ساری عمر غفلت میں ہی گزر جاتی ہے اور زمانہ جاہلیت میں اس قسم کے لوگ بھی پائے جاتے

تھے پس جب اہل فترت تین اقسام میں منقسم ہو گئے تو صحیح معنوں میں عذاب دوسری قسم کے لوگوں پر ان کے کفر کی وجہ سے آئے گا اور انہیں معذور قرار نہیں دیا جائے گا۔

اس کے برعکس جو لوگ تیسری قسم کے ہیں فی الحقیقت وہی اہل فترت ہیں اور ہرگز مُعَذَّب نہیں ہوں گے جیسا کہ اس سے پہلے بتایا جا چکا ہے۔

اب رہے اہل فترت میں سے پہلی قسم کے لوگ تو ان کے لئے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ قیس بن ساعدہ اور زید بن عمرو بن نفیل لوگوں کے بارے میں وہی حکم ہوگا جو ان لوگوں کے بارے میں تھا جنہوں نے اس دین کو قبول کر لیا تھا جب تک کہ ان میں سے کوئی شخص اسلام کا زمانہ پالے جو تمام ادیان کا ناسخ ہے ابی کا بیان یہاں پر ختم ہو جاتا ہے۔



# دوسرا مسالک

انبیاء کرام

کے والدین کافر نہیں ہوتے

## ساجدین میں پھرنا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین کے متعلق دوسرا مسلک یہ ہے کہ ان دونوں مقدس ہستیوں سے صدورِ شرک ثابت نہیں بلکہ وہ اسی دینِ حنیف پر تھے جو ان دونوں کے جد امجد حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کا دین تھا جیسا کہ اس دینِ حنیف پر اہل عرب کا ایک گروہ زید بن عمرو بن نفیل اور ورقہ بن نوفل وغیرہما کی مثل قائم تھا۔

اور یہ وہ مسلک ہے جس پر ایک گروہ گامزن ہے اور ان میں سے ایک امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ ہیں جنہوں نے اپنی کتاب ”اسرار التنزیل“ میں فرمایا ہے جس کی عبارت یہ ہے کہ۔

آذرا ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا باپ نہیں

بلکہ چچا تھا اور اس پر متعدد وجوہ سے حجت پکڑی ہے۔

ان میں سے ایک یہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم

الصلوٰۃ والسلام کے آباء کرام کافر نہیں ہوتے اور

اس پر بھی کئی وجوہ سے استدلال کیا ہے ان میں سے

ایک یہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔

الَّذِي يَرَاكَ حِينَ تَقُومُ. وَتَقَلُّبِكَ فِي

السَّاجِدِينَ.

یعنی آپ کے قائم ہونے کے وقت ہم آپ کا  
ساجدین کی طرف پھرنا دیکھ رہے ہیں۔

﴿سورة الشعراء آیت ۲۱۸-۲۱۹﴾

امام فخرالدین رازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس کا معنی یہ ہے کہ  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور مبارک ایک سجدہ کرنے والے سے  
دوسرے سجدہ کرنے والے کی طرف منتقل ہوتا رہا ہے بریں تقدیر یہ آیت  
دلالت کرتی ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام آباؤ اجداد  
کرام مسلمان تھے۔

اور یہ امر اس بات کو قطعی طور پر واجب کرتا ہے کہ حضرت ابراہیم  
علیہ السلام کے والد کافروں میں سے نہ تھے بلکہ وہ یعنی آزر آپ کا چچا تھا  
زیادہ سے زیادہ اس باب میں یہی کہا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قول  
”وَتَقَلُّبِكَ فِي السَّاجِدِينَ“ کو دیگر وجوہ پر حمل کیا جائے۔

اس بارے میں وارد ہونے والی تمام روایات کے درمیان کوئی  
منافات نہیں پائی جاتی پس آیت کو تمام روایات پر حمل کرنا واجب ہوا اور  
جب یہ بات صحیح قرار پا جائے تو ثابت ہو جائے گا کہ حضرت ابراہیم علیہ  
السلام کے والد بتوں کے پجاری نہیں تھے۔

اس کے بعد امام فخرالدین رازی علیہ الرحمۃ مزید فرماتے ہیں کہ  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان کہ ہم ہمیشہ طیب و طاہر اصلاب سے

طیب و طاہر اور پاکیزہ ارحام میں انتقال فرماتے رہے ہیں اس امر پر  
ولادت کرتا ہے کہ آپ کے آباؤ اجداد کرام میں سے کوئی ایک شخص بھی شرک  
میں ملوث نہیں ہوا۔

کیونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے !

” اِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ “

یعنی بے شک مشرک تو محض ناپاک ہیں۔

﴿سورة توبہ آیت ۲۸﴾

تو اس آیت کریمہ کے مطابق ضروری ہے کہ آپ کے آباؤ اجداد  
کرام میں سے کوئی بھی مشرک نہ ہو۔

یہ کلام مابلغظہ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ کا تھا۔

پس تیرے لئے اس امام کی امامت و جلالت ہی کافی ہے کیونکہ وہ  
اپنے زمانہ میں اہل سنت کے امام تھے اور بدعتیوں کا رد و بطلان کرنے پر قائم  
تھے اور اپنے زمانہ میں اشاعرہ کے مذہب کے ناصر اور مددگار تھے اور امور  
دینیہ کی تجدید و احیاء کے لئے چھٹی صدی کے مجدد اور عظیم عالم کی حیثیت سے  
مبعوث ہوئے تھے۔

سب سے افضل سب سے بہتر

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے جو مسلک اختیار کیا ہے میں اس کی

نُصرت کئی امور کی بناء پر کرتا ہوں ان میں سے ایک مستتب دلیل ہے جو دو  
مقدموں سے مرئب ہے۔

اول :- یہ کہ بے شک احادیث صحیحہ اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہر اصل اصول سیدنا حضرت آدم علیہ  
الصلوٰۃ والسلام سے لے کر آپ کے والدِ محترم سیدنا عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
تک اپنے اپنے زمانے میں تمام لوگوں سے بہتر اور افضل ہیں۔

## اہل توحید کی موجودگی

اور دوسرا یہ کہ وہ احادیث و آثار اس امر پر دلالت کرتے ہیں جن  
میں واضح طور پر آتا ہے کہ حضرت نُوح علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت آدم  
علیہ السلام کے زمانہ سے لے کر سرکارِ دو عالم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ  
وآلہ وسلم کی بعثتِ مبارکہ تک اور پھر آپ کے عہدِ مقدّس سے لے کر قیامِ  
قیامت تک زمین ایسے لوگوں سے خالی نہیں رہے گی جو دینِ فطرت پر قائم  
رہتے ہوئے توحید پرست اور اللہ تبارک و تعالیٰ کی عبادت کرنے والے  
ہوتے ہیں اور انہی کے دم سے زمین کی حفاظت کی جاتی ہے ان پر رحمتوں  
برکتوں کا نزول ہوتا ہے اور اگر وہ لوگ موجود نہ ہوں تو زمین اور جو کچھ اس  
میں ہے ہلاکت اور بربادی کا شکار ہو جائے۔

جب آپ ان دونوں مقدموں کو ملائیں گے تو ان سے یہ قطعی نتیجہ

برآمد ہوگا اور یہ امر قطعی طور پر ثابت ہو جائے گا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آباء الکرام میں سے کوئی ایک شخص بھی مشرک نہیں تھا اس لئے کہ یہ تحقیق سے ثابت ہے کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آباؤ اجداد کرام اپنے اپنے زمانہ کے لوگوں میں سب سے بہتر اور افضل تھے جب کہ ہر زمانہ کے لوگوں میں ان کے علاوہ دوسرے لوگوں کا فترت پر ہونا بھی ثابت ہے۔

پس اگر ہر زمانہ میں کچھ لوگ فترت پر تھے تو یہی تھے اور یہی ہمارا مدعا ہے اور اگر ان کے غیروں کو فترت پر قرار دیا جائے تو پھر یہ مشرک تھے تو یہاں دو باتوں میں سے ایک کا ہونا یقیناً لازم آئے گا۔

اول ! یہ کہ مشرک شخص مسلمان سے بہتر اور افضل ہے اور یہ بالاجماع باطل ہے۔

دوم ! یہ کہ اگر یہ کہا جائے کہ دوسرے لوگ حضور سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آباؤ اجدادہ الکرام سے بہتر تھے تو یہ احادیث صحیحہ کے مخالف ہونے کی وجہ سے مردود ہے تو لازم ہوا کہ آباء النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سے کوئی ایک شخص بھی مشرک نہیں تھا کیونکہ وہ اپنے اپنے زمانہ میں تمام اہل زمین سے بہتر تھے۔

## پہلے مقدمہ کے دلائل

### قرنابعدقرنابہترین زمانوں میں

﴿۱﴾ امام بخاریؒ بخاری شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ! کہ ہم بنی نوع انسان میں قرنابعدقرنابہترین زمانوں میں مبعوث ہوتے رہے حتیٰ کہ اس زمانہ میں ہماری بعثت ہوئی۔

### اچھے گروہ میں

﴿۲﴾ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ دلائل النبوت میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ،

جب بھی لوگ دو گروہوں میں تقسیم ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان دونوں میں سے اچھے گروہ میں مجھے رکھا ہے پس میں اپنے والدین سے پیدا ہوا تو مجھے عہد جاہلیت کی کسی چیز سے حصہ نہیں ملا۔

اور ہم نکاح سے پیدا ہوئے ہیں۔ سفاح سے نہیں چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر میرے والد مکرم اور والدہ معظمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما

تک اس نکاح کا اہتمام قائم رہا پس میں ذاتی طور پر بھی اور اپنے آباءِ الکرام کی وجہ سے بھی تم سب لوگوں سے بہتر ہوں۔

## اصلابِ طیبہ سے ارحامِ طاہرہ کی طرف

﴿۳﴾ حافظ ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ دلائل النبوت میں حضرت عبد اللہ

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے طریقہ سے روایت نقل فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ! کہ اللہ تبارک و تعالیٰ جلّ مجدہ الکریم ہمیشہ ہمیں اصلابِ طیبہ سے ارحامِ طاہرہ کی طرف مُصفا و مُہذب اور پاکیزہ صورت میں منتقل فرماتا رہا نیز ہر زمانے میں دو گروہ ہوتے اور اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے ہمیشہ بہتر گروہ مقرر فرما رکھا تھا۔

## بنو ہاشم کو پسند فرمایا

﴿۴﴾ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ مسلم

شریف اور ترمذی شریف میں صحت کے ساتھ حضرت وائلہ بن اسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ! کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اعظم شانہ و اتمُّ برہانہ نے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولادِ پاک سے حضرت اسماعیل ذبح اللہ علیہ السلام کا انتخاب فرمایا اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے ”بنی کنانہ“



کو منتخب فرمایا اور ”بنی کنانہ“ سے ”قریش“ کو چُنا اور ”قریش“ سے ”بنو ہاشم“ کو پسند فرمایا اور ہمیں بنو ہاشم سے منتخب فرمایا۔

## ہمیں پسند فرمایا

﴿۵﴾ حافظ ابو القاسم حمزہ بن یوسف السہمی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل میں حضرت وائلہ بن اسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیان فرمودہ اس حدیث کو ان لفظوں سے نقل فرمایا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد سے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو چُنا اور انہیں خلعتِ خلت سے سرفراز فرمایا اور پھر اولادِ ابراہیم سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو پسند کیا پھر ان کی اولاد سے نزار اور مُضر کو منتخب کیا پھر اولادِ مُضر سے کنانہ کا انتخاب عمل میں لایا گیا اور پھر کنانہ کی اولاد سے قریش کو منتخب فرمایا اور پھر قریش سے بنو ہاشم کو پسند کیا اور پھر بنو ہاشم سے بنو عبد المطلب کو منتخب فرمایا اور پھر بنو عبد المطلب سے ہمیں پسند فرمایا۔

## سب سے بہتر بنو عبد المطلب

﴿۶﴾ علامہ محبت طبری ذخائر العقبیٰ میں اور امام ابن سعد طبقات ابن سعد میں حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ!

تمام عرب میں سے بہتر مُضر ہیں اور اولادِ مُضر میں سب سے بہتر بنو عبد مناف ہیں اور بنو عبد مناف میں سب سے بہتر بنو ہاشم ہیں اور بنو ہاشم میں سب سے بہتر بنو عبد المطلب ہیں۔

خُداتعالیٰ کی قسم حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق سے لے کر جب بھی بنی آدم دو گروہوں میں تقسیم ہوئے ہیں ان میں سے بہتر گروہ میں ہوتا تھا۔

## بہتر سے بہتر کی طرف

﴿۷﴾ امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ، حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا! کہ جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا تو تمام مخلوق میں سے بنو آدم کو پسند فرمایا اور تمام بنو آدم سے بنو ہاشم کو چن لیا چنانچہ ہم بہتر سے بہتر کی طرف مُنتقل ہوتے رہے۔

## سب سے بہتر مخلوق بہتر گھرانہ

﴿۸﴾ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ ترمذی شریف میں حسن حدیث کی صورت میں اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ دلائل النبوت میں حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا! کہ خدا نے مخلوق بنائی تو ہمیں سب سے بہتر مخلوق میں سے بنایا پھر جب اُس نے نفوس کو بنایا تو مجھے ان میں سے نفس کے لحاظ سے بہتر بنایا پھر جب اُس نے گھرانے بنائے تو مجھے ان میں سے بہتر گھرانے والا بنایا۔

ان سب سے گھرانے اور اپنی ذات کے لحاظ سے بہتر ہوں۔

## بہترین قبیلہ بہترین گھر

﴿۹﴾ امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے خلقت کو دو قسموں میں تقسیم فرمایا اور ہمارے لئے بہترین قسم کو پسند فرمایا پھر اس قسم کی تین قسمیں بنائیں تو ان میں سے بھی بہتر قسم ہمارے لئے مخصوص کی اور پھر اس ایک قسم سے تین قبیلے مقرر فرمائے تو ہمارے لئے بہترین قبیلہ منتخب کیا اور پھر اس قبیلہ میں سے گھروں کا انتخاب کیا تو ہمارے لئے بہترین گھر پسند کیا۔

## حضور کی غضبناکی

﴿۱۰﴾ ابو علی بن شاذان رحمۃ اللہ علیہ کی نقل کردہ یہ روایت مسند

بزار میں ہے اور علامہ محبت طبری رحمۃ اللہ علیہ نے اسے ذخائر العقبیٰ میں بیان کیا ہے کہ حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ قریش کے کچھ لوگ میری پھوپھی جان سیدہ صفیہ بنت عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور اپنی جاہلیت کے زمانہ کا تقاضا بیان کرنے لگے۔

ان کے جواب میں سیدہ صفیہ بنت عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ارشاد فرمایا! کہ ہم میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں آپ کا یہ ارشاد سنا تو اہل قریش نے کہا کہ تم درخت اگاتی ہو کھجور یا درخت کوڑا کرکٹ میں اگ آتا ہے۔

جناب سیدہ صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے قریش کے اس طعن کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں کیا تو آپ غضب ناک ہو گئے اور حضرت بلال کو حکم فرمایا کہ لوگوں میں منادی کر دو چنانچہ لوگ جمع ہو گئے۔ تو آپ نے منبر شریف پر کھڑے ہو کر فرمایا اے لوگو! میں کون ہوں؟

لوگوں نے کہا! کہ آپ اللہ کے رسول ہیں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ نے فرمایا! میرا نسب بیان کرو۔

لوگوں نے عرض کیا! محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب صلی اللہ علیہ و علیٰ آلبیہ وجدہ وبارک وسلم،

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! کہ اُن لوگوں کا کیا حال ہوگا جو میرے اصل کو فروتر بیان کرتے ہیں،  
خُدا کی قسم! میں اصل کے لحاظ سے بھی ان سے افضل ہوں اور  
مقام کے لحاظ سے بھی ان سے بہتر ہوں۔

## عیب لگانے والوں کو جواب

﴿۱۱﴾ امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ ربیعہ بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
سے روایت نقل فرماتے ہیں کہ،

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خبر پہنچی کہ کچھ لوگ آپ پر  
عیب لگاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ محمد ﷺ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مثال تو اس  
کھجور کی سی ہے جو کوڑا کرکٹ میں اُگ آتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ جملہ سنا تو غضب ناک ہو کر  
فرمایا کہ جب اللہ تبارک و تعالیٰ نے مخلوق کو تخلیق فرمایا تو اس کے دو گروہ  
بنائے اور میرے لئے ان دونوں میں سے بہترین گروہ مقرر فرمایا پھر اللہ  
تبارک و تعالیٰ نے قبائل بنائے تو میرے لئے بہترین قبیلہ مقرر فرمایا اور پھر  
حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں تم سے قبیلے کے لحاظ  
سے بھی بہترین اور گھر کے لحاظ سے بھی بہتر ہوں۔

## جبریل کی گواہی

﴿۱۲﴾ امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے ”اوسط“ میں اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ”دلائل النبوت“ میں اُمّ المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جبریل نے ہماری خدمت میں ہمارے ہی متعلق عرض کیا کہ میں نے زمین کے مشرقوں اور مغربوں کو چھان مارا مگر کسی ایک شخص کو بھی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے افضل نہیں پایا اور نہ ہی کسی باپ کے بیٹوں کو بنو ہاشم سے افضل دیکھا ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ اپنی کتاب ”امالی“ میں فرماتے ہیں کہ اس عبارت کے صفحات پر صحت کی علامات واضح ہیں اور یہ بات سب کو معلوم ہی ہے کہ برتری پسندیدگی اور برگزیدگی منجانب اللہ ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں شرک کے ساتھ افضلیت حاصل نہیں ہو سکتی۔

# دوسرے مُقَدِّمہ کے دلائل

## ہر زمانہ میں سات مُسلمان

﴿۱﴾ علامہ عبدالرزاق مُصنّف عبدالرزاق میں معمر ابن جریج اور ابن مسیب سے روایت نقل کرتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا کہ ہر زمانے میں زمین پر سات بلند مرتبہ مُسلمان ضرور ہوتے ہیں۔ اگر وہ نہ ہوں تو زمین اور جو کچھ زمین کے اُوپر ہے سب تباہ و برباد ہو جائے اس حدیث کی اسناد شیخین کی شرط پر صحیح ہیں اور اس قسم کی بات اپنی جانب سے نہیں کہی جاسکتی پس یہ حدیث مرفوع کے حکم میں ہے۔

## ابراہیم کے زمانہ کی تخصیص

﴿۲﴾ علامہ ابن منذر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں علامہ دبری رحمۃ اللہ علیہ اور امام عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ سے یہی روایت نقل کی ہے اور امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ اپنی تالیف تفسیر ابن جریر میں ان لوگوں کے متعلق روایت بیان کرتے ہیں کہ شہر بن حوشب نے فرمایا کہ یہ زمین ہرگز باقی نہ رہتی زمین میں ہمیشہ چودہ ایسے اشخاص موجود رہتے ہیں جن کی وجہ سے اللہ

تبارک و تعالیٰ اہل زمین سے مصیبتوں کو دور رکھتا ہے اور ان کے لئے برکتیں پیدا فرماتا ہے۔

مگر ان کے لئے حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام کے زمانہ کی تخصیص ہے کیونکہ ایک وقت ایسا تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے علاوہ دوسرا کوئی مسلمان زمین پر موجود نہیں تھا۔

## زمین اللہ والوں سے خالی نہیں رہتی

﴿۳۳﴾ ابن منذر اپنی تفسیر میں ارشاد خداوندی،

قُلْنَا اهْبِطُوا مِنْهَا جَمِيعًا فَاِمَّا يَأْتِيَنَّكُمْ مِنِّي هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ .

ترجمہ! ہم نے فرمایا تم سب جنت سے اتر جاؤ پھر اگر تمہارے پاس ہماری طرف سے ہدایت آئے تو جو ہدایت کا پیرو ہو۔

﴿سورة البقرہ آیت ۳۸﴾

کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ زمین پر ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے ولی رہتے ہیں جب سے اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت آدم علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو زمین پر اتارا ہے اللہ تبارک و تعالیٰ نے ابلیس کے لئے زمین کو خالی نہیں چھوڑا بلکہ اس پر ہمیشہ اپنے ولیوں کو بھی رکھا جو جانتے ہیں اور اللہ



تبارک و تعالیٰ کی طاعت کرتے ہیں۔

## اللہ کے ولی موجود رہیں گے

﴿۴﴾ حافظ الحدیث علامہ ابو عمر ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ ابن قاسم سے اور وہ مالک بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ فرمان پہنچا ہے کہ جب تک زمین میں شیطان کے ولی رہیں گے اُس وقت تک ہمیشہ خدا تعالیٰ کے ولی بھی زمین پر رہیں گے۔

## اہل زمین کے لئے امان

﴿۵﴾ امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی تصنیف ”کتاب الزہد“ میں اور علامہ خلال اپنی کتاب کرامات اولیاء میں بخاری مسلم کی شرطوں پر صحیح سند کے ساتھ روایت نقل کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کے بعد زمین کو کبھی خالی نہیں چھوڑا اور ہر زمانہ میں اللہ تبارک و تعالیٰ کے سات ایسے خاص بندے ضرور موجود رہتے ہیں جن کی وجہ سے اللہ تبارک و تعالیٰ اہل زمین پر آنے والی مصیبتوں کو دور فرماتا ہے یہ حدیث بھی مرفوع کے حکم میں ہے۔

## اہل اللہ باعثِ برکت ہیں

﴿۶﴾ علامہ ارزقی تاریخ مکہ میں روایت نقل کرتے ہیں کہ زہیر بن محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ زمین پر ہمیشہ سات یا اس سے زیادہ مسلمان موجود رہتے ہیں کہ اگر وہ نہ ہوں تو زمین اور اس پر جو کچھ بھی ہے ہلاک اور برباد ہو جائے۔

## اہل اللہ کی وجہ سے عذابِ دُور

﴿۷﴾ امام احمد بن حنبل حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ حضرت نُوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد زمین پر ہمیشہ چودہ ایسے اشخاص ضرور موجود رہتے ہیں جن کی وجہ سے اللہ تبارک و تعالیٰ اہل زمین سے عذابِ دور کر دیتا ہے۔

## اہل زمین کی محافظت

﴿۸﴾ علامہ خلال اپنی تالیف ”کرامات اولیاء“ میں روایت کرتے ہیں کہ حضرت زاذان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نُوح علیہ السلام کے بعد ایسے بارہ اشخاص سے زمین کبھی خالی نہیں رہی جن کی وجہ سے اللہ تبارک و تعالیٰ اہل زمین کو بچائے رکھتا ہے۔

”رَبِّ اجْعَلْنِي مُقِيمَ الصَّلَاةِ وَمِنْ

ذُرِّيَّتِي“

﴿سورة ابراہیم آیت ۴۰﴾

کی تفسیر کرتے ہوئے صحیح سند کے ساتھ ابن جریج کی روایت نقل کرتے ہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ذُرِّيَّت میں سے کچھ لوگ ہمیشہ دینِ فطرت پر رہتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں ان تینوں احادیث میں من بعد نوح یعنی نوح علیہ السلام کے بعد کے زمانہ کی قید لگائی ہے اس لئے کہ حضرت نوح علیہ السلام سے پہلے سب لوگ ہدایت پر تھے۔

وہ لوگ ایک اُمت تھے

﴿۱۰﴾ حضرت بزار مُسند بزار میں اور امام ابن جریر ابن منذر ابن

ابی حاتم رحمہما اللہ تعالیٰ اپنی اپنی تفسیر میں اور امام حاکم اپنی تالیف المُستدرک میں صحت کے ساتھ روایت نقل کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی

اللہ تعالیٰ عنہما نے اللہ تبارک و تعالیٰ کے ارشادِ گرامی!

”كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً.“

یعنی وہ لوگ ایک اُمت تھے۔

﴿سورة البقرہ آیت ۲۱۳﴾

کی تفسیر میں ارشاد فرمایا کہ حضرت آدم اور حضرت نوح علیٰ نبینا و علیہما

السلام کے درمیان ایک ہزار سال کا عرصہ ہے اور ان دس صدیوں میں تمام لوگ اللہ تبارک و تعالیٰ کے بتائے ہوئے راستہ پر گامزن رہے اور پھر جب لوگوں میں اختلاف پیدا ہو گیا تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے انبیاء کرام کو مبعوث فرمایا اور ایسے ہی حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قرأت میں ہے کہ لوگ ایک اُمت تھے پھر ان میں اختلاف پیدا ہو گئے۔

## حضرت نوح پہلے رسول ہیں

﴿۱۱﴾ ابو یعلیٰ، طبرانی، ابن ابی حاتم صحیح سند کے ساتھ ”كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً.“ کی تفسیر میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول نقل فرماتے ہیں کہ وہ تمام لوگ اسلام پر تھے۔

ابن ابی حاتم آیت کریمہ ”كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً.“ کی تفسیر میں حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام کے درمیان دس صدیوں کا وقفہ ہے اور وہ سب لوگ راہ ہدایت پر تھے اور شریعتِ حقہ پر تھے پھر ان میں اس کے بعد اختلاف پیدا ہو گئے تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو مبعوث فرمایا اور آپ پہلے رسول ہیں جنہیں اللہ تبارک و تعالیٰ نے اہل زمین کی طرف بھیجا۔

## حضور کے آباؤ اجداد اسلام پر تھے

﴿۱۲﴾ علامہ ابن سعد طبقات ابن سعد میں دوسری وجہ سے حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت بیان فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ حضرت نُوح اور حضرت آدم علیہم السلام کے درمیانی عرصہ میں ہمارے آباؤ اجداد میں سے تمام لوگ اسلام پر تھے۔

”التزئیل“ میں حضرت نوح علیہ السلام کی دعا۔

رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدِيْ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيْ  
مُؤْمِنًا الْآيَةَ.

﴿سورة نوح آیت ۲۸﴾

کی تفسیر میں لکھا ہے کہ حضرت نُوح علیہ السلام کے بیٹے حضرت سام علیہ السلام بالا جماع مومن ہیں اور اس پر نص یہ ہے کہ آپ اپنے والد گرامی حضرت نُوح علیہ السلام کے ساتھ نجات پانے والوں میں تھے اور سفینہ نُوح پر بیٹھ کر نجات حاصل کرنے والوں میں سوائے مومنوں کے اور کوئی نہ تھا۔

اور قرآن کریم میں ہے کہ !

”وجعلنا ذریتہ ہم الباقین“

”اور ہم نے اس کی ذریت کو باقی رہنے والوں میں

رکھا۔“ (سُورَةُ الصَّافَاتِ آيَات ۷۷)

بلکہ ایک اثر میں آیا ہے کہ سام بن نُوح نبی تھے اور اس اثر کو ابن عبد  
الحکم نے تاریخ مصر میں بیان کیا ہے۔

علامہ ابن سعد نے طبقات میں زبیر بن بکار نے الموفقیات میں اور  
ابن عساکر نے تاریخ ابن عساکر میں جناب کلبی سے روایت کی ہے کہ  
حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں حضرت نُوح علیہ  
السلام کے بیٹے حضرت سام کے صاحبزادے حضرت ارفحشد کا اسلام  
صراحت کے ساتھ ثابت ہے۔

ابن عبدالحکم تاریخ مصر میں رقمطراز ہیں کہ حضرت ارفحشد نے اپنے  
دادا حضرت نُوح علیہ السلام کی زیارت کی تھی اور جناب نُوح علیہ السلام نے  
اُن کے لئے اللہ تبارک و تعالیٰ سے دُعا کی تھی کہ!

اللہ تعالیٰ ان کی اولاد میں بادشاہت اور نبوت کو جاری فرمائے اور  
تاریخ کی پیدائش ارفحشد کے ہاں ہوئی ایک اثر میں ان کے مومن ہونے کی  
تصریح بیان کی گئی ہے۔

اور ابن سعد نے سفیان بن سعید ثوری کے طریق سے ان کے باپ  
سے اور اُنکے باپ نے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ حضرت  
آدم اور حضرت نُوح علیہما السلام کے درمیانی دس صدیوں میں سب لوگ  
اسلام پر قائم تھے اور قرآن پاک میں حضرت نُوح علیہ السلام کی طرف سے

یہ دعایان کی گئی ہے۔

ابن سعد طبقات میں کلبی کے طریق سے ابی صالح کی یہ روایت نقل کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ارشاد فرمایا کہ جب حضرت نوح علیہ السلام سفینہ سے اترے تو ایک قریہ میں تشریف لے گئے اور وہاں کشتی سے اترنے والے ہر شخص کے لئے الگ الگ گھر بنایا اور اس قریہ کا نام سوق الثمانین یعنی اسی 80 بازار رکھا اور بنو قاتیل تمام غرق ہو گئے تھے چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام سے لے کر حضرت آدم علیہ السلام تک سب آباؤ اجداد اسلام پر تھے۔

پھر جب سوق الثمانین بستی تنگ ہو گئی تو ان لوگوں نے بابل شہر کی بنیاد ڈالی اور پھر ان کی تعداد مسلسل بڑھنے لگی حتیٰ کہ ان کی تعداد ایک لاکھ تک پہنچ گئی اور وہ سب اسلام پر تھے اور بابل میں رہائش پذیر تھے کہ نمرود بن کوش بن کنعان بن حام بن نوح ان کا بادشاہ بن گیا اور اس نے انہیں حکم دیا کہ وہ بتوں کی پرستش کریں چنانچہ وہ لوگ بت پوجنے لگے یہ الفاظ اس اثر کے ہیں چنانچہ ان جمیع آثار و اخبار سے واضح ہو جاتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام آباؤ اجداد کرام نمرود کے زمانہ تک قطعی اور یقینی طور پر مومن تھے اور نمرود ہی کے زمانہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آزر تھے تو اگر آزر کو حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام کا والد تسلیم کیا جائے تو وہ سلسلہ نسب سے مستثنیٰ ہوگا اور اگر وہ چچا تھا تو پھر بغیر استثناء کے ہے۔

## آزر حضرت ابراہیم کا چچا تھا

اور یہ قول کہ یعنی آزر سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا باپ نہیں سلف صالحین کی ایک جماعت سے روایت ہے۔

ابن ابی حاتم اپنی تفسیر میں ضعیف سند کے ساتھ آیت کریمہ واذ قال ابراہیم لابیہ آزر کے تحت روایت بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ارشاد فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام ہرگز آزر نہیں تھا بلکہ ان کا نام تارح تھا۔

ابو بکر ابن ابی شیبہ ابن المنذر ابن ابی حاتم بعض صحیح طریقوں سے روایت نقل کرتے ہیں کہ حضرت مجاہد نے فرمایا آزر حضرت ابراہیم کا باپ نہیں تھا۔

علامہ ابن منذر اپنی تفسیر میں آیت کریمہ وَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ لِاٰبِیْہٖ اٰزَرَ ﴿سورۃ الانعام آیت ۷۴﴾ کے تحت صحیح سند کے ساتھ حضرت ابن جریج کی روایت نقل کرتے ہیں۔

## حضرت ابراہیم کا سلسلہ نسب

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام ہرگز آزر نہیں تھا بلکہ ان کا نام تیرح یا تارح تھا یعنی ابراہیم بن تارح بن شاروخ بن ناحور بن فارح



آپ کا سلسلہ نسب ہے۔

ابن ابی حاتم صحیح سند کے ساتھ روایت بیان کرتے ہیں کہ حضرت سدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا گیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام آزر ہے آپ نے فرمایا نہیں بلکہ ان کا نام تارح ہے اور آپ نے لغت کی رو سے بتایا کہ عربوں کے ہاں اب کے لفظ کا عم پر اطلاق کرنا ایک شائع متعارف بات ہے اگرچہ یہ اطلاق بطور مجازی کیا جاتا ہے۔

خدا تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

أَمْ كُنْتُمْ شُهَدَاءَ إِذْ حَضَرَ يَعْقُوبَ الْمَوْتَ  
إِذْ قَالَ لِبَنِيهِ مَا تَعْبُدُونَ مِن بَعْدِي قَالُوا نَعْبُدُ  
الْهَكَ وَالِاهَ آبَائِكَ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ  
وَإِسْحَاقَ إِلَهِائِهِمْ وَاجْتَدَدُوا لَكَ

بلکہ تم میں خود موجود تھے جب یعقوب کو موت آئی  
جبکہ اس نے اپنے بیٹوں سے فرمایا! میرے بعد کس  
پوجا کرو گے؟

بولے! ہم پوجیں گے اُسے جو خدا ہے آپ کا  
اور آپ کے آباء ابراہیم و اسمعیل و اسحاق کا ایک خدا۔

﴿البقرہ آیت ۱۳۳﴾

اس آیت میں لفظ اَب کا اطلاق حضرت اسماعیل علیہ السلام کے چچا

تھے اور یہاں لفظ اَب کا اطلاق حضرت ابراہیم علیہ السلام پر بھی ہوا ہے  
حالانکہ وہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے دادا ہیں۔

ابن ابی حاتم حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے  
روایت نقل کرتے ہیں۔

کہ آپ فرماتے تھے ”الْجَدُّ اَبٌ“ یعنی دادا بھی باپ ہی ہے اور  
یہ آیت تلاوت فرماتے۔

” قَالُوا نَعْبُدُ اِلَهَكَ وَ اِلَهَ اَبَائِكَ “

بولے ! ہم پوجیں گے اُسے جو خدا ہے آپ کا

اور آپ کے آباء کا۔

ابن ابی حاتم مزید ابی عالیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ قول نقل کرتے ہیں  
کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ” وَ اِلَهَ اَبَائِكَ اِبْرَاهِيْمَ وَ اِسْمَاعِيْلَ “ تو  
یہاں چچا کو باپ کے نام سے موسوم کیا گیا ہے اور محمد بن کعب القرظی کا زیر  
آیت یہ قول مزید نقل فرمایا کہ ماموں بھی باپ ہے اور چچا بھی باپ ہے اور  
اس کی تزئین اس روایت سے ہوتی ہے جسے ابن المنذر نے اپنی تفسیر میں صحیح  
سند کے ساتھ سلیمان بن صرد سے بیان کیا۔

آزر کے لئے مغفرت چھوڑ دی

اور اس بارے میں یہ اقوال سلف صحابہ کرام اور تابعین عظام کے

ہیں علاوہ ازیں اس حدیث سے بھی یہی مترشح ہوتا ہے جسے ابن المنذر نے صحیح سند کے ساتھ سلیمان بن صرد سے اپنی تفسیر میں روایت کیا ہے کہ جب نمرودیوں نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالنے کا ارادہ کیا تو انہوں نے ایندھن جمع کرنا شروع کر دیا یہاں تک کہ ایک بوڑھی عورت بھی لکڑیاں جمع کر رہی تھی۔

پس جب وہ لوگ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آگ میں داخل کرنے لگے تو آپ نے فرمایا !

”حَسْبِيَ اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ“

”مجھے اللہ کافی ہے اور وہی کارساز ہے“

اور جب آپ کو آگ میں ڈال دیا تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے ارشاد

فرمایا۔

”يَا نَارُ كُونِي بَرْدًا وَسَلَامًا عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ .“

یعنی ”اے آگ ابراہیم پر سلامتی کے ساتھ ٹھنڈی

ہو جا۔“

﴿سورة الانبياء آیت ۶۹﴾

پس حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چچا آزر نے کہا کہ مجھے اس سے

دور لے جاؤ تو اللہ تعالیٰ نے اس آگ میں سے ایک شرارہ بھیجا جو اس کے

پاؤں پر گرا اور اس کو جلا دیا اس حدیث میں یقیناً اس امر کی تصریح موجود ہے

کہ آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا چچا تھا۔

## آزر اسی آگ سے ہلاک ہوا

اور اس میں دوسرا فائدہ یہ ہے کہ آزر ان دنوں ہلاک ہوا جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تھا اور بیشک اللہ سبحانہ نے قرآن مجید میں یہ خبر دی ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ظاہر ہو گیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے تو آپ نے اسی وقت اُس کے لئے استغفار طلب کرنا چھوڑ دیا اور آثار و احادیث میں آیا ہے کہ جب آپ پر ظاہر ہو گیا کہ آزر شرک کی موت مرا ہے تو آپ نے اس کے بعد کبھی اُس کے لئے مغفرت طلب نہیں کی۔

ابن ابی حاتم نے صحیح سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے چچا کے مرنے تک اس کے لئے استغفار طلب کرتے رہے اور جب وہ مر گیا اور آپ پر ظاہر ہو گیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے تو آپ نے اس کے لئے مغفرت نہیں مانگی۔

## اپنے والدین کے لئے مغفرت مانگتے رہے

ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے دوسری روایت محمد بن کعب رحمۃ اللہ

علیہ اور قتادہ رحمۃ اللہ علیہ اور مجاہد رحمۃ اللہ علیہ اور حسن رحمۃ اللہ علیہ وغیر ہم سے نقل کی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام آزر کی موت تک اس کے لئے پُر امید تھے پس جب وہ شرک پر مر گیا تو آپ نے اس سے اظہارِ بریت کر دیا پھر آگ کے واقعہ کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام شام کی طرف ہجرت کر گئے جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن مجید میں یہ نص بیان فرمائی ہے پھر کچھ عرصہ بعد آپ شام سے ہجرت کر کے مصر میں تشریف لے گئے اور حضرت سارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وجہ سے وہاں کے جابر بادشاہ سے ملے تو اُس نے حضرت سارہ کے خدمت کے لئے حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بطور کنیز پیش کیا پھر آپ وہاں سے شام کی طرف لوٹ آئے پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دیا کہ ہاجرہ اور اُس کے بیٹے اسماعیل علیہ السلام کو مکہ معظمہ کی طرف لے جاؤ تو آپ دونوں کو لے کر مکہ معظمہ زاد اللہ شرفہا میں آگئے اور اللہ کے تعالیٰ کے حضور میں یہ دعا کی۔

رَبَّنَا إِنِّي أَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِي بُوَادٍ غَيْرِ ذِي  
 زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيمُوا  
 الصَّلَاةَ فَاجْعَلْ أَفْنِدَةً مِنَ النَّاسِ تَهْوِي إِلَيْهِمْ  
 وَارْزُقْهُمْ مِنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُونَ. رَبَّنَا  
 إِنَّكَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِي وَمَا نُعْلِنُ وَمَا يَخْفَى  
 عَلَى اللَّهِ مِنْ شَيْءٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي

السَّمَاءِ. الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي وَهَبَ لِي عَلَى  
 الْكِبَرِ إِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ إِنَّ رَبِّي لَسَمِيعُ  
 الدُّعَاءِ. رَبِّ اجْعَلْنِي مُقِيمَ الصَّلَاةِ وَمِنْ  
 ذُرِّيَّتِي رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَاءَ. رَبَّنَا اغْفِرْ لِي  
 وَالْوَالِدَيْنِ وَاللْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ يَقُومُ الْحِسَابُ .

ترجمہ! اے میرے رب میں نے اپنی کچھ اولاد ایک  
 نالے میں بسائی جس میں کھیتی نہیں ہوتی تیرے  
 حرمت والے گھر کے پاس اے رب ہمارے اس  
 لئے کہ وہ نماز قائم رکھیں تو تو لوگوں کے کچھ دل ان کی  
 طرف مائل کر دے اور انہیں کچھ پھل کھانے کو دے  
 شاید وہ احسان مانیں اے رب ہمارے تو جانتا ہے تو  
 جو ہم چھپاتے ہیں اور جو ظاہر کرتے ہیں اور اللہ پر کچھ  
 چھپا نہیں زمین میں اور نہ آسمان میں سب خوبیاں اللہ  
 کو جس نے مجھے بڑھاپے میں اسمعیل اور اسحاق دیئے  
 بیشک میرا رب دعا سننے والا ہے اے میرے رب مجھے  
 نماز کا قائم کرنے والا رکھ اور کچھ میری اولاد کو۔

اے رب ہمارے اور میری دعا سن لے۔

اے رب ہمارے مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ

کو اور سب مسلمانوں کو جس دن حساب قائم ہوگا۔

﴿سورة ابراہیم آیت ۳۷-۳۱﴾

پس حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے چچا آزر کی ہلاکت کے طویل عرصہ بعد ان آیات میں اپنے والدین کے لئے مغفرت طلب کی ہے تو اس سے یہ استنباط ہوتا ہے کہ قرآن مجید میں جس کے کفر اور اس کی مغفرت سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اظہار بریت کا ذکر ہے وہ آپ کا چچا ہے حقیقی باپ نہیں پس اللہ تعالیٰ کے لئے تعریف ہے اوپر اس کے جو دل میں ڈالتا ہے۔

## مکہ معظمہ میں کب آئے

علامہ ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ طبقات میں کلبی سے روایت کرتے ہیں فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب بابل سے شام کی طرف ہجرت فرمائی تو اس وقت آپ کی عمر مبارک ستیس سال تھی پس آپ حران میں تشریف لائے اور وہاں ایک زمانہ تک قیام فرمایا پھر آپ اردن میں آگئے اور وہاں بھی ایک مدت تک قیام پذیر رہے پھر آپ مصر کو چلے گئے اور وہاں پر بھی ایک عرصہ گزارا اور پھر وہاں سے واپس شام کی طرف لوٹ آئے اور ایلیا و فلسطین کے مابین ”اسح ارضا“ کے مقام پر اترے پھر وہاں کے بعد شہریوں نے آپ کو تکلیف پہنچائی تو آپ ان سے رخ پھیر کر رملہ اور ایلیاء کے

درمیان ایک مقام پر ٹھہرے اور ابن سعد نے واقدی سے روایت کی ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہاں حضرت اسماعیل علیہ السلام پیدا ہوئے تو اُس وقت آپ کی عمر مبارک نوے سال تھی پس ان ہردو آثارِ حدیث سے پتہ چلا جاتا ہے کہ آگ کے واقعہ کے بعد بابل سے ہجرت کرنے اور مکہ معظمہ میں اپنے والدین کے لئے دُعائے مغفرت کرنے کے درمیان پچاس سال سے بھی زیادہ مدت کا فاصلہ ہے۔

### اولادِ ابراہیم کا عقیدہ

”اتمام“ پھر حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کی اولاد میں سے توحید پر ہمیشہ قائم رہے چنانچہ علا شہرستانی ”المبلل والنخل“ میں فرماتے ہیں کہ دین ابراہیم قائم تھا اور توحید صدرِ عرب میں ظاہر اور مشہور تھی اور سب سے پہلے توحید کے علاوہ اصنام پرستی شروع کرنے والا عمرو بن لُحی ہے۔

میں کہتا ہوں یقیناً یہ حدیث صحیح ہے بخاری اور مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے عمرو بن عامر الخزاعی کو دیکھا وہ آگ میں اپنی آنتیں گھیٹ رہا ہے اور وہ سب پہلے سوائب کو مقرر کرنے والا تھا۔



## دینِ ابراہیمی کا پہلا مخالف

اور امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی مُسند میں حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت نقل کی ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا سب سے پہلے سب السوائب اور بچوں کی پرستش شروع کرنے والا ابو خزاعہ عمرو بن عامر ہے اور میں نے اسے دیکھا کہ وہ آگ میں اپنی آنتیں کھینچ رہا ہے۔

ابن اسحاق نے اور ابن جریر نے اپنی تفسیر میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے عمرو بن لُحی بن قمعہ بن خندف کو دیکھا وہ جہنم کی آگ کے ساتھ اپنی آنتیں گھیٹ رہا ہے۔

اور یہ وہ پہلا شخص ہے جو دینِ ابراہیم پر نہ تھا اور ابن اسحاق کی روایت میں ہے وہ پہلا آدمی ہے جو دینِ اسمعیل کے علاوہ دوسرے دین پر تھا یہی وہ پہلا شخص تھا جس نے اوٹان کو نصب کیا اور جانوروں میں بکیرہ سائبہ وصیلہ اور حام مقرر کئے۔

اور اس کے لئے دوسرے طریق پر بزار نے اپنی مُسند میں صحیح سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت اسماعیل علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد لوگ اسلام پر تھے اور شیطان

لوگوں کو بدعات کی طرف لا کر اسلام سے نکالنے لگا حتیٰ کہ ان پر تلبیہ میں  
نئے الفاظ داخل کر کے یوں بنا دیا۔

لیک اللهم لیک لا شریک  
لک الا شریک ہو لک تملکہ و ما  
ملک .

یعنی حاضر ہوں ہا اللہ حاضر ہوں حاضر ہوں  
تیرا کوئی شریک نہیں مگر وہ تیرا شریک ہے جسے تُو نے  
ملکیت دی۔

کہا کہ شیطان نے یہ مہم جاری رکھی یہاں تک کہ انہیں اسلام سے  
نکال کر شرک کی طرف لے آیا۔

امام سہیلی روض الالف میں بیان کرتے ہیں کہ عمرو بن لُحی کا وہ زمانہ  
ہے جب خزاعہ نے بیت اللہ شریف پر غلبہ حاصل کیا وہ عربوں کے لئے  
بدعات کو جنم دیتا مگر بدعت کو شرع سے اخذ کرتا وہ لوگوں کے لئے کھانا تیار  
کر کے حج کے دنوں میں ان کی دعوت کرتا۔

اور ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ عمرو بن لُحی نے سب سے پہلے حرم  
میں بت داخل کئے اور لوگوں کو ان کی عبادت پر ابھارا اور حضرت ابراہیم کے  
زمانہ میں تلبیہ اس طرح تھا۔

لیک اللهم لیک لا شریک لک لیک

یہاں تک کہ عمرو بن لُحی لوگوں کے درمیان تلبیہ پڑھ رہا تھا کہ  
شیطان نے ایک بوڑھے کی صورت میں عمرو بن لُحی کے ساتھ یہ تلبیہ پڑھنا  
شروع کر دیا تو عمرو بن لُحی نے کہا !

### لیک لا شریک لک

یعنی میں حاضر ہوں تیرا کوئی شریک نہیں۔

شیطان نے بوڑھے کے روپ میں کہا کہ الا شریک مگر وہ تیرا  
شریک ہے عمرو بن لُحی نے اس جملے کا انکار کرتے ہوئے پوچھا وہ کون ہے جو  
اُس کا شریک ہے؟

شیطان نے کہا !

### قل تملکہ وما ملک

یعنی کہو وہ تیرا شریک ہے جس کو تو نے ملکیت دی۔

اس بات میں کوئی حرج نہیں چنانچہ عمرو نے ایسا ہی کہنا شروع کر دیا  
اور عرب اس کے ساتھ ہو گئے انہی۔

حافظ عماد الدین ابن کثیر اپنی تاریخ میں فرماتے ہیں کہ تمام عرب  
حضرت ابراہیم دین پر تھے یہاں تک کہ عمرو بن عامر الخزاعی مکہ کا متولی ہوا تو  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اجداد کرام کے ہاتھوں سے بیت اللہ کی  
تولیت نکل گئی پس عمرو مذکور نے بتوں کی پرستش جاری کر دی اور عرب کے  
لئے سوائب وغیرہم مقرر کر کے گمراہی کی شریعت بنائی اور تلبیہ میں لیک

لا شریک کے بعد الا شریکاً ہو لک تملکہ وما ملک کے الفاظ زائد کئے پس یہ وہ پہلا شخص ہے جس نے یہ کہا اور اس کے لئے عرب شرک پر کھڑے ہوئے پس اُن کی قوم نُوح اور تمام پہلی اُمتوں سے مشابہت ہے اور ان میں سے اس دین پر تھے اور بقایا دین ابراہیم پر تھے اور خزاعہ کی تولیت کعبہ کی مدت تین سو سال ہے اور انکی یہ منحوس ولایت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جد امجد حضرت قصی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آمد تک ہے ایک نے ان سے جنگ کی اور عربوں نے اُن کے ساتھ لڑائی میں آپ کی مدد کی اور آپ نے اُن کی تولیت کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا مگر اس کے بعد عرب ان بدعات سے واپس نہ آئے جو اُن کے لئے عمرو الخزاعی نے بتوں کی پوجا وغیرہ کی صورت میں جاری کی تھیں۔

پس ثابت ہوا کہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آباؤ اجداد حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ سے لے کر عمرو بن لُحی مذکور کے زمانہ تک تمام کے تمام یقیناً مومنین ہیں۔

## کلمہ توحید باقی رہا

دوسرا امر جو اس مسلک کی امداد کرتا ہے وہ آیات و آثار ہیں جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد اور اس کے پیچھے آنے والوں کے لئے وارد ہوئے ہیں چنانچہ پہلی آیت جو اس امر کی صراحت کرتی ہے اللہ تعالیٰ کا

یہ قول ہے۔

وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ إِنَّنِي بَرَاءٌ مِّمَّا  
تَعْبُدُونَ. إِلَّا الَّذِي فَطَرَنِي فَإِنَّهُ سَيَهْدِينِ.

وَجَعَلَهَا كَلِمَةً بَاقِيَةً فِي عَقِبِهِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ

ترجمہ! اور جب کہا ابراہیم نے اپنے باپ ”چچا“ کو

اور اس کی قوم کو کہ میں ان چیزوں سے الگ ہوں جسے

تم پوجتے ہو مگر جس نے مجھے بنایا وہی مجھے راہ سوجھائے

گا اور یہ بات پیچھے چھوڑ گیا اپنی اولاد میں تاکہ وہ

رجوع رہیں۔

﴿سورة الزخرف آیت ۲۵ تا ۲۷﴾

عبد بن حمید نے تفسیر میں اپنی سند سے حضرت عبداللہ ابن عباس

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت بیان کی کہ وَجَعَلَهَا كَلِمَةً بَاقِيَةً فِي عَقِبِهِ

لا الہ الا اللہ ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پیچھے آپ کی اولاد میں

باقی رہا۔

اور عبد بن حمید نے کہا کہ حدیث بیان کی ہم سے یونس رحمۃ اللہ علیہ

نے اُن سے شبان رحمۃ اللہ علیہ نے قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ اللہ تعالیٰ کا

قول وَجَعَلَهَا كَلِمَةً بَاقِيَةً فِي عَقِبِهِ ' لا الہ الا اللہ اور توحید کی گواہی

ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس فرمان کے بعد آپ کی اولاد میں

ہمیشہ باقی رہی۔

اور عبد الرزاق رحمۃ اللہ علیہ نے معمر رحمۃ اللہ علیہ سے انہوں نے حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ارشادِ خداوندی ”وجعلها كلمة باقية في عقبه“ کی تفسیر میں فرمایا ”الاخلاص والتوحيد“ جو ہمیشہ اولادِ ابراہیم علیہ السلام میں باقی رہے وہ اللہ تعالیٰ کو ایک مانتی اور اُس کی عبادت کرتی۔ ابن منذر رحمۃ اللہ علیہ اس روایت کو بیان کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ ابن جریج رحمۃ اللہ علیہ نے آیت کریمہ عقبِ ابراہیم کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ اولادِ ابراہیم علیہ السلام میں اس کے بعد یہ بات ہمیشہ باقی رہی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔

فرمایا ! اور دوسری بات یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں تا قیامِ قیامت ہمیشہ ایسے لوگ موجود رہیں گے جو دینِ فطرت پر ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں گے

عبد بن حمید رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں زہری سے روایت کرتے ہیں فرمایا کہ

”العقب مردوں اور عورتوں کی اولاد اور اس اولاد کے مردوں کی اولاد ہے۔“

اور حضرت عطاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے روایت ہے کہ ”العقب“ کا معنی اس کی اولاد اور عصبہ ہے۔

## آیت نمبر دو

### دُعا قبول ہوگئی

دوسری آیت میں اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے،

وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ اجْعَلْ هَذَا الْبَلَدَ آمِنًا

وَاجْنُبْنِي وَبَنِيَّ أَنْ نَعْبُدَ إِلَّا ضَمَامَ.

ترجمہ! اور یاد کرو جب ابراہیم نے عرض کی اے

میرے رب! اس شہر ﴿مکہ معظمہ﴾ کو امان والا بنا

دے اور مجھے اور میرے بیٹوں کو بتوں کو پوجنے سے

بچا۔

﴿سورۃ ابراہیم آیت ۳۵﴾

امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کریمہ کے متعلق اپنی تفسیر میں

حضرت مجاہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا اللہ تبارک

و تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد کے لئے اُن کی

اس دُعا کو قبول فرمایا پس آپ کی اولاد میں سے اس دُعا کے بعد کسی نے بتوں

کی پرستش نہیں کی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی یہ دُعا بھی قبول فرمائی کہ اس شہر کو

امان والا بنا دے اور آپ کے اہل کو پھلوں سے رِزق دیا اور آپ کو امام بنایا

اور آپ کی اولاد میں سے لوگوں کو نماز پر قائم رکھا۔

اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے شعب الایمان میں وہب بن مہبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ جب حضرت آدم علیہ السلام کو زمین کی طرف اتارا گیا تو آپ پریشان ہوئے بیت الحرام کے قصہ میں یہ طویل حدیث ذکر کی گئی ہے اور اس میں حضرت آدم علیہ السلام کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حق میں اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ میں نے اُس کیلئے ایک اُمت بنائی ہے جو میرے حکم کی فرماں برداری کرے گی اور لوگوں کو میرے راہ پر بلائے گی وہ پسندیدہ اور راہ ہدایت پر گامزن ہوگی۔

اس کے بیٹے اور اس کی ذریت جو بعد میں آئے گی کے حق میں اس کی دُعا قبول ہوگی اور وہ ان میں سفینع ہوگا اور ان کے لئے گھر بنائے گا اور وہ اس گھر کے متولی اور مددگار ہوں گے۔

## وہ کعبہ کے متولی ہوں گے

یہ حدیث پاک حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول کے موافق ہے جس کا ابھی ابھی ذکر ہوا ہے اور اس میں شک نہیں کہ بیت اللہ شریف کی تولیت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دیگر تمام ذریت کے بالعکس حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آباؤ اجداد کے لئے خصوصیت کے ساتھ مشہور و معروف ہے یہاں تک کہ عمرو الخزاعی نے یہ تولیت اُن سے چھین لی تو پھر ان میں واپس آگئی پس یہ معروف بات ہے کہ حضرت ابراہیم



علیہ السلام کی اولاد سے حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اجداد شریفہ خصوصیت کے ساتھ چنے ہوئے لوگ ہیں اور ان میں ایک کے بعد دوسرے میں نورِ نبوت منتقل ہوتا رہا۔

اور یہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے ارشاد رب جعلنی مقیم الصلوٰۃ و من ذریعتی کے مشاۃً لہم میں سب سے بہتر ہے۔

اور ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے پوچھا کیا حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے کسی نے بتوں کی پوجا کی ہے؟

فرمایا ! نہیں کیا تو نے اللہ تعالیٰ کا یہ قول نہیں سنا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دُعَا مانگی تھی اجنبی و بنی ان نعبد الا صنم یعنی مجھے اور میرے بیٹوں کو بتوں کی پرستش سے بچا؟

کہا ! تو اُس حکم میں اولادِ اسحاق اور ابراہیم علیہ السلام کی تمام اولاد کیسے داخل نہیں ہوگی؟

فرمایا ! کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دُعَا اس شہر یعنی مکہ معظمہ میں رہنے والی اولاد کے لئے ہے کہ اسے بتوں کی پرستش سے بچا جب کہ وہ یہاں سکونت پذیر ہو پس فرمایا۔

أَجْعَلُ هَذَا بَلَدًا آمِنًا.

یعنی اس شہر کو امان والا بنا۔

تو اس سے اس دُعا میں تمام شہر شامل نہیں ہیں پس اس میں  
واجبنا وبنی ان نعبدو الا صنم آپ کی اولاد کے لئے خاص ہے۔

اور کہا !

رَبَّنَا إِنِّي أَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ غَيْرِ ذِي

ذُرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيمُوا

الصَّلَاةَ.

ترجمہ! اے میرے رب میں نے اپنی کچھ اولاد ایک

نالے میں بسائی جس میں کھیتی نہیں ہوتی تیرے

حرمت والے گھر کے پاس اے ہمارے رب تاکہ وہ

نماز قائم رکھیں۔

﴿سورة ابراہیم آیت ۳۷﴾

تو اس کے اُس جواب کی طرف غور کرو جو سفیان بن عیینہ رضی اللہ

تعالیٰ عنہ نے دیا ہے اور وہ ائمہ مجتہدین میں سے ایک ہیں اور ہمارے امام

امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شیخ ہیں۔

## آیت نمبر تین

### دینِ فطرت پر ہوتے تھے

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واقعہ میں اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد

رَبِّ اجْعَلْنِي مُقِيمَ الصَّلَاةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِي.

ترجمہ! اے میرے رب مجھ کو نماز قائم کرنے والا اور

کچھ میری اولاد کو۔

﴿سورة ابراہیم آیت ۴۰﴾

ابن المنذر رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن جریج رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

ارشاد خداوندی رب اجعلنی مقیم الصلوٰۃ ومن ذریعتی کے متعلق

فرماتے ہیں پس اولاد ابراہیم علیہ السلام سے کچھ لوگ ہمیشہ فطرت پر ہوتے

اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کیا کرتے۔

## آیت نمبر چار

آلِ اِبْرٰهٖمَ عَقِبِ اِبْرٰهٖمَ مِیْنِ دَاخِلِ هٖ

ابوالشیخ رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں حضرت یزد بن علی رضی اللہ عنہ

سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت سارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو فرشتوں

نے بشارت دی تو آپ نے فرمایا۔

يَا وَيْلَتَا ءَ اَلِدُّ وَاَنَا عَجُوْزٌ وَّهٰذَا بَعْلِيْ شَيْخًا ط

اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عَجِيْبٌ .

ترجمہ! ہائے خرابی میرے بچہ ہوگا اور میں بوڑھی

ہوں اور یہ میرے بوڑھے شوہر ہیں بے شک یہ تو  
اچنبھے کی بات ہے۔

﴿سورة ہود آیت ۷۲﴾

اس کے جواب میں فرشتوں نے حضرت سارہ کی خدمت میں عرض

کیا۔

قَالُوا اتَّعَجِبِينَ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ رَحْمَةً لِلَّهِ

وَبَرَكَاتِهِ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ إِنَّهُ حَمِيدٌ مُّجِيدٌ.

ترجمہ ! فرشتے بولے ! کیا اللہ کے کام کا اچنبھا

کرتی ہو اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں تم پر اس گھر

والو۔ وہی ہے سب خوبیوں والاعزّت والا۔

﴿سورة ہود آیت ۷۳﴾

فرمایا! تو یہ اس قول وجعلها كلمة باقية في عقبه یعنی

میرے پیچھے کلمہ باقی رکھ کی طرح ہے حضور سرور کائنات حضرت محمد مصطفیٰ صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کی تمام تر آل طاہرہ اسی نسبت سے عقب ابراہیم

میں داخل ہے۔

اولادِ ابراہیم کا بھلائی سے ذکر کر

اور ابن حبیب نے اپنی تاریخ میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی

اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ  
حضرت عدنان حضرت معد حضرت مضر حضرت خزیمہ اور حضرت اسد رضی اللہ  
تعالیٰ عنہم حضرت ابراہیم کی ملت پر تھے لہذا ان کا ذکر ہمیشہ خیر کے ساتھ کیا  
کرو۔

## حضور کے جدِ امجد کا وسیلہ

ابو جعفر طبری رحمۃ اللہ علیہ و دیگر مورخین نے روایت بیان کی ہے کہ  
اللہ تبارک و تعالیٰ جلّ مجدّہ الکریم نے ارمیا کی طرف وحی کی کہ وہ بخت نصر کی  
طرف جائیں اور اُسے بتائیں کہ میں اُسے عربوں پر غلبہ دوں گا اسی اثناء میں  
جناب ارمیا کو معلوم ہو گیا کہ ! مذکورہ بخت نصر عرب پر مسلط ہو رہا ہے۔  
چنانچہ اللہ جلّ مجدّہ الکریم نے ارمیا کو حکم بھیجا کہ وہ جناب معد بن  
عدنان کو سواری پر بٹھا کر اپنے ساتھ رکھیں تاکہ دشمن سے مقابلہ کے وقت  
اُسے کوئی تکلیف نہ پہنچے کیونکہ میں ان کی پشت مبارک سے اپنے اس نبی  
کریم کا نکالوں گا جو خاتم الرسل ﷺ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔

چنانچہ ارمیا نے ایسا ہی کیا اور حضرت معد بن عدنان کو ساتھ لے کر  
شام کی طرف آئے پس وہ بنی اسرائیل کے ساتھ پرورش پاتے رہے پھر  
فتنوں کے سرد ہو جانے کے بعد واپس آ گئے۔

## مضرب کے اسلام کی گواہی

علامہ ابن سعد طبقات ابن سعد میں عبد اللہ ابن خالد سے راویت نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جناب مضرب کی شان میں گستاخی نہ کرنا کیونکہ وہ بلا شک وریب مسلمان تھے۔

## أجدادِ مصطفیٰ کو برانہ کہو

امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کے بارے میں بیان فرماتے ہیں کہ وہ اس طرح ہے کہ مضرب اور ربیعہ کو برانہ کہو کیونکہ یقیناً یہ دونوں مومن تھے تو میں کہتا ہوں کہ میں اس حدیث کے سلسلہء سند سے بھی واقف ہوں اور اسے ابو بکر محمد بن خلف بن حیان المعروف وکیع رحمہم اللہ نے ”کتاب الغرر“ میں اس طرح نقل کیا ہے

اسحاق بن داؤد عیسیٰ الروزی، ابو یعقوب شعرائی، سلیمان بن عبد الرحمن دمشقی، عثمان بن قائد، یحییٰ بن طلحہ بن عبید اللہ اسماعیل ابن محمد بن سعد بن ابی وقاص حضرت عبد الرحمن بن ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے حدیث بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ربیعہ اور مضرب کو برانہ کہو یہ دونوں مومن تھے نیز اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے ارشاد فرمایا کہ تمہیں اور جبہ کو برانہ کہو کیونکہ یہ دونوں مومن تھے۔

## حضرت کعب نے حضور کی بشارت دی

اور حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سند کے ساتھ نقل کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ”قس“ کو برانہ کہو کیونکہ یہ مومن تھے۔

پھر امام سہلی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ الیاس کو گالی نہ دو کیونکہ وہ مومن تھا اور یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ وہ اپنی پشت میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حج کا تلبیہ پڑھتے سنا کرتے تھے۔

نیز فرمایا کہ حضرت کعب بن لوی رضی اللہ عنہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے سب سے پہلے یوم العروبہ کو جمع فرمایا اور کہا کہ آپ پہلے شخص ہیں جنہوں نے یوم العروبہ کا نام جمع رکھا۔ اس روز قریش جمع ہوتے تو آپ خطاب فرماتے اور حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت مبارکہ کا تذکرہ فرماتے ہوئے بتاتے کہ جان لو کہ وہ میرا بیٹا ہوگا اور میں تمہیں اُن کی اتباع کرنے اور اُن پر ایمان لانے کا حکم دیتا ہوں اور آپ کی شان میں یہ شعر کہا !

یا لتینی شاہدا فخواہ دعوتہ

اذا قریش تبغی الحق خذلانا

امام سہیلی فرماتے ہیں کہ اس روایت کو امام ماوردی رحمۃ اللہ علیہ نے  
”کتاب الاعلام“ میں حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

## یہ روایت لانے والا

میں کہتا ہوں کہ اس روایت کو حافظ ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ابی  
سلمہ بن عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی سند سے دلائل القوت  
شریف میں نقل فرمایا ہے اور اس کے آخر پر مزید یہ جملہ نقل کیا ہے کہ جناب  
کعب کی وفات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت مبارکہ کے مابین  
پانچ سو ساٹھ سال کا عرصہ ہے۔

اور یہ روایت نقل کرنے والے علامہ ماوردی جن کا اوپر ذکر ہوا ہے  
ہمارے آئمہ اصحاب میں سے ایک ہیں اور ”کتاب الحاوی الکبیر“ کے مصنف  
ہونے کے علاوہ ان کی عظیم تالیف ”اعلام النبوت“ بے شمار فوائد کی حامل ہے  
میں نے اس کتاب کو دیکھا ہے اور اس میں سے کئی روایات عنقریب ہم اس  
کتاب میں نقل کریں گے اور جو روایات ہم نے نقل کیں ان کا ما حاصل یہ ہے  
کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آباؤ اجداد حضرت ابراہیم علیہ السلام  
کے عہد مقدس سے لے کر حضرت کعب بن لوی رضی اللہ تعالیٰ عنہما تک تمام تر  
حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین پر تھے اور حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے  
صاحبزادے جناب مرہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں بظاہر یہی معلوم ہوتا



ہے کہ وہ بھی دینِ ابراہیم پر ہی تھے اس لئے کہ ان کے والد نے انہیں مومن رہنے کی وصیت فرمائی تھی۔

## تین قول

چنانچہ جناب مرہ بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درمیان حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آباؤ اجداد میں سے باقی یہ چار بزرگ ہیں جناب کلاب، قصی، عبدمناف اور ہاشم رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین تو ان کے متعلق میں کسی قسم کی نقل حاصل کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکا۔

مگر حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق تین قول ہیں۔ ایک تو یہ شبہ قول ہے کہ ان کو اسلام کی دعوت نہیں پہنچی جیسا کہ بخاری وغیرہ میں روایت آئی ہے۔

دوم یہ کہ آپ توحید پر تھے اور ملتِ ابراہیم علیہ السلام پر تھے اور یہ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام سے ظاہر ہے نیز اس سے قبل حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ اور سفیان بن عیینہ وغیرہما کی وہ تفسیر بیان کی جا چکی ہے جو انہوں نے اس سلسلہ میں آیاتِ قرآنیہ کے تحت کی ہے۔

سوم یہ کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے انہیں حضور سرورِ کائنات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت مبارکہ کے بعد زندہ فرمایا حتیٰ کہ وہ آپ پر

ایمان لا کر مسلمان ہوئے اور پھر اس کے بعد وصال فرما گئے۔

یہ روایت ابن سید الناس نے بیان کی ہے اور یہ پہلے دونوں اقوال سے کمزور ساقط ہے اور اس پر نہ تو کوئی دلیل ہے اور نہ ہی یہ روایات کسی ضعیف یا دوسری حدیث میں بیان ہوئی ہے اور نہ ہی یہ ائمہ اہلسنت میں سے کسی کا قول ہے۔

انہوں نے یہ روایات بعض شیعہ حضرات سے بیان کی ہے اس لئے زیادہ مصنفین نے پہلے دونوں قول بیان کرنے پر اکتفا کیا ہے۔ اور تیسرے قول کے بیان کرنے سے سکوت اختیار کیا ہے اس لئے کہ شیعہ کے خلاف بات کرنا کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔

## ظاہر تو یہ ہے مگر؟

امام سہیلی روض الانف میں بیان فرماتے ہیں کہ صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت ابوطالبؓ کے احتضار کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پاتشریف لائے تو وہاں ابو جہل اور ابن ابی میاہ بھی موجود تھے آپ نے فرمایا چچا جان لا الہ الا اللہ کہہ دیجئے تاکہ میں اللہ تعالیٰ کے حضور آپ کے متعلق اپنی گواہی پیش کر سکوں۔ اسی اثناء میں ابو جہل اور ابن ابی امیہ نے حضرت ابوطالب کو کہا کہ کیا آپ ملت عبدالمطلب کو چھوڑ رہے ہیں؟ تو جناب ابوطالب نے کہا میں ملت عبدالمطلب پر ہوں۔

## توحید پر اٹھالیا جائے گا

امام سہیلی نے فرمایا کہ اس حدیث کا ظاہر طور پر یہی اقتضاء ہے کہ حضرت عبدالمطلب کی وفات شرک پر ہوئی ہے مگر میں نے مسعودی کی بعض کتب میں حضرت عبدالمطلب کے متعلق دیکھا ہے کہ آپ کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے آپ کے بارے میں کہا گیا ہے کہ جب آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کے دلائل کا مشاہدہ کیا تو آپ نے حالت اسلام میں انتقال کیا اس سے معلوم ہوا کہ آپ کو قیامت کے دن توحید پر اٹھایا جائے گا واللہ اعلم،

## عبدالمطلب کیلئے جنت کی بشارت

نیز مسند بزار اور کتاب النسائی میں عبد اللہ ابن عمرو کی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدۃ النساء العالمین سیدہ فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا کو فرمایا بیٹی آپ نے انصار کی ایک میت کی تعزیت کی ہے شاید آپ ان کے ساتھ قبرستان تک گئی ہوں گی جناب سیدہ نے عرض کیا نہیں ابا جان! ایسا اتفاق کبھی نہیں ہوا تو آپ نے فرمایا بیٹی!

اگر آپ ان لوگوں کے ساتھ قبرستان میں جاتیں تو آپ اس وقت تک جنت کو نہ دیکھتیں جب تک آپ کے باپ کے دادا اُسے نہ دیکھ لیتے۔

اس روایت کا ابو داؤد نے بھی نقل کیا ہے مگر اس میں اس آخر حصہ کا تذکرہ نہیں کیا کہ جب تک آپ کے والد کے دادا جان جنت کو نہ دیکھ لیتے اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دادا کی بجائے اپنے باپ کے دادا کے جو الفاظ استعمال کئے ہیں یہ اس ضعیف حدیث کی تقویت کے لئے ہیں جس کا ذکر ہم پہلے کر آئے ہیں کہ،

اللہ تبارک و تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد گرامی اور والدہ معظمہ کو زندہ فرمایا اور وہ برکت حاصل کرنے کے لئے آپ پر ایمان لائے واللہ اعلم۔

فرمایا ہو سکتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس بات سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی تخویف کا ارادہ فرمایا ہو اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قول حق ہے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا لوگوں کے ساتھ قبرستان میں جانا آگ میں ہمیشہ رہنے کو واجب نہیں کرتا اور یہ تمام کلام بلفظ امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔

## حضرت عبدالمطلبؑ کا قیامت پر ایمان

اور امام شہرستانی اپنی تصنیف الملل والنحل میں فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور مقدس حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیشانی کی شکنوں میں نمایاں ہوتا اور اسی نور کی برکت کے طفیل آپ کے دل

میں بیٹے کو ذبح کرنے کی نذر کا القاء کیا گیا اور اسی نور مبارک کی برکت سے آپ اپنی اولاد کو ظلم و زیادتی سے منع فرماتے تھے اور انہیں مکارمِ اخلاق کا درس دیتے اور ذلیل امور سے روکتے تھے۔

اسی نورِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکت سے آپ نے اپنی وصیت مبارک میں اپنی اولاد کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا کہ،

ظالم شخص اُس وقت تک دُنیا سے نہیں جائے گا جب تک اُس سے بدلہ نہ لے لیا جائے گا اور اُسے سزا ملے گی اتفاق کی بات ہے کہ ایک آدمی فوت ہو گیا اور اُسے کوئی سزا نہ ملی حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے اس بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے سوچنے کے بعد فرمایا کہ اس گھر کے پیچھے ایک اور گھر ہے جہاں محسن کو اُس کے احسان کی جزا دی جائے گی اور خطا کار کو اُس کی خطاؤں کا سزا دی جائے گی۔

اور یہ اسی نورِ سرورِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکت ہے کہ آپ نے کعبہ شریف پر حملہ آور ہونے والے ابرہہ کو فرمایا کہ اس گھر کی حفاظت اس کا رب فرمائے گا۔ اور جو کچھ آپ نے کوہِ ابوقبیس کے اُد پر چڑھ کر ارشاد فرمایا اس میں سے یہ شعر بھی ہیں۔

لا هم ان المرء يمنع رحله فامنع رحالك

لا يغلبن صليبهم، و محالهم ويم محالك

والصر على آل الصليب، و عباديه اليوم الك

علامہ شہرستانی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام ختم ہوا اب آپ وہ تذکرہ ملاحظہ

فرمائیں جو علامہ ابن سعد نے ”طبقات ابن سعد“ میں کیا ہے۔

حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ

دِیْت دس اونٹوں کی ہوا کرتی تھی جب کہ حضرت عبد المطلب رضی اللہ عنہ

پہلے شخص ہیں جنہوں نے جان کے بدلہ میں سو اونٹوں کی دِیْت کی سُنّت

جاری کی پھر قریش اور عربوں میں سو اونٹوں کی دِیْت رواج پذیر ہو گئی اور

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اسے قائم رکھا اسی کے ساتھ یہ بات

بھی ہے کہ۔

## حضور نے عبد المطلبؑ سے انتساب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حنین کے دن خود کو حضرت

عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات سے منسوب فرماتے ہوئے ارشاد

فرمایا۔

أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبَ أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ

جن شواہد دلائل سے امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے

موافقین نے اپنی گفتگو کو مضبوط بنایا ہے ان سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ

ارشاد قوی تر ہے کہ خود کو اپنے کفار آباء سے منسوب نہ کرو۔

## کفار آباء سے نسبت نہ کرو

چنانچہ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ ”شعب الایمان“ میں حضرت ابی بن کعب اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے حدیث نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں دو شخصوں نے خود اپنے آباؤ اجداد کی طرف منسوب کیا ان میں سے ایک نے کہا کہ میں فلاں بن فلاں بن فلاں کا بیٹا ہوں اس کی یہ بات سن کر حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں دو شخص خود کو اپنے آباؤ اجداد سے منسوب کرتے تھے اور ان میں سے ایک شخص تو اپنی نوپشتیں گن جاتا جب کہ دوسرا شخص یہ کہتا کہ میں فلاں بن فلاں بن اسلام ہوں۔

چنانچہ ان دونوں کے متعلق اللہ تبارک و تعالیٰ جلّ مجدہ الکریم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پہلے شخص کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا کہ تو نے اپنے جن نو عدد باپ داداؤں سے خود کو منتسب کیا ہے وہ سب کے سب جہنم میں ہیں اور تو ان کا دسواں بھی ان سے منسوب ہونے کی وجہ سے جہنمی ہے اور دوسرے کو فرمایا تو نے جو دو نسبتیں بیان کی ہیں وہ دونوں جنتی ہیں اور تو ان کا تیسرا بھی جنتی ہے۔

امام بیہقی اس ضمن میں دوسری روایت حضرت ابوریحانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ نقل فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد

فرمایا کہ جو شخص خود کو اپنے نو کا فر آباؤ اجداد سے منسوب کرے گا۔  
اور یہ نسبت بیان کر کے اس کا مقصد اپنے آپ کو صاحبِ عزت و  
شرف بنانا ہو تو وہ اُن کے ساتھ دسواں جہنمی ہوگا۔

## اہلِ جاہلیتِ اجداد پر فخر جائز نہیں

تیسری روایت امام بیہقی حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ  
تعالیٰ عنہما سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد  
فرمایا تم اپنے اُن آباؤ اجداد پر فکر نہ کرو جو جاہلیت میں فوت ہوئے مجھے اُس  
ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے ہ جو کچھ گبر یلا اپنی ناک سے  
لڑھکتا پھرتا ہے وہ تمہارے جاہلیت میں مرنے والے آباؤ اجداد سے بہتر  
ہے۔

## کفار آباء و اجداد پر فخر منع ہے

چوتھی روایت امام بیہقی علیہ الرحمۃ اس سلسلہ میں حضرت ابو ہریرہ  
رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے  
ارشاد فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے تم سے جاہلیت کے تکبر اور آباؤ اجداد پر  
فخر کرنے کو دور کر دیا ہے تاکہ وہ لوگ رُک جائیں جو اُن اشخاص کو وجہِ تفاخر  
سمجھتے ہیں جو جہنم کے کونلوں میں سے ایک کونلہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک



ان کی حیثیت ان گبریلوں سے بھی ذلیل تر ہے جو اپنی ناک سے سنڈ اس کو لڑھکاتے پھرتے ہیں۔

## یہ فخر میں شامل نہیں

اس مفہوم کی کثیر احادیث موجود ہیں اور اس بارے میں سب سے واضح مُسلم کی وہ حدیث ہے جسے بیہقی نے شعب الایمان میں بیان کیا ہے کہ چار اُمور ابھی باقی ہیں جنہیں لوگ ترک نہیں کریں گے جن میں سے ایک اپنے آباؤ اجداد یعنی اپنے حسب نسب پر فخر کرنا ہے، تو بے شک یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس حدیث کی معارض ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہمیں بنی ہاشم سے پسند کیا گیا ہے، تو اس سلسلہ میں حلیمی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ اس فخر سے مراد وہ فخر نہیں ہے،

کیونکہ اس سے مذکورین کے منازل و مراتب بیان کرنا مقصود ہے جیسا کہ کوئی یہ کہنے والا کہ میرا باپ فقیہ تھا وہ اس بات سے فخر کا اظہار نہیں کر رہا بلکہ دُوروں سے قطع نظر اپنے باپ کی حالت بیان کر رہا ہے فرماتے ہیں کبھی اظہار حال سے مقصد اپنے آپ اور اپنے آباؤ اجداد پر اللہ تعالیٰ کے احسانات کی طرف اشارہ کرنا ہوتا ہے تاکہ اس کا شکر ادا کیا جائے یہ بات فخر میں شامل نہیں۔

اس کے بعد خاتم حفاظ مصر سیدنا و امامنا امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ قول کہ یا تو اس سے مذکورین کے منازل و مراتب کی تعریف بیان کرنا مراد ہے اور یا اس میں یہ اشارہ ہے کہ اس کی اپنی ذات پر اور اس کے آباؤ اجداد پر ہونے والے اللہ تعالیٰ کے احسانات کا شکر یہ ادا کیا جائے۔

## مشکل یہ ہے

بہر کیف! علامہ حلیمیؒ کی یہ توجیہ یقینی طور پر امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ کی بات اور اس کے عمومی اجزاء کی تقویت کا باعث ہے۔ جیسا کہ یہ امر کسی پر مخفی نہیں کہ اصطفاء اسی شخص کا ہو سکتا ہے جو عقیدہ توحید پر ہو بلاشبہ خصوصیت کے ساتھ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں ترجیح دینا نہایت مشکل ہے کیونکہ بخاری کی حدیث اس سے زبردست ٹکراتی ہے اور اگر آدمی اس کی تاویل کرنے لگے تو کوئی قریب کی تاویل نہیں ملتی اور تاویل بعید سے اہل اصول انکار کرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ امام سہیلی علیہ الرحمۃ نے جب دلائل کے اس تصادم اور ٹکراؤ کو دیکھا تو حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے حق میں اس دلیل کو ترجیح نہ دے سکے اور توقف و سکوت پر اکتفاء کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔

مناسب یہ ہے کہ توقف کو اس بارے میں چوتھا قول شمار کیا جائے

اس حدیث کی تاویل میں میرے خیال میں دو بعید تاویلیں آئی ہیں مگر میں نے انہیں ترک کر دیا ہے۔

مگر جو حدیث نسائی شریف میں بیان کی گئی ہے اس کے لئے قریب کی تاویل موجود ہے اور اس تاویل کا دروازہ امام سہلی رحمۃ اللہ علیہ نے کھولا ہے مگر اسے پورا نہیں کر سکے صرف اُسے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی جانب ترجیح دینا آسان ہے حالانکہ اس کے ساتھ حدیث مسلم کا زبردست معارض موجود ہے اس کی قریبی تاویل اس لئے آسان ہے کہ اس سے اس کی غایت درجہ وضاحت ہو جاتی ہے اور تاویل کی جانب رجحان کے دلائل قائم ہو جاتے ہیں جس سے نتیجہ نکالنا آسان ہو جاتا ہے۔ ﴿واللہ اعلم﴾

پھر میں نے دیکھا کہ امام ابوالحسن ماوردی رحمۃ اللہ علیہ نے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے جسے امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے مگر وہ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف اسے صراحت سے بیان نہیں کر سکے تاہم آپ اپنی کتاب ”اعلام النبوت“ میں فرماتے ہیں۔

جب اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء اور برگزیدہ بندوں کو قیام حق اور ارشادِ خلق کے لئے مکلف فرمایا تو انہیں معزز ترین عناصر اور محکم ترین مواثیق سے منتخب فرمایا،

تا کہ لوگوں کے قلوب ان کے لئے صاف تر اور موافق تر ہوں پس لوگ ان کی بات کے قبول کرنے میں تیز تر اور ان کے اوامر کے مطیع تر

ہوں گے۔

## آپ بزرگ آباؤ اجداد کا خلاصہ ہیں

اور بے شک اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پاکیزہ نکاحوں میں خالص فرمایا اور فواحشات کی آلودگی سے آپ کو محفوظ رکھا اور آپ کو اصلابِ طاہرہ سے منزہ ارحام میں منتقل فرمایا۔

چنانچہ سیدنا عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما آیت کریمہ ”تقلبک فی الساجدین“ کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے آباءِ الکرام میں ایک کے بعد دوسرے کی طرف پاک صلبوں میں پھرتے رہے حتیٰ کہ آپ نبوت کے ساتھ مبعوث ہوئے اور آپ کا نورِ نبوت آپ کے آباؤ اجداد میں ظاہر تھا پھر آپ کے والدین کی جانب سے کسی بھائی یا بہن نے آپ کی ولادت کے سلسلہ میں شرک نہیں کیا کیونکہ یہ نسب آپ تک پہنچنے تک انتہائی طور پر مصطفیٰ اور پاکیزہ رہا ہے تاکہ یہ اس نسب سے مختص ہو جائے سے اللہ تعالیٰ نے نبوت کی غایت اور اس کی تفرّد کی وجہ سے نہایت قرار دیا ہے پس اس میں مشارکت و مماثلت کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا یہی وجہ ہے کہ آپ کے والدین کریمین کا وصال آپ کی چھوٹی عمر میں ہی ہو گیا۔

بلکہ آپ کے والد گرامی سیدنا عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال اس

وقت ہو گیا جب آپ بھی اپنی والدہ مکرمہ کے لطنِ اطہر میں جلوہ افروز تھے جب کہ آپ کی والدہ مکرمہ سیدہ آمنہ سلام اللہ علیہا کے وصال مبارک کے وقت آپ کی عمر مبارک صرف چھ سال تھی۔

اور جب تو آپ کے نسب کا حال اور آپ کی پیدائش کی طہارت کا عرفان حاصل کر لے گا تو تجھے پتہ چل جائے گا کہ آپ بزرگ آباؤ اجداد کا خلاصہ ہیں اور آپ کے آباء میں سے کوئی شخص بھی رذیل مطعون اور متبدل نہیں۔

بلکہ سب کے سب سردار اور قائد تھے اور شرفِ نسب اور طہارتِ مولدِ نبوت کی شرطوں میں سے ایک شرط ہے اتنی علامہ ماوردی علیہ الرحمہ کا کلام بلفظ ختم ہوا۔

## ابو جعفر نحاس کا عقیدہ

ابو جعفر نحاس علیہ الرحمۃ ”معانی القرآن“ میں آیت مبارکہ ”وتقلبک فی الساجدین“ کی تفسیر میں نقل کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا!

کہ اس سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ساجدین کی پشتوں میں پھرنا ہے حتیٰ کہ آپ نبی پیدا ہوئے۔

## ساجدین کی پیشانیوں میں نُورِ مُصطفیٰ

حافظ ٹمس الدین بن ناصر الدین دمشقی رحمۃ اللہ علیہ کا کیا ہی اچھا

ارشاد ہے کہ !

تنقل احمد نوراً عظيماً  
 تلا "لا" في جباء السجادين  
 تقلب فيهم قرناً فقرناً  
 الى ان جاء خير المرسلين  
 ترجمہ ! احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا  
 نُورِ عظیم سجدہ کرنے والوں کی پیشانیوں میں انتقال فرماتا  
 رہا اور قرناً باقرناً اُن کی اصلابِ طاہرہ میں پھرتے  
 پھرتے خیر المرسلین بن کر جلوہ افروز ہوا۔  
 اور مزید فرمایا !

حفص الاله كرامة لمحمد  
 آباءه الامجاد صونا لاسمه  
 تركوا سفاح فلم يصبهم عاره  
 من آدم حتى ابينه وامه  
 اللہ تبارک و تعالیٰ عزوجل اپنے محبوب محمد مصطفیٰ صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام کی لاج اور آپ کی کرامت  
کی خاطر آپ کے بزرگ آباء کی بھی حفاظت فرماتا  
رہا ہے۔

اور آپ کے آباؤ اجداد کرام نے حضرت آدم علیہ  
السلام سے لے کر آپ کے والدِ مکرم اور والدہ مکرمہ  
رضی اللہ تعالیٰ عنہما تک سفاح کو ترک کئے رکھا اور  
انہیں کوئی ایسی چیز نہیں پہنچی جو باعثِ ننگ و عار ہو۔

## شانِ آمنہ سلام اللہ علیہا

صاحبِ قصیدہ بردہ علامہ بوصری رحمۃ اللہ علیہ بارگاہِ رسالت مآب  
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ہدیہ نعت پیش کرتے ہیں !

کیف ترقی رقیق الانبیاء  
باسماء ماطاولتہا سماہ  
لم یساووک فی علاک وقدسا  
ل سنی منک دونہم وسناہا  
انما مثلہ صفاتک لنا  
س کما مثل النجوم الماء

انت مصباح كل فضل فما تصدر  
الا عن ضوئك الاضواء

لك ذات العلوم من عالم الغيب  
ومنها لآدم الاسماء

لم تزل في ضمائر الغير تختا  
ولك الامهات والآباء

ما مضت فترة من السل الا  
بشرت قومها بك الانبياء

تباهاى بك العصور وتسمو  
بك عليا بعد ما علياء

وبدا للجد منك كريم  
من كريم آباؤه كرماء



نسب تحسب الملا بحلاه  
قد منما نجومها الجوزاء

ومنها !

فهيئنا به الآمنة الافضل  
اولادى شرفت به حواء

من لحواء انها حملت احمد  
او انها به نفساء

يوم قابر ضعة ابنة وهب  
من فحاز ما لهم تلد النساء

واتت قومها بافضل مما  
قد اتت قبل مريم العذراء  
☆ یا رسول اللہ! آپ کی رفعت و شان کو انبیاء کیسے  
حاصل کر سکتے ہیں اے بلندی میں میں آسمان مرتبت  
بلندی میں آسمان بھی آپ کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

☆ اور وہ انبیاءِ بلندی میں آپ کی برابری نہیں کر سکتے  
آپ کی نورانیت اور بلندی شان ان کے درمیان  
حائل ہو گئی ہے۔

☆ انہوں نے تیری صفات کو لوگوں کے سامنے مثالی  
رنگ میں یوں پیش کیا ہے جیسے پانی میں ستارے مثالی  
طور پر نظر آتے ہیں۔

☆ آپ تمام افضال و احسانات کے چراغ ہیں اور  
آپ کے نور سے ہی تمام نور نکلتے ہیں۔

☆ آپ کو خدائے عالم الغیب کی جانب سے علوم کے  
جو اہر عطا کئے گئے ہیں اور انہیں علوم میں سے حضرت  
آدم علیہ السلام کے اسماء بھی ہیں۔

☆ وہ ہمیشہ پوشیدگی میں آپ کے لئے اُمہات اور  
آباء کا انتخاب فرماتا رہا۔

☆ کوئی زمانہ ایسا نہیں گزرا جس میں رسولوں نے اپنی  
قوم کو آپ کے متعلق بشارت نہ دی ہو۔

☆ زمانے آپ کے وجود پر فکر و ناز کرتے رہے اور  
آپ کے طفیل رفعتوں پر رفعتیں حاصل کرتے رہے۔

☆ اور اے سیدہ آمنہ آپ کے وجود باوجود سے ایک

کریم انسان عالم وجود میں آیا ہے۔

☆ جس کے آباؤ اجداد بھی ہیں وہ نسب ایسا بلند و برتر ہے کہ جو زاء نے اس کی بلند یوں کو اپنے ستاروں کا ہار بنا کر پہنا دیا ہے۔

☆ پس اے سیدہ آمنہ سلام اللہ علیہا اس فضیلت پر مبارک باد قبول ہو جس سے حضرت حوا کو شرف حاصل ہوا ہے۔

☆ حضرت حوا کون ہیں کہ وہ حضرت احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حمل میں لے لیتی یا اُن سے نفاس والی ہو جاتی۔

☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جنم دینے کی وجہ سے حضرت آمنہ کو جو فخر و فضیلت حاصل ہوا ہے اسے عورتیں حاصل نہیں کرتیں۔

☆ آپ سے قبل کنواری مریم قوم کے پاس جو بچہ لے کر آئی تھیں آپ اُس سے کہیں زیادہ افضل بچہ قوم کے پاس لائی ہیں۔

فائدہ! امام ابن ابی حاتم علیہ الرحمہ اپنی تفسیر میں ابی موسیٰ بن ایوب

نصیبی صمرہ، عثمان بن عطاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ، وہ اپنے باپ سے روایت

کرتے ہیں کہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے درمیان اُنچاس پشتیں ہیں۔

## سیدہ آمنہ اور تصدیق نبوت

حضور سرورِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ سے متعلق ایک خاص اثر وارد ہے جسے ابو نعیم نے ”دلائل النبوت“ میں ضعیف سند کے ساتھ زہری کے طریق سے بیان کیا ہے جو انہوں نے ام سماعۃ بنت ابورہم اور وہ اپنی والدہ سے روایت کرتی ہیں کہ میں آمنہ سلام اللہ علیہا کے وصال کے وقت اُن کی خدمت میں حاضر تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک اس وقت پانچ سال تھی اور آپ ان کے سر کے قریب تھے جناب سیدہ آمنہ سلام اللہ علیہا آپ کے رُخِ انور کو دیکھے جا رہی تھیں اور اسی عالم حسرت و یاس میں دیکھتے ہوئے آپ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا !

بَارِكْ فِىكَ اللَّهُ مِنْ غَلَامٍ

يَا ابْنَ الْوَدَىٰ مِنْ حَوْمَةِ الْحَمَامِ

نَجَابِعُونَ الْمَلِكِ الْمُنْعَمِ

فَوَدَىٰ غَدَاةَ الضَّرْبِ بِالسَّهَامِ

بِمِائَةِ مَن اِبْلِ سِرَامٍ  
اِنْ صَحَّ مَا ابْصُرْتُ فِي الْمَنَامِ

فَاَنْتَ مِيعُوْثُ لَانَامِ  
مَنْ عِنْدِي ذِي الْجَلَالِ وَالْاَكْرَامِ

تَبِعْتُ فِي الْحَلِّ وَفِي الْحَرَامِ  
تَبِعْتُ بِالْحَقِيْقِ وَالْاِسْلَامِ

دِيْنَ اَبِيكَ الْبِرِّ اِبْرَاهِمَ  
فَاللّٰهُ اَنْهٰكَ عَنِ الْاَصْنَامِ  
اِنْ لَآئِرَ الْيَهُامِ مِنَ الْاَقْوَامِ

ترجمہ !

☆ اے میرے بیٹے ! اللہ تبارک و تعالیٰ آپ کو  
برکتیں عطا فرمائے آپ اس عظیم باپ کے فرزند  
ارجمند ہیں جو سردار اور شریف قوم تھے۔

☆ اور جنہوں نے صاحبِ جوہ و سخا اور بزرگ و برتر  
خداوندِ قدوس کی نصرت و امداد سے نجات حاصل کی۔

☆ اور جن کی زندگی بچانے کے لئے صبح کے وقت تیروں سے قرعہ اندازی ہوئی تو ان کے بدلہ میں ایک سوا چھٹی نسل کے اونٹوں کا فدیہ دیا گیا۔

☆ اے میرے چاند! میں نے خواب میں جس چیز کا مشاہدہ کیا ہے اگر وہ درست ہے تو آپ خدائے ذوالجلال والا کرام کی طرف سے تمام لوگوں کے لئے نبی بن کر مبعوث ہونے والے ہیں۔

☆ اور آپ حلت و حرمت کے لئے اسی دین کے ساتھ نبی بن کر مبعوث ہوں گے جو آپ کے جد امجد حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام کا دین تھا۔

☆ اور اللہ تعالیٰ ہی بتوں سے آپ کی حفاظت فرمائے گا۔

☆ اور ان قوموں کے ساتھ آپ کی دوستی نہیں ہوگی جو اصنام پرستی کرتی ہیں۔

اس کے بعد آپ نے ارشاد فرمایا کہ ہر زندہ کے لئے موت ہے اور ہر بننے والی چیز کو ختم ہونا ہے اور ہر کبیر کے لئے فنا ہے میں بھی مر رہی ہوں مگر میرا ذکر ہمیشہ باقی رہے گا اس لئے کہ میں اُس خیر ہی خیر کو چھوڑ کر جا رہی ہوں جسے میں نے طیب و طاہر اور پاکیزہ جنا ہے پھر اس کے بعد جناب سیدہ آمنہ

صلوٰۃ اللہ علیہا کا وصال مبارک ہو گیا تو میں نے آپ کی موت پر جنّات کی یہ  
نوحہ خوانی سنی اور مجھے اُن کا یہ نوحہ حفظ ہو گیا۔

فبکی الفتاة البرة الامينه  
ذات الجمال العفة الرزينة  
زوجة عبد اللّٰه والقريينه  
ام نبى اللّٰه ذى السكينه  
وصاحب المنبر بالمدينه  
صارت لدى حضرتها رينه  
☆ تو ہم روتے ہیں اُس پاک بازاينہ اور نوجوان بی  
بی کی موت پر جو گراں مایہ اور انتہائی قیمتی جمال و عفت  
کی مالکہ ہے۔

☆ وہ مقدس بی بی جو حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
کی صاحب قرینہ زوجہ مکرمہ۔ اور اللہ تبارک و تعالیٰ کے  
نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سکون و راحت دینے والی  
والدہ معظمہ ہیں۔

☆ آپ اُن کی امی جان ہیں جو مدینہ منورہ میں  
صاحب منبر ہوں گے لہذا آپ کو خوشی سے سپرد  
لحد نہیں کیا جاسکتا۔

## پیش گوئی اعلانِ ایمان ہے

”یہ متذکرہ بالا استدلال قائم کرنے کے بعد خاتمِ حفاظِ مصر سیدنا امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ تم سیدہ آمنہ سلام اللہ علیہا کے منقولہ بلا کلام کو دیکھ ہی رہے ہو کہ اس میں کس قدر صراحت کے ساتھ اقوامِ عرب کے اصنام پرستوں کے ساتھ دوستی اور موالات کا انکار موجود ہے اور کتنی وضاحت کے ساتھ حضرت ابراہیم خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دین کی حقانیت کا اعتراف کیا گیا ہے اور ساتھ ہی یہ پیش گوئی بھی فرمائی گئی ہے کہ ان کے لختِ جگر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اہلِ عالم کی طرف خدائے ذوالجلال والا کرام کا دین، دینِ اسلام لے کر مبعوث ہونے والے ہیں اور یہ ایسے کلماتِ طیبات ہیں جو جنابِ آمنہ سلام اللہ علیہا کی ذاتِ اقدس کے معاذ اللہ مشرک ہونے کی قطعی طور پر نفی کر رہے ہیں۔

## انبیاء کی مائیں مومنہ تھیں

پھر میں نے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ماؤں کے متعلق تحقیق کی تو ان سب کو مومنہ ہی پایا چنانچہ حضرت اسحاق، حضرت موسیٰ، حضرت ہارون، حضرت عیسیٰ علیہم السلام کی ماؤں اور حضرت حواء والدہ شیت علیہما السلام کا تذکرہ قرآن مجید میں موجود ہے بلکہ بعض نے ان کے لئے نبوت کا



ذکر بھی کیا ہے نیز حضرت ہاجرہ اُمّ اسماعیل علیہما السلام اور جناب یعقوب علیہ السلام کی والدہ مکرمہ اور جناب یعقوب علیہ السلام کی اولاد کی ماؤں اور حضرت داؤد، حضرت سلیمان، حضرت زکریا، حضرت یحییٰ، حضرت شموئیل و شمعون اور حضرت ذوالکفل علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ماؤں سلام اللہ علیہن کا اسلام پر ہونا احادیث میں وارد ہوا ہے۔

حضرت نُوح علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ماؤں کا مومنہ ہونا بعض مفسرین کے نزدیک منصوص ہے اور ابو حیان رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں اسے راجح قرار دیا ہے نیز اس سے پہلے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا یہ ارشاد بھی نقل کیا جا چکا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت نُوح علیہ السلام کے درمیانی زمانہ میں حضور کے تمام آباؤ اجداد میں سے کوئی بھی والد کافر نہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ بارگاہ ایزدی میں یہ دُعا کرتے ہیں کہ !

رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدِيْ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيْ  
مُؤْمِنًا.

اے پروردگار مجھے اور میرے والدین کو بخش دے اور

جو میرے گھر میں مومن داخل ہوا اُسے بھی بخش

دے۔

اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بارگاہِ خداوندی میں یوں دعا کی!

رَبَّنَا اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ يَقُومُ

الْحِسَابُ.

کہ اے میرے پروردگار مجھے اور میرے والدین کی

اور تمام مؤمنین کی مغفرت فرما دے جو قیامِ قیامت

تک ہوں گے۔

﴿سورة ابراہیم آیت ۴۱﴾

اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے قرآن مجید میں خاص طور پر صرف

اپنے چچا کے متعلق استغفار کرنے سے معذرت کی ہے اپنی والدہ کے متعلق

کچھ نہیں کہا جس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ مومنہ تھیں۔

امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ ”المستدرک“ میں حضرت عبداللہ ابن

عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے صحت کے ساتھ روایت نقل کرتے ہیں کہ

حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ سے لے کر

﴿۱﴾ حضرت نوح علیہ السلام

﴿۲﴾ حضرت ہود علیہ السلام

﴿۳﴾ حضرت صالح علیہ السلام

﴿۴﴾ حضرت لوط علیہ السلام

﴿۵﴾ حضرت شعیب علیہ السلام

﴿۶﴾ حضرت ابراہیم علیہ السلام

﴿۷﴾ حضرت اسماعیل علیہ السلام

﴿۸﴾ حضرت اسحاق علیہ السلام

﴿۹﴾ حضرت یعقوب علیہ السلام

﴿۱۰﴾ حضرت محمد مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علاوہ تمام انبیاء

کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام بنی اسرائیل میں سے ہوئے ہیں۔

اور بنی اسرائیل تمام تر مومنین تھے اور ان میں حضرت عیسیٰ علیہ

السلام کی بعثت مبارکہ تک کوئی کافر نہیں تھا مگر جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام

تشریف لائے تو انہوں ﴿یعنی بنی اسرائیل﴾ نے کفر کیا۔

اور تمام انبیاء کرام کی مائیں بنی اسرائیل میں سے تھیں اور سب کی

سب مومنہ تھیں اور یہ کہ اکثر انبیائے بنی اسرائیل یا تو انبیاء کرام کی اولاد تھے

یا ان کی اولاد کی اولاد تھے اور جیسا کہ مشہور خبروں میں ہے کہ ان کی نبوت

انہیں کی ذریت اور نسل میں ہوتی ان کے علاوہ جن دس انبیاء کرام کا اوپر ذکر

ہوا ہے ان میں سے حضرت نوح علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام

حضرت اسماعیل علیہ السلام حضرت اسحاق علیہ السلام اور حضرت یعقوب علیہ

السلام کی ماؤں کا ایمان ثابت کیا جا چکا ہے جبکہ حضرت ہود علیہ السلام حضرت

صالح علیہ السلام حضرت لوط علیہ السلام اور حضرت شعیب علیہ السلام کی ماؤں

کے ایمان کے لئے نقل یا دلیل کی احتیاج ہے بظاہر تو وہ ایمان دار ہی ہیں

جس کا ثبوت انشاء اللہ العزیز پیش کر دیا جائے گا یہی صورتِ حال حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ سلام اللہ علیہا کی ہے اور اس میں راز کی بات یہ ہے کہ وہ نُورِ نبوت کو دیکھا کرتی تھیں جیسا کہ حدیث میں آیا ہے۔

امام احمد بن حنبل علامہ بزار علامہ طبرانی علامہ حاکم اور امام بیہقی رحمہم اللہ تعالیٰ اپنی اپنی تالیفات میں حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں اللہ کا بندہ ہوں اور اُس وقت بھی خاتم النبیین تھا جب حضرت آدم علیہ السلام کا خمیر مٹی کی صورت میں تھا اور میں تمہیں اس امر کی خبر دیتا ہوں کہ میں اپنے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دُعا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت اور اپنی والدہ محترمہ حضرت آمنہ سلام اللہ علیہا کا خواب ہوں جس طرح دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کی مائیں خواب دیکھا کرتی تھیں میری والدہ نے بھی میرے متعلق خواب دیکھا تھا۔

## آمنہ نے نُورِ نبوت کا مشاہدہ کیا

اور بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری کے وقت سیدہ آمنہ سلام اللہ علیہا نے ایک نُور دیکھا جس کی ضیا پاشیوں میں آپ نے شام کے محلات کا مشاہدہ فرمایا اور اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ حضور

رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ مکرمہ سیدہ آمنہ سلام اللہ علیہا نے دوران حمل اور آپ کی ولادت کے وقت دیگر انبیاء کی ماؤں سے کہیں زیادہ اور عظیم الشان نشانیوں کا مشاہدہ کیا جیسا کہ ہم نے ان اخبار کو ”کتاب المعجزات“ میں بیان کیا ہے۔

## رضاعی مائیں بھی مومنہ تھیں

اور بعض نے ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسی کسی خاتون کا دودھ نہیں پیا جو مشرف بہ اسلام نہ ہوئی ہو اور آپ کو دودھ پلانے والی یہ چار خواتین ہیں

﴿۱﴾ آپ کی والدہ مکرمہ حضرت جناب آمنہ سلام اللہ علیہا۔

﴿۲﴾ حضرت جناب حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

﴿۳﴾ حضرت جناب ثویبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

﴿۴﴾ حضرت جناب اُمّ ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا

## جو روایات کفر پر دلالت کرتی ہیں

اور اگر تو سوال کرے کہ حضور سرور کائنات احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین الشریفین سیدنا عبد اللہ اور سیدتنا حضرت آمنہ

رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے متعلق ایسی روایات موجود ہیں جن میں ان کا معاذ اللہ

کافر اور جہنمی ہونا ثابت ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ حدیث ہے کہ آپ نے فرمایا ! کاش مجھے معلوم ہوتا کہ میرے والدین نے کیا کیا ہے تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمادی !

وَلَا تُسْئَلُ عَنْ أَصْحَابِ الْجَحِيمِ

کہ آپ سے اصحابِ جحیم کے متعلق سوال نہیں کیا جائے گا۔

﴿سورة البقرہ آیت ۱۱۹﴾

اور یہ حدیث کہ آپ اپنی والدہ مکرمہ کے لئے استغفار فرما رہے تھے کہ جبریل نے آپ کے سینہ مبارک پر ہاتھ مار کر کہا کہ مشرک فوت ہونے والوں کے لئے دُعائے مغفرت نہ فرمائیں اور آپ کی والدہ مکرمہ کے لئے استغفار کرنے سے منع کرنے کے لئے یہ آیت کریمہ نازل ہوئی کہ !

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا

لِلْمُشْرِكِينَ.

نبی اور مومنین کی شان کے لائق نہیں کہ وہ مشرکین کے

لئے استغفار کریں۔

﴿سورة التوبہ آیت ۱۱۳﴾

اور حضور سرورِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بنی ملیکہ کو یہ فرمانا کہ تمہاری ماں جہنم میں ہے تو ان دونوں کو یہ بات گراں گزری تو آپ نے انہیں بلا کر فرمایا میری ماں بھی تمہاری ماں کے ساتھ ہے ﴿معاذ اللہ﴾

## سب سے بڑا جواب

یہ منفی روایتیں نقل کرنے کے بعد سیدنا امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ اس کا سب سے بڑا جواب تو یہ ہے کہ یہ تمام تر روایات ضعیف ہیں اور ان میں ایک بھی حدیث صحیح نہیں سوائے مُسلم شریف میں آنے والی اُس حدیث کے کہ جس میں ہے کہ آپ کو اپنی والدہ کے استغفار کی اجازت نہیں ملی۔

اور یا وہ حدیث جو آپ کے والدِ گرامی کے مُتعلق آئی ہے چنانچہ ان ہر دو روایات کا جواب آگے آ رہا ہے مگر یہ روایت کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا!

کاش! ہمیں اپنے والدین کے مُتعلق معلوم ہو جاتا کہ انہوں نے کیا کیا اور اس پر آیت کریمہ نازل ہوگئی تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ روایت سرے سے حدیث کی کسی بھی مُعمد کتاب میں موجود ہی نہیں البتہ بعض کتب تفاسیر میں اس روایت کو منقطع سند کے ساتھ نقل کیا گیا ہے مگر نہ تو اس پر اعتماد کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی اس سے حُجّت پکڑی جاسکتی ہے اگر ہم احادیثِ واہیہ سے حُجّت پکڑنے لگیں تو ہم اس کا اُس واہی حدیث سے معارضہ کریں گے جسے ابن جوزی نے حضرت علی علیہ السلام کی حدیث سے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا! کہ جبریل علیہ السلام نے ہماری خدمت میں حاضر ہو کر اللہ تبارک و تعالیٰ جلّ مجدہ الکریم کا سلام پہنچایا اور کہا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ محبوب جس صلب سے آپ کا نزول ہوا ہے اور جس بطن مقدّس نے آپ کو اٹھایا ہے اور جس آغوش اقدس نے آپ کی کفالت کی ہے ہم نے اُن سب پر جہنم کو حرام کر دیا اگرچہ معارضہ کے باب میں واہی روایت کو واہی روایت کے مقابلہ میں پیش کیا جاسکتا ہے۔

مگر ہم اسے کوئی اہمیت نہیں دیتے اور نہ اس سے حجت پکڑتے ہیں پھر یہ سبب علم اصول، علم بلاغت اور اسرار بیان کی کئی وجوہ کے باعث بھی مردود ہے۔

اور یہ اسکے ما قبل اور ما بعد کی آیات سے ہی صاف طور پر ظاہر ہو جاتا ہے کیونکہ یہ تمام تر آیات یہودیوں کے حق میں ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے!

يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ اذْكُرُوا نِعْمَتِيَ الَّتِي أَنْعَمْتُ

عَلَيْكُمْ وَأَنْتِي فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعَالَمِينَ.

اے بنی اسرائیل تم لوگ میرے اُن احسانات کو یاد کرو

جو میں نے تم پر کئے ہیں اور میرے وعدہ کو پورا کرو

اور میں تمہارے وعدہ کو پورا کروں گا اور صرف مجھ



سے ہی ڈرو۔

﴿سورة البقرہ آیت ۱۲۲﴾

چنانچہ یہ سب آیات ”وَإِذْ ابْتَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ رَبُّهُ بِكَلِمَاتٍ“

تک یہودیوں کے حق میں ہیں اور یہ قصہ انہی پر ختم ہوتا ہے اور اس کے درمیان میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ”يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ اذْكُرُوا نِعْمَتِيَ الَّتِي أَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ“ دو آیات ہیں جن سے صاف طور پر ظاہر ہوتا ہے کہ اصحابِ حجیم سے مراد کفار اہل کتاب ہیں۔

اور یہ بات صراحت کے ساتھ اس اثر میں موجود ہے جسے عبد بن حمید الفریابی ابن جریر اور ابن المنذر رحمہم اللہ تعالیٰ نے اپنی تفاسیر میں حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے بیان کیا ہے۔

کہ سورة بقرہ کی ابتدائی چالیس آیات مومنین کی تعریف میں ہیں اور تیرہ آیات منافقین کی صفت میں ہیں اور پھر آیت نمبر چالیس سے ایک سو بیسویں آیت تک بنی اسرائیل یعنی یہودیوں کے حق میں ہیں اس روایت کا اسناد صحیح ہے۔

اور جو چیز اس امر کو مزید مضبوط کرتی ہے وہ یہ ہے کہ سورة البقرہ مدنی ہے اور اس میں اکثر طور پر یہودیوں کو مخاطب کیا گیا ہے۔ اور مناسبت کے لحاظ سے بھی یہی پتہ چلتا ہے کہ حجیم لغت و آثار کی رو سے آگ کے اُس طبقہ کا نام ہے جو بہت بڑا ہے۔

چنانچہ ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابی مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اصحابِ حجیم کے تحت روایت نقل کرتے ہیں کہ حجیم آگ کے بہت بڑے سخت طبقہ کا نام ہے۔

## حجیم ابو جہل کیلئے ہے نہ کہ

ابن جریر اور ابن منذر رحمۃ اللہ علیہما حضرت ابن جریج رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آیت کریمہ لَهَا سَبْعَةُ أَبْوَابٍ

﴿سورة الحجر آیت ۴۴﴾

کے تحت نقل کرتے ہیں کہ دوزخ کے اُن طبقات کے نام یہ ہیں۔

﴿۱﴾ جہنم ﴿۲﴾ انطی ﴿۳﴾ حطنہ ﴿۴﴾ سعیر ﴿۵﴾ سقر ﴿۶﴾ حجیم ﴿۷﴾ ہاویہ

اور فرمایا کہ جہنم کا چھٹا طبقہ یعنی حجیم ابو جہل کے لئے ہے اور اس روایت کا اسناد صحیح ہے ابو جہل اپنے عظیم کفر سخت گناہ دعوتِ اسلام سے عناد و انحراف اور علم کے بعد انکار کرنے کے باعث اسی مقام کے لائق ہے اُس کے بارے میں تخفیفِ عذاب کا گمان بھی نہیں کیا جاسکتا۔

اب جب کہ یہ ظاہر ہے جہنم کا یہ سخت تر طبقہ حجیم بڑے سے بڑے کفر کی سزا ہے جو دعوت و تبلیغ کے وقت ابو جہل جیسے معاندین سے سرزد ہوتا تھا اور جب یہ صحیح ہے کہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قرابت

داری کی وجہ سے تمام اہل نار سے کم تر عذاب حضرت ابوطالبؑ کا ہے۔ اور آپ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت کا ادراک کر کے آپ سے حُسنِ سلوک بھی کیا اور طویل عُمر پانے کے باوجود اس دعوت کو بظاہر قبول کرنے سے رُکے بھی رہے تو پھر تجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین رضی اللہ عنہما کے جنتی ہونے میں کیا شک ہے جب کہ انہیں حضرت ابوطالب سے کہیں زیادہ اپنے بیٹے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قرابت اور محبت حاصل ہے اور ان کے لئے زمانہ فترت کا عذر بھی موجود ہے اور ان کی عمریں بھی مختصر ہیں ان شواہد کی موجودگی میں ان کے متعلق یہ غلط گمان رکھنا کہ وہ معاذ اللہ دوزخ کے سخت تر طبقہ جحیم ہیں ہیں معمولی سا ذوقِ سلیم رکھنے والے شخص کے لئے بھی ناقابلِ فہم امر ہے۔

## سند غیر معروف ہے

نیز وہ حدیث کہ جبریل علیہ السلام نے آپ کے سینہء اطہر پر تھکی دے کر کہا کہ آپ مشرک والدہ کے لئے استغفار نہ کریں تو اس کا جواب یہ

﴿ ضروری وضاحت: حضرت ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عذاب کے

حوالہ سے مندرجہ بالا روایت پر محدثین نے جرح فرمائی ہے اس کیلئے ہماری

کتاب ”ایمان ابی طالب“ کا مطالعہ فرمائیں۔ ﴿ مترجم ﴾

ہے کہ اس روایت کو علامہ بزار نے غیر معروف سند کے ساتھ نقل کیا ہے۔  
 اور وہ حدیث جس میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی والدہ  
 مکرمہ کے لئے استغفار کرنے سے منع کرنے کے لئے آیت کریمہ ”ما کان  
 للنبی والذین آمنوا ان یستغفروا للمشرکین“ نازل ہوئی ہے تو  
 اس کے متعلق بخاری مُسلم میں آیا ہے کہ یہ آیت کریمہ حضرت ابوطالب کے  
 حق میں اس وقت نازل ہوئی تھی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ  
 فرما کر ان کے لئے استغفار شروع کیا کہ جب تک مجھے منع نہ کیا گیا میں آپ  
 کے لئے استغفار کروں گا۔

## صاحب المُستدرک سہل پسند ہیں

اور وہ حدیث جس میں آپ نے بنو ملیکہ کو فرمایا کہ میری والدہ بھی  
 تمہاری ماں کے ساتھ جہنم میں ہے معاذ اللہ تو اسے امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ  
 نے المُستدرک میں نقل کرتے ہوئے اُس کی تصحیح بھی کی اور المُستدرک  
 حدیث کو صحیح قرار دینے میں جس قدر سہل پسند واقع ہوئے ہیں وہ ایک مشہور  
 بات ہے اور علوم حدیث میں یہ بات طے پا چکی ہے کہ اگر اکیلے صاحب  
 مُستدرک کسی حدیث کو صحیح قرار دیں گے تو اُن کی بات کو قبول نہیں کیا جائے گا  
 پھر علامہ ذہبی جب اس حدیث کو مختصر المُستدرک میں لائے ہیں تو آپ نے  
 وہاں حاکم کے قول کو بھی نقل کیا ہے کہ وہ اس حدیث کو صحیح قرار دیتے ہیں عقبہ

کہتے ہیں، میں نے کہا ! قسم بخدا عثمان بن عمیر کو دارقطنی نے ضعیف قرار دیا ہے پس علامہ ذہبی نے اس حدیث کے ضعیف کو واضح کیا ہے اور اس پر شرعی حلف بھی اٹھایا ہے، پس جب اس مسئلہ میں صرف ضعیف احادیث ہی پائی جاتی ہیں تو دوسری احادیث پر غور کرنے کا وسیع میدان موجود ہے۔

## دینِ حنیف پر تھے

چوتھا امر جو اس مسلک کو مدد دیتا ہے وہ یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت کے لوگوں میں سے کچھ لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین یعنی دینِ حنیف پر بھی تھے اور انہوں نے شرک کو ترک کر رکھا تھا اور جب یہ حقیقت موجود ہے تو اس کے لئے کون سا امر مانع ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین الشریفین بھی اسی مسلکِ حنیفیہ پر ہی گامزن تھے۔

چنانچہ حافظ ابوالفرج ابن جوزی نے اپنی تصنیف ”التلخیص“ میں لکھا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں بتوں کی عبادت ترک کرنے والوں کے یہ نام ہیں۔

ابو بکر صدیق، زید بن عمرو بن نفیل، عبد اللہ بن جحش، عثمان بن الحویرث، ورقہ بن نوفل، رباب بن البراء، اسعد ابو کریم حمیری، قیس بن ساعدہ ایادی، ابو قیس بن صرمتہ اتھلی۔

اور بے شک احادیث میں آیا ہے کہ زید بن عمرو بن نفیل، ورقہ بن

نوفل اور قیس بن ساعدہ دین حنیف پر تھے اور روایت کی ابن اسحاق نے اور حاشیہ میں اس کی اصل کو صحیح کہا گیا ہے کہ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے زید بن عمرو بن نفیل کو کعبہ کی دیوار سے پشت سے ٹیک لگائے ہوئے دیکھا اور وہ کہہ رہے تھے اے گروہ قریش! تم میں سے میرے سوا کوئی شخص بھی دین ابراہیم پر نہیں ہوا۔

پھر کہا اے اللہ! اگر مجھے اس طریق عبادت کا علم ہوتا جو تجھے سب سے زیادہ محبوب ہے تو میں اس طریق سے تیری عبادت کرتا لیکن مجھے اس کے متعلق علم نہیں۔

## کئی مومن تھے

میں کہتا ہوں کہ یہ روایت اس امر کی تائید کرتی ہے جو مسلک اول کے تحت بیان کیا جا چکا ہے کہ اُس وقت کوئی ایسا آدمی باقی نہ رہ گیا تھا جو دعوت و تبلیغ کا کام کرتا اور دعوت کی حقیقت سے آشنا ہوتا۔

نیز حافظ ابو نعیم علیہ الرحمۃ ”دلائل النبوت“ میں عمرو بن عبسہ سلمی سے روایت نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا میں نے دور جاہلیت ہی میں اپنی قوم کے معبودوں سے اعراض کر لیا تھا اور سمجھ لیا تھا کہ یہ معبودانِ باطلہ ہیں اور میری قوم پتھروں کی پرستش کیا کرتی تھی اور امام بیہقی اور حافظ ابو نعیم دونوں نے دلائل النبوت میں شعسی کے طریق سے جہینہ کے ابا بزرگ سے

روایت بیان کی ہے کہ عمیر بن حبیب الجہنی نے زمانہ جاہلیت میں شرک ترک کر رکھا تھا اور اللہ تبارک و تعالیٰ کے لئے نماز پڑھتے تھے حتیٰ کہ آپ نے اسلام کا زمانہ پالیا۔

نیز اشاعرہ کے امام شیخ ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہمیشہ اس سے رضا کے ساتھ رہے اور لوگوں میں اس کلام کے متعلق اختلاف ہے کہ ابوالحسن اشعری نے اس کلام میں کہا ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمیشہ ایسی حالت میں رہے کہ وہ موردِ غضب نہیں ہوئے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے علم میں یہ بات تھی کہ وہ عنقریب ایمان لا کر چُٹنے ہوئے لوگوں میں شامل ہو جائیں گے۔

حضرت علامہ شیخ تاج الدین سبکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں اگر اس سے یہ امر مراد ہے تو تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اس میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے برابر ہیں اور جو عبارت علامہ اشعری نے حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں لکھی ہے تو بات یہ ہے کہ اس سے کسی کی حق تلفی نہیں ہوئی۔

صحیح بات یہ ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق یہ بات کہیں ثابت نہیں کہ آپ نے کبھی اللہ تعالیٰ کا انکار کیا ہو شاید بعثتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قبل آپ کی حالت زید بن عمرو بن نفیل اور ان کے ساتھیوں جیسی ہو یہی وجہ ہے کہ دوسرے صحابہ کو چھوڑ کر خصوصیت کے

ساتھ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر کیا گیا ہے امام سبکی قدس  
سیرۃ العزیز کا کلام ختم ہوا۔

## والدینِ مُصطفیٰ دینِ حنیف پر تھے

امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں میں کہتا ہوں کہ یہی  
بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین کے حق میں بھی ہو  
سکتی ہے کیونکہ ان دونوں میں سے اللہ تبارک و تعالیٰ سے کفر کا حال ثابت  
نہیں۔

تو ہو سکتا ہے کہ ان دونوں کا حال بھی ویسا ہی ہو جیسا حال زید بن  
عمر و بن نفیل ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے ساتھیوں کا تھا بے  
شک ان دونوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکت سے زمانہء  
جاہلیت میں دینِ حنیف حاصل تھا۔

پس یہ دونوں بعثت سے قبل رسول کریم علیہ تحیۃ والتسلیم کے دوست  
تھے اور آپ سے بہت محبت رکھتے تھے۔

## زیادہ قربت، زیادہ نسبت

پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین رضی اللہ عنہما  
ان دونوں کی نسبت آپ کی برکت کا زیادہ استحقاق رکھتے ہیں نیز اہل



جاہلیت کے طریق سے محفوظ رہنے کے زیادہ حق دار ہیں۔

تو اگر تو یہ کہے کہ ابھی مُسلم شریف کی اس حدیث کا جواب دینا باقی ہے جسے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا گیا ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میرا باپ کہاں ہے؟

تو آپ نے فرمایا! آگ میں۔

پھر جب وہ شخص واپس ہونے لگا تو آپ نے اُسے بلا کر دوبارہ

ارشاد فرمایا کہ! میرا باپ اور تیرا باپ دونوں آگ میں ہیں۔

نیز مُسلم شریف اور ابوداؤد شریف کی وہ حدیث جو حضرت ابو ہریرہ

رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس طرح مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے اپنی والدہ محترمہ کے لئے مغفرت کی اجازت طلب کی تو آپ کو اجازت

نہ ملی تو اب تم اس عقدہ کا بھی حل بیان کرو؟

## جواب یہ ہے

میں کہتا ہوں کہ تمہارا یہ سوال سر آنکھوں پر چنانچہ اس کا جواب یہ

ہے میرا باپ اور تیرا باپ آگ میں ہیں ان لفظوں کے ساتھ اس قول پر راوی

متفق نہیں ہیں اس روایت کو حماد بن سلمہ نے ثابت بن انس رضی اللہ تعالیٰ

عنہ سے بیان کیا ہے اور یہ مُسلم میں بیان ہونے والی روایت کا ایک طریق

ہے جب کہ اس روایت کو معمر نے بھی ثابت بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی روایت کیا ہے مگر اس میں انہوں نے ہرگز یہ ذکر نہیں کیا حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ میرا باپ اور تیرا باپ آگ میں ہیں بلکہ اس روایت میں ہے۔

کہ جب تو کسی کافر کی قبر پر سے گزرے تو اُسے آگ کی وعید سنانا ان الفاظ میں حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدِ محترم کے متعلق قطعی طور پر کوئی بات نہیں پائی جاتی اور رواۃ کے لحاظ سے بھی یہ روایت زیادہ مضبوط ہے اور معمر حماد سے زیادہ مضبوط ہے حماد کے حافظہ میں بھی کلام کیا گیا ہے اور اس کی بیان کردہ احادیث میں منکر روایات بھی ہیں محدثین نے بیان کیا ہے حماد کے ایک ربیب یعنی پچھ لگ نے ان روایات کو اس کی کتب میں گھسیڑ دیا ہے۔

نیز یہ حماد کو حدیث یاد نہیں ہوتی تھی اور وہ ہم کا شکار ہو جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ بخاری نے اس سے کوئی روایت نہیں لی اور نہ ہی مسلم نے اصول میں اس کی کوئی ایک روایت قبول کی ہے۔

سوائے اس مذکورہ بالا حدیث کے جو اس نے حضرت ثابت بن انس سے روایت کی ہے۔

اور امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصنیف ”المدخل“ میں بیان کیا ہے کہ مسلم نے حماد سے اصول میں کوئی روایت نقل نہیں کی سوائے حضرت

ثابت بن انس کی روایت کے جس کا اوپر ذکر ہوا۔

اس کے برعکس معمر کے حافظہ میں کسی کو کلام نہیں اور نہ ہی اس کی بیان کردہ حدیث میں سے کسی چیز کو غیر مانوس سمجھا گیا ہے اور اس کی تخریج پر بخاری مسلم دونوں ہی متفق ہیں اور اس کی بیان کردہ حدیث کے الفاظ بھی پائیدار ہوتے ہیں۔

پھر ہمیں حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک حدیث ملی ہے جس میں جناب معمر کی روایت کی مانند الفاظ پائے جاتے ہیں جو اس نے حضرت ثابت اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بیان کی ہے۔

بزار، طبرانی، بیہقی۔ ابراہیم بن سعد کے طریق پر زہری سے وہ عامر بن سعد سے اور وہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ !

ایک اعرابی نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ میرا باپ کہاں ہے ؟

تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ! آگ میں،

اُس نے پھر سوال کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا باپ کہاں ہے ؟

تو آپ نے فرمایا ! جب بھی تو کسی کافر کی قبر کے پاس سے

گزرے تو اُسے آگ کی وعید سنانا۔

یہ اسناد، شیخین کی شرط پر ہے پس ان الفاظ پر اعتماد اور اس کا

دوسروں پر تقدم متعین ہو گیا۔

دوسری روایات پر یہ روایت مقدم ہے نیز طبرانی اور بیہقی کی بیان کردہ اس روایت کے آخر پر یہ جملہ زائدہ کہ پھر وہ اعرابی مسلمان ہو گیا تو پھر کہنے لگا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مشقت میں ڈال دیا ہے کہ جب بھی تو کسی کافر کی قبر کے پاس سے گزرے اُسے آگ کی وعید سنانا۔

ابن ماجہ میں ابراہیم بن سعد زہری کے طریق پر مروی ہے کہ سالم اپنے باپ سے حدیث بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ایک اعرابی نے آکر عرض کی کہ یا رسول اللہ! میرا باپ صلہ رحمی کرتا تھا وہ کہاں ہے؟

تو آپ نے فرمایا!

کہ آگ میں ہے اُسے اس بات کے سُننے سے غم محسوس ہوا اور کہنے

لگا یا رسول اللہ! آپ کا باپ کہاں ہے؟

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب تو کسی مُشرک کی قبر کے پاس سے گزرے تو اُسے آگ کی وعید سنانا۔

راوی کہتا ہے کہ اعرابی نے بعد میں اسلام قبول کر لیا اور کہا کہ مجھے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مشقت میں ڈال دیا ہے کہ جب تو کسی

کافر کی قبر کے پاس سے گزرے تو اُسے آگ کی وعید سنانا۔

## راوی کا تصرف

بلاشبہ اس اضافہ نے وضاحت کر دی ہے کہ یہ عمومی الفاظ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک سے صادر ہوئے اعرابی نے انہیں ایک ایسا حکم تصور کیا جو قبولِ اسلام کے بعد بھی پابندی کا مقتضی ہے اور اس کی پابندی کے بغیر اُسے کوئی چارہ نظر نہیں آیا اور اگر پہلے الفاظ کے ساتھ جواب دیا جائے تو اس میں قطعاً کسی چیز کا حکم نہیں پایا جاتا البتہ پہلے جملہ میں راوی کا تصرف معلوم ہوتا ہے جو اُس نے اپنے فہم کے مطابق روایت بالمعنی کی صورت میں کیا۔

اور اس قبیل کی روایات بخاری مُسلم میں بھی کثیر تعداد میں موجود ہیں جن کے الفاظ میں راوی نے تصرف کیا ہے اور مُسلم کی دوسری حدیث حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بسملہ کی قرأت کی نفی میں آئی ہے زیادہ پائیدار ہے۔

اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تعلیل کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ یہ حدیث بسملہ کے سماع کی نفی میں ایک اور طریق سے بھی آئی ہے لیکن راوی نے نفی سماع کو نفی قرأت سمجھا اور اپنے فہم کے مطابق اس کی روایت بالمعنی بیان کر دی اور اسکے بیان میں خطا کا ارتکاب کیا۔

## مُسلم کا جواب مُسلم سے

اور ہم اس مقام پر حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد گرامی کے متعلق آنے والی مُسلم کی حدیث کے جواب میں وہ نظیر پیش کریں گے جو ہمارے امام امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے بسملہ کی قرأت کی نفی میں مُسلم میں آنے والی اس حدیث کے جواب میں پیش کر رکھی ہے۔

پھر اگر پہلے الفاظ پر راویوں کا اتفاق فرض کر لیا جائے تو وہ پہلے دلائل کے معارض ہوگا اور جب دوسرے دلائل صحیح حدیث کے معارض ہوں تو حدیث ان سے راجح ہو جاتی ہے اور اس کی تاویل کرنا ضروری ہو جاتا ہے، اور دلائل کو حدیث پر مقدم کرنا علم اصول کا قاعدہ ہے اور اس آخری جواب سے اس حدیث کا جواب دیا جائے گا جس میں حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی والدہ مکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لئے استغفار کی اجازت نہ ملنے کا ذکر ہے حالانکہ یہ بھی ممکن ہے کہ اس میں اس امر کا بھی ادعا ہو کہ یہ صورت ہمیشہ لازم نہیں رہے گی اور اس کی دلیل یہ ہے کہ آغاز اسلام میں مقروض مسلمان پر نماز پڑھنا منع تھا ہو سکتا ہے کہ آپ کی والدہ ماجدہ سلام اللہ علیہا پر کفر کے سوا دیگر قسم کے تاوان ہوں جن کی وجہ ان کے استغفار سے منع کیا گیا ہو۔

اور پہلا جواب یہ ہے کہ آپ نے فرمایا! بیٹھ جاؤ اور فی الجملہ یہ بھی

ایک تاویل ہے کہ سائل نے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد گرامی کے متعلق پوچھنے کا ارادہ کیا مگر اُس نے حُسنِ ادب کے پیش نظر سوال پوچھنے سے پہلو تہی کی۔

حاکم نے المُستدرک میں لقیط بن عامر سے اسے صحیح قرار دیا ہے کہ وہ نہیک بن عاصم بن مالک بن المثنیٰ کے ہمراہ حضور رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے بیان کیا کہ ہم رجب المرجب کا مہینہ گزرنے کے بعد مدینہ منورہ زاد اللہ شرفہا میں پہنچے اور فجر کی نماز حضور رسالت مآب علیہ التحیات والتسلیمات کے ساتھ پڑھی اور بعد نماز آپ نے منبر پر کھڑے ہو کر خطاب فرمایا اور یہ حدیث بھی ارشاد فرمائی تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم میں سے جو شخص دُور جاہلیت میں فوت ہوا کیا اُسے بھی کوئی بھلائی پہنچے گی؟

تو آپ کے جواب سے قبل ایک مُعزز قریشی نے مجھے کہا تیرا باپ المثنیٰ آگ میں ہے اُس نے علی الاعلان لوگوں کے سامنے میرے باپ کے متعلق یہ بات کی تو میرے چہرے کی جلد اور گوشت کے درمیان ایک تپش سی محسوس ہوئی اور میں نے خیال کیا کہ آپ سے پوچھوں کہ یا رسول اللہ! آپ کے والد کہاں ہیں؟

پھر میں نے غور کیا تو مجھے یہ بات زیادہ بہتر معلوم ہوئی اور میں نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کے اہل کہاں ہیں؟

آپ نے میری بات کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ جب تو کسی قریشی یا عامری مُشرک کی قبر پر جائے تو اُسے کہنا کہ مجھے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تیرے پاس بھیجا ہے اور اُسے وہ وعید سنا دینا جس سے تجھے تکلیف پہنچی ہے۔

اس روایت میں کوئی اشکال موجود نہیں اور یہ روایت اس قسم کی تمام روایات سے زیادہ واضح ہے۔

## دوسری تقریر

اس بات سے کون سا امر مانع ہے کہ سائل نے حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہی پوچھا ہو کہ آپ کا باپ کہاں ہے؟ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں آپ کا قول ان ابی آیا ہے تو اگر بالفرض محال یہ ثابت بھی ہو جائے تو اس سے مراد آپ کے چچا ابو طالب ہوں گے نہ کہ آپ کے والد حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

اور اس جگہ دو باتیں اس حدیث کی ترمیم کرتی ہیں اول یہ کہ اس حدیث کا اطلاق آپ کے زمانے میں بھی حضرت ابو طالب کے بارے میں ظاہر و باہر تھا یہی وجہ ہے کہ کفار حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کرتے تھے کہ آپ اپنے بیٹے سے کہہ دیجئے کہ وہ ہمارے معبودوں کو بُرا بھلا کہنے سے باز آ جائے اور ایک مرتبہ حضرت ابو طالب نے کفار کا یہ پیغام آپ



کو دیا بھی تھا۔

اور ایک بار حضرت ابوطالب کو کفار مکہ نے یہ پیش کش کی کہ تم اپنا بیٹا ہمیں دے دو تا کہ ہم اسے معاذ اللہ قتل کر دیں اور اس کی جگہ تم اس لڑکے کو لے لو تو حضرت ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں فرمایا تھا کیا خوب! تمہیں اپنا بیٹا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دے دوں کہ تم اسے قتل کر دو اور میں اس کی جگہ تمہارے بیٹے کو لے کر اسکی پرورش کروں۔

نیز یہ کہ جب حضرت ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ شام کے سفر کو تشریف لے گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی آپ کے ساتھ تھے راستہ میں بحیرا راہب سے ملاقات ہوئی تو اس نے حضرت ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ اس صاحبزادے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آپ کا کیا رشتہ ہے تو حضرت ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب میں فرمایا تھا کہ یہ میرا بیٹا ہے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو بحیرا راہب نے کہا اس بچے کا باپ زندہ نہ ہونا چاہیے پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں ہی حضرت ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والد کے نام سے پکارے جاتے تھے اور یہ بات ان کے لئے شائع و متعارف تھی کیونکہ آپ حضور سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا پرورش کنندہ محافظ و مددگار اور بچپن ہی سے کفالت فرمانے والے تھے پس ان کے بارے میں سوال کرنے کا گمان ہو سکتا ہے۔

اور دوسرا امر یہ کہ اس حدیث کے مشابہ ایک حدیث میں حضرت ابو طالب کا ذکر ایک واقعہ کے ضمن میں آیا ہے۔

## مشرکین کی قبریں آگ کا انگارہ

امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ أم المؤمنین حضرت أم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت نقل کرتے ہیں کہ حجۃ الودع کے دن حارث بن ہشام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے کہا کہ یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ ترغیب دیتے ہیں کہ صلہ رحمی کی جائے، ہمسایوں سے اچھا سلوک کیا جائے، یتیموں کی پرورش کی جائے، مہمان نوازی کی جائے اور مسکینوں کو کھانا کھلایا جائے اور یہ سب امر میرا باپ ہشام بن مغیرہ بجالاتا تھا یا رسول اللہ آپ کا اس کے متعلق کیا گمان ہے؟

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا! ہر وہ قبر جس کے مکین نے لا الہ الا اللہ کی گواہی نہیں دی وہ قبر آگ کا انگارہ ہے اور میں نے اپنے چچا حضرت ابو طالب کو آگ کے سمندر میں تیرتے دیکھا تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے میرے ساتھ ان کے تعلق اور حسن سلوک کی وجہ سے انہیں وہاں سے نکال کر ان کے لئے وہ جگہ مقرر کر دی جہاں ان کے ٹخنوں تک آگ کے شعلے پہنچتے ہیں۔

ایک گروہ کو ان سب جوابات سے طمانیت و تسکین حاصل ہوئی ہے اور ان دونوں یعنی آپ کے والدین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارے میں آنے والی احادیث کے متعلق وہ کہتے ہیں کہ یہ منسوخ ہو چکی ہیں جیسا کہ انہوں نے ان احادیث کا جواب دیا ہے جن میں ہے کہ مُشرکین کے بچے آگ میں ہیں اور ان کا ناسخ اللہ تبارک و تعالیٰ کا یہ ارشاد بتایا ہے کہ !

” وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ .“

اور کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گی۔

﴿سورة الزمر آیت ۷﴾

اور حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ابوین کریمین کا ناسخ اللہ تبارک و تعالیٰ کا یہ فرمان مقدس ہے کہ !

” وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّىٰ نَبْعَثَ رَسُولًا “

کسی قوم کو اس وقت تک مُعذِّب نہیں کرتے جب تک اُس میں اپنا رسول نہ بھیجیں۔

﴿سورة بنی اسرائیل آیت ۱۵﴾

اور یہ بھی ایک پُر لطف بات ہے کہ فریقین کے بارے میں دونوں جملے ایک ہی آیت میں اکٹھے اور تطمِیم کلام میں متعاطف و متناسق آئے ہیں نیز یہ ایک مختصر اور مُفید جواب ہے جو تمام جوابات سے مُستغنی کر دیتا ہے مگر یہ

جواب دیگر مسالک کی بجائے مسلکِ اول کے مطابق ہوگا جیسا کہ یہ واضح ہی ہے اس لئے ہم نے مسلکِ ثانی کے جوابات لکھنے میں اس سے حُجَّت پکڑی ہے۔

تمہ !

بے شک بخاری کی حدیث میں ثابت ہے !

کہ اہلِ نار میں سب سے کم تر عذاب حضرت ابوطالب کا ہے اور وہ آگ میں مقامِ صحیح پر ہیں جہاں اُن کے پاؤں میں آگ کی جوتیاں ہیں جن کی وجہ سے ان کا دماغ کھولتا ہے اور یہ اس پر دلیل ہے کہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین ہرگز آگ میں نہیں ہیں۔ اور اگر وہ معاذ اللہ آگ میں ہوتے تو یقیناً اُن کا عذاب حضرت ابوطالب سے بھی کم ہوتا کیونکہ انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیادہ قربت نصیب ہے اور ان کے لئے واضح ترین عذر موجود ہے کہ انہوں نے بعثتِ مصطفیٰ کا زمانہ نہیں پایا اور نہ ہی ان دونوں پر اسلام پیش کیا گیا ہے کہ وہ بخلاف حضرت ابوطالب کے اسے قبول کرنے سے رُک گئے ہوں۔

بے شک پیغمبرِ صادق و مصدق حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خبر دی ہے کہ حضرت ابوطالب کا عذاب سب اہلِ نار سے کم تر ہے اور لہذا یقینی امر ہے کہ سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین

آگ میں نہیں ہیں اور اہل اصول کے نزدیک اس کا نام دلالت الاشارہ ہے۔

حاشیہ! حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمینِ طیبین و طاہرین کی طرح آپ کے عمِّ محترم و مکرم حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایمان اور عدم ایمان میں اختلافِ روایات موجود ہے میں نے ساہا سال کی سعی و جہد کے بعد حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جاں نثار چچا اور امیر المؤمنین شیر خدا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے والد گرامی حضرت ابو طالبؓ کے ایمان کے اثبات میں ۱۵۰۰ صد صفحات پر مشتمل دو جلدوں میں ضخیم کتاب مسمیٰ بہ ”عیون المطالب فی اثبات ایمان ابی طالب“ لکھنے کی سعادت حاصل کی ہے جو شائع ہو چکی ہے

اس کتاب کے مطالعہ سے آپ پر ان تمام روایات کی حقیقت واضح ہو جائے گی جو حضرت ابو طالب کے عدم ایمان پر پیش کی جاتی ہیں علاوہ ازیں حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عقیدہ توحید پر ہونا قطعی طور پر ثابت ہو جاتا ہے جبکہ حضرت امام جلال الدین سیوطی بھی اس امر کے مقرر ہیں کہ حضرت ابو طالبؓ کا یہ کہنا کہ میں ملت عبدالمطلب پر ہوں حضرت عبدالمطلب کے عقیدہ توحید کے خلاف وہ زبردست شہادت ہے جس کا کوئی جواب نہیں بن پڑتا۔ ﴿مترجم﴾

## میدانِ جدل

اس زمانہ میں اکثر لوگ جدل و مناظرہ میں اُلجھے ہوئے ہیں خاص طور پر زیرِ بحث مسئلہ میں اکثر لوگ مصروفِ مجادلہ ہیں حالانکہ وہ طریقِ استدلال سے ہی ناواقف ہیں تو ان کے ساتھ کلام کرنا ضیاعِ محض ہے۔ مگر میرا طریقِ بحث یہ ہے کہ میں مجادلہ کرنے والے کے متعلق غور و فکر کرتا ہوں اور اس سے اس طریقہ پر بحث کرتا ہوں جو اُس کے ذہن کے قریب ہوتا ہے۔

چونکہ اکثریت ایسے لوگوں کی ہے جو کہتے ہیں کہ جب حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین کا معاذ اللہ جہنمی ہونا صحیح مسلم سے ثابت ہے تو اس کے خلاف کیوں کہا جاتا ہے۔

## اگر شافعی ہو

تو اس کا جواب اس طرح ہے کہ اگر ایسی بات کرنے والا ہمارے مذہب یعنی شافعی المذہب ہونے سے متعلق ہے تو اُس کے لئے میں کہتا ہوں کہ

صحیح مسلم سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز میں بسم اللہ الرحمن الرحیم نہیں پڑھی اور تم بغیر بسملہ کے نماز کو درست قرار نہ دے۔

دیتے۔

نیز بخاری مسلم میں ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم امام مقرر کر کے مقتدی بن جاؤ تو اس کے ساتھ ہرگز اختلاف نہ کرو بلکہ جب وہ رکوع کرے تم بھی رکوع کرو اور جب وہ اٹھے تو تم بھی اٹھو اور جس وقت وہ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمَدَهُ کہے تو تم رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ کہو اور جب وہ بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم سب بھی بیٹھ کر نماز پڑھو۔

مگر جب امام سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمَدَهُ کہتا ہے تو تم بجائے رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ کہنے کے امام کی طرح ہی سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمَدَهُ کہتے ہو اور جب امام کسی عذر کی وجہ سے بیٹھ کر نماز پڑھتا ہے۔

تو تم کھڑے ہونے پر قادر ہونے کی وجہ سے اس کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھتے ہو اور ”صلى جالساً فصلوا جلوساً اجمعون“ سے مخالفت کرتے ہوئے اس کے پیچھے بیٹھ کر نماز نہیں پڑھتے اور بخاری و مسلم میں حدیث تیمم میں ثابت ہے کہ بے شک تمہارے لئے تیمم میں دونوں ہاتھوں کی ایک ضرب کافی ہے۔

اور پھر بائیں ہاتھ کو دائیں ہاتھ پر اور دونوں ہتھیلیوں کی بیرونی جانب اور چہرے پر پھیر لو۔

مگر تم اس کے برعکس تیمم کے لئے ایک ضرب کو کافی سمجھتے ہو اور اس کے ساتھ کہنیوں تک مسح نہیں کرتے۔

اور نہ ٹخنوں تک مسح کو کافی سمجھتے ہو پس آپ ان احادیث کی کیسے مخالفت کرتے ہیں جو صحیحین سے ثابت ہیں یا ان دونوں میں سے کسی ایک صحیح میں پائی جاتی ہیں۔

پس جس شخص کو علم کی ہوا بھی لگی ہے اس کے لئے یہ کہنا ضروری ہے کہ ان احادیث کے معارض مجھے دلائل مل گئے ہیں اس لئے میں نے انہیں مقدم کیا ہے۔

تو میں اسے کہتا ہوں کہ یہ معاملہ بھی اسی طرح کا ہے اور اس پر اسی طریقہ سے حجت قائم کی جاسکتی ہے پس یہ طریق اسے اور اس کے ہم نواؤں کو ملزم کرنے والا ہے۔

## اگر مالکی ہو

اور اگر مناظر مالکی المذہب ہو تو میں اسے کہتا ہوں کہ، ﴿۱﴾ بخاری شریف اور مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ جب تک خرید و فروخت کرنے والے الگ الگ نہ ہو جائیں تو انہیں اختیار ہے۔ مگر آپ خیارِ مجلس کا اثبات نہیں کرتے۔

اور مسلم شریف سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وضو فرمایا اور پورے سر کا مسح نہیں فرمایا تو آپ جواب میں یہی کہیں گے کہ اس کے معارض دلائل کو میں نے مقدم کیا ہے۔



تو میں اسے کہتا ہوں کہ ہمارا معاملہ بھی اسی طرح کا ہے۔

## اگر حنفی ہے

اور اگر جھگڑا کرنے والا شخص حنفی المذہب ہے تو ہم اس کے لئے یہ کہیں گے کہ اور بے شک صحیح بخاری میں ثابت ہے کہ اگر کتا کسی برتن میں ایک دفعہ منہ ڈال دے تو اس برتن کو سات مرتبہ دھونا چاہیے مگر کتے کی اس نجاست کو دور کرنے کے لئے آپ اس شرط کو قائم نہیں رکھتے۔

﴿۲﴾ اور بلاشبہ بخاری مسلم کی حدیث سے یہ ثابت ہے کہ بغیر سورۃ فاتحہ پڑھنے کے نماز نہیں ہوتی مگر آپ بغیر سورۃ فاتحہ کے نماز کو صحیح سمجھتے ہیں۔

﴿۳﴾ اور بخاری مسلم کی حدیث سے ثابت ہے کہ،  
تو سیدھا کھڑا ہو جائے مگر آپ اطمینان کے ساتھ سیدھے ہوئے بغیر نماز کو درست خیال کرتے تھے۔

﴿۴﴾ اور حدیث میں صحت کے ساتھ ثابت ہے کہ جب پانی دو قلوں یعنی بارہ سو رطل کے برابر ہو جائے تو وہ نجاست کو برداشت نہیں کر سکتا مگر آپ پانی کی اس مقدار کو طہارت کے لئے معتبر نہیں سمجھتے۔

﴿۵﴾ اور بخاری مسلم کی حدیث میں صحت کے ساتھ ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدبر غلام کی بیع کی ہے اور آپ یعنی

احناف مدبر کی بیع کے قائل نہیں۔

تو بتائیے کہ آپ ان صحیح احادیث کی مخالفت کیسے کرتے ہیں ؟

وہ جواب دیتا ہے کہ اس کے معارض دلائل مجھ مل گئے تھے اور میں

نے انہیں ان احادیث پر مقدم کر لیا ہے۔

تو میں کہتا ہوں کہ ہمارا یہ استدلال بھی اسی کی مثل ہے۔

## اگر حنبلی ہے

اور اگر جھگڑا کرنے والا شخص حنبلی المسلمک ہے تو ہم اسے کہیں گے

کہ بے شک بخاری اور مسلم میں ثابت ہے کہ جس نے شک کے دن روزہ

رکھا اس نے ابوالقاسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کا انکار کیا۔

﴿۲﴾ اور بخاری مسلم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

کہ رمضان شریف سے ایک یا دو روز پہلے روزہ نہ رکھو۔

مگر تم کہتے ہو کہ شک کے دن روزہ رکھا جاسکتا ہے۔

ہم پوچھتے ہیں کہ اب آپ فرمائیں کہ بخاری مسلم کی احادیث سے

آپ کی یہ مخالفت کیسی ہے ؟

تو آپ جواب دیں گے کہ اس کے معارض دوسرے دلائل مل گئے

تھے اس لئے میں نے انہیں اس حدیث پر مقدم کر لیا ہے۔

لہذا ہم بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین شریفین

رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ایمان کے خلاف آنے والی احادیث پر اسی طریقہ سے استدلال قائم کرتے ہیں۔

## بات کرنے کا سلیقہ ہے

خاتم حفاظ مصر سیدنا امام جلال الدین سیوطی قدس سرہ اس کے بعد فرماتے ہیں کہ میں نے جو امور بیان کئے ہیں عصر حاضر لوگوں کے اذہان کے قریب تر ہیں اور اگر کوئی مناظر ان لوگوں میں سے ہے جو کتابت حدیث کرتے ہیں اور علم فقہ اس کے پاس نہیں تو اُسے کہا جائے گا کہ پہلے لوگوں کا قول ہے کہ!

وہ محدث جو فقہ سے بے بہرہ ہے اس کی مثال ایسے ہے جیسے کہ وہ عطار جس کی دکان سے ادویات تو مل جاتی ہیں مگر وہ یہ نہیں جانتا کہ یہ دوائیں کس کام آتی ہیں۔

اور وہ فقیہ جو علم حدیث سے ناواقف ہے ایسا ہے جیسے کوئی شخص طبیب تو ہے اور جانتا ہے کہ فلاں فلاں دوا کارگر ہوگی مگر عطار نہ ہونے کی وجہ سے اس کے پاس ادویات ہی موجود نہیں۔

مگر بھم اللہ تعالیٰ میرے پاس حدیث، فقہ، اصول تمام آلات عربیہ معانی، بیان سب چیزیں جمع ہیں۔

اس کے علاوہ مجھے بات کرنے کا سلیقہ بھی آتا ہے اور یہ بھی جانتا

ہوں کہ مجھے کیسے استدلال کرنا چاہئے اور کیسے ترجیح دینی چاہیے۔

## یہ تیرے بس کا روگ نہیں

مگر اے مجھ سے مخالفت کرنے والے بھائی اللہ تجھے توفیق عطا فرمائے یہ تیرے بس کا روگ نہیں ہے کیونکہ توفیق، اصول، آلاتِ عربیہ اور حدیث کے متعلق کلام کرنے کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتا اور حدیث سے استدلال کرنا آسان کام نہیں اور جو شخص ان علوم کا جامع نہ ہو اس کے لئے اس بارے میں گفتگو کا اقدام کرنا جائز نہیں ہوگا اور جب تم سے کسی حدیث کے متعلق پوچھا جائے تو اتنا ہی کہہ دیا کرو کہ یہ حدیث کتب میں آئی ہے یا نہیں آئی اور حفاظِ حدیث نے اسے صحیح حسن یا ضعیف قرار دیا ہے مگر تمہارے لئے فتویٰ دینا اس وقت جائز ہوگا جب تم اس مقام کو حاصل کر لو گے جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے اور یہ کام ان لوگوں کے لئے چھوڑ دے جو اس کے اہل ہیں۔

بزرگی کو وہ کھجور نہ سمجھ لے جو تو کھا رہا ہے تو ایلوا کھائے بغیر بزرگی کو ہرگز حاصل نہیں کر سکتا۔

## چاروں مذاہب کیلئے

پھر ایک اور بات بھی ہے جو میں مذاہبِ اربعہ کے سب مقلدین

سے کہنا چاہتا ہوں کہ مسلم نے اپنی صحیح میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی امارت کے ابتدائی دور میں تین طلاقوں کو ایک طلاق شمار کیا جاتا تھا چنانچہ میں طالب علم سے کہتا ہوں کہ کیا تم بھی اس حدیث کے مقتضی کے مطابق فتویٰ دیتے ہو کہ جو شخص اپنی بیوی کو بیک وقت تین طلاقیں دے دے اسے فقط ایک ہی طلاق ہوتی ہے؟ اگر وہ جواب دے کہ ہاں! اُسے ایک ہی طلاق ہوتی ہے تو میں اس سے اعراض کر لیتا ہوں اور اگر وہ جواب دے کہ نہیں! تین طلاقیں ہوتی ہیں تو میں اسے کہوں گا کہ تو صحیح مسلم کی حدیث کی کیسے مخالفت کرتا ہے؟ اور اگر وہ کہے کہ اس حدیث کے معارض احادیث بھی موجود ہیں تو میں اسے کہوں گا کہ اس معاملہ کو بھی اس جیسا ہی سمجھ لو اس تمام سیاق کا مقصود یہ ہے کہ صحیح مسلم کی ہر حدیث کے معارض حدیث موجود ہونے کی وجہ سے اس کے مطابق فتویٰ نہیں دیا جاتا۔

# تیسرا مسالک

آپ ﷺ کے والدین کا زندہ ہونا

## حضور کے والدین ایمان لائے

اللہ تبارک و تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے آپ کے والدین کو زندہ فرمایا اور وہ آپ پر ایمان لائے اس مسلک کی طرف حفاظ محمد ثین کے طائفہ کثیرہ کا میلان پایا جاتا ہے جن میں ابن شاہین، حافظ ابو بکر خطیب بغدادی، امام سہلی، امام قرطبی، محبت طبری اور علامہ ناصر لادین دمشقی وغیرر حمہم اللہ جمعین شامل ہیں۔

ان حضرات نے اس مسلک کا استدلال اس روایت سے کیا ہے جسے علامہ ابن شاہین نے ”الناسخ والمنسوخ“ میں حافظ ابو بکر خطیب بغدادی نے ”السابق واللاحق“ میں امام دارقطنی اور ابن عساکر نے ”غریب مالک“ میں ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ضعیف سند کے ساتھ بیان کیا ہے آپ فرماتی ہیں !

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمارے ساتھ آخری حج کیا اور آپ حجوں کی گھائی سے نہایت غمزہ حالت میں تشریف لا کر میرے پاس سے گزرے اور پھر آپ نیچے اتر کر طویل عرصہ تک وہاں قیام

پذیر رہے اور پھر جب آپ وہاں سے لوٹ کر میرے پاس تشریف لائے تو آپ نہایت شادمان و شگفتہ خاطر تھے اور آپ کے ہونٹوں پر تبسم کھیل رہا تھا۔ میں نے آپ سے اس خوشی کے متعلق دریافت کیا۔

تو آپ نے فرمایا کہ ! میں نے اپنی والدہ محترمہ کی قبر پر جا کر اللہ تعالیٰ سے ان کو زندہ کرنے کی دعا کی تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے انہیں زندہ فرما دیا اور وہ مجھ پر ایمان لے آئیں پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں واپس بلا لیا۔

## یہ حدیث ضعیف ہے موضوع نہیں

اس حدیث پاک کے ضعیف ہونے پر محدثین کا اتفاق ہے بلکہ بعض نے اسے موضوع بھی کہا لیکن درست بات یہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے موضوع نہیں۔

میں نے اس امر کی وضاحت کے لئے ایک جز علیحدہ تالیف کر رکھی ہے اور امام سہلی نے ”الروض الانف“ میں اسے ایک سند سے بیان کیا ہے اور فرمایا ہے کہ اس روایت میں دو راوی غیر معروف ہیں ان کی روایت ہے کہ !

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رب کریم کے حضور میں دعا کی کہ میرے والدین کو زندہ کیا جائے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی خاطر ان کو زندہ فرما دیا اور وہ



آپ پر ایمان لائے اور پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں وفات دے دی۔

## خُدا کی قُدْرَت

حضرت امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ اس روایت کو بیان فرمانے کے بعد فرماتے ہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کو ہر چیز پر قُدْرَت حاصل ہے اور اس کی رحمت و قدرت کسی امر میں در ماندہ اور کمزور نہیں اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس بات کے مُستحق ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں جس بزرگی اور خصوصیت سے چاہے نوازے۔

## حدیث کا تعارض نہیں

اور حضرت امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ زندہ کرنے والی حدیث کا نہی عن السننہ رواہی حدیث سے کوئی تعارض نہیں اور اس کی دلیل ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بیان کردہ وہ حدیث ہے جس میں حجۃ الوداع کا واقعہ ذکر کیا گیا ہے اسی وجہ سے علامہ ابن شاہین رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو دوسری حدیث کا نسخ قرار دیا ہے۔

## حضور کے لئے احیائے موتی

علامہ ناصر الدین منیر مالکی رحمۃ اللہ علیہ کتاب ”المقتضی فی شرف المصطفیٰ“ میں فرماتے ہیں کہ ہمارے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے

مردوں کو زندہ کیا گیا اور یہ واقعہ حضرت عیسیٰ علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے واقعات کی مثل و نظیر ہے یہاں تک کہ آپ نے مزید وضاحت سے فرمایا کہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کفار کے لئے استغفار سے منع فرمایا گیا تو آپ نے اللہ تعالیٰ کے حضور میں دعا کی میرے والدین کو زندہ کر دیا جائے چنانچہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کی خاطر آپ کے والدین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو زندہ فرمایا اور وہ آپ پر ایمان لائے اور آپ کی تصدیق کی اور حالت ایمان میں فوت ہوئے۔

## والدینِ مُصطفیٰ کا زندہ ہونا عقلاً و شرعاً

حضرت امام قرطبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل آپ کے وصال مبارک تک مسلسل ظہور پذیر ہوتے رہے اور یہ بات بھی آپ کے فضائل میں ہے نیز یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا زندہ ہونا اور ایمان لانا عقلاً اور شرعاً ممتنع نہیں۔

قرآن مجید میں بنی اسرائیل کے مقتول کا اپنے قاتل کے متعلق اطلاع دینے کا ذکر موجود ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی مردوں کو زندہ فرمایا کرتے تھے اسی طرح اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہمارے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھوں پر مردوں کی ایک جماعت کو زندہ فرمایا۔

پس جب یہ امور ثابت ہیں تو حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے زندہ کرنے کے بعد ایمان لانے میں بھی کوئی امتناع نہیں بلکہ یہ تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فضل و کرامت میں اضافہ کا باعث ہے۔

## بلندی کی طرف

جناب حافظ فتح الدین بن سید الناس رحمۃ اللہ علیہ اپنی سیرت کی کتاب ”عیون الاثر“ میں حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے زندہ ہونے کے واقعہ کے بعد بیان کرتے ہیں کہ تعذیب کے بارے میں جو احادیث آئی ہیں ان کے درمیان بعض اہل علم کے تطبیق دینے کا ذکر کیا ہے جس کا ما حاصل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ ہی مقامات رفیعہ اور درجات عالیہ کی طرف بلند ہوتے رہے یہاں تک کہ آپ کا وصال مبارک ہو گیا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے قُربِ خاص میں جگہ دی۔

پس یہ جائز ہے کہ یہ درجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حاصل ہو کیونکہ آپ کے لئے اس سے قبل اس درجہ کا ظہور نہ ہوا تھا اور زندہ کرنے اور ایمان لانے کا واقعہ ان احادیث سے بعد کا ہے پس ان کے درمیان کوئی تعارض نہیں پایا جاتا اور اس کی طرف بعض علماء نے اشارہ کیا ہے۔

## ماں، ماں ہے

بعد ازاں حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خبر و ما اسداہ بیان کی ہے اور یہ اس وقت کی بات ہے جب حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کے پاس تشریف لائیں تو یہ والدہ کی طرف سے انہیں دودھ پلانے کی جزا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں جزائے عظیم ملے گی۔

اور مجھے حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ مکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں یہی اُمید ہے کہ ان پر احسانات و انعامات ہوں گے کیونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے انہیں زندہ فرمایا اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائیں اور اور یہ بات سب کو معلوم ہے انہوں نے سعادت سے ایسے ہی حصہ لیا جیسا کہ حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ملا۔

اگرچہ یہ بات بھی مسلم ہے کہ بسا اوقات انسان کو شقاوت کے بعد سعادت حاصل ہوتی ہے۔

## اُس کے فضل کو تم بھی مان لو

حافظ ثمس الدین بن ناصر الدین دمشقی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ”مورد الصادی فی مولد الہادی“ میں مذکورہ بالا حدیث بیان کرنے کے بعد اپنی رائے کا اظہار فرماتے ہیں کہ،

اللہ تبارک و تعالیٰ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر مزید افضال و اکرام نازل فرمائے وہ آپ پر بڑا ہی مہربان ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کے والدین کو زندہ فرمایا تاکہ وہ آپ پر ایمان لائیں یہ اس کا آپ پر بڑا ہی لطیف فضل ہے اور تم بھی اس بات کو تسلیم کر لو کہ وہ ایسے امور پر قدیم سے ہی قدرت رکھتا ہے اگرچہ اس بارے میں بیان ہونے والی حدیث ضعیف ہے،

## خاتمہ نہ ماننے والے

علماء کے ایک گروہ کے نزدیک یہ مسالک مضبوط اور قوی نہیں ہیں اور انہوں نے مسلم کی دو حدیثوں وغیرہما کو نسخ کے دعویٰ سے عدول کئے بغیر اپنی ظاہری صورت پر قائم رکھا ہے اور ساتھ ہی کہا ہے کہ کسی کے لئے اس بات کا بیان کرنا جائز نہیں۔

## لعنت نہ خریدو

حضرت امام سہلی "الروض الانف" میں مسلم کی حدیث بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے متعلق ایسی کوئی بات کرنا جائز نہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ زندوں کو مردوں کے باعث ایذا نہ دو اور اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے !

إِنَّ الدِّينَ يُؤَدُّونَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ . الْاِيَةِ،

﴿سورة الاحزاب آیت ۵۷﴾

ابوبکر بن العربی مذہب مالکیہ کے اماموں میں سے ہیں جب اُن سے پوچھا گیا۔

کہ جو شخص یہ کہے کہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین آگ میں ہیں اُس کے بارے میں کیا حکم ہے ؟

اُنہوں نے فرمایا کہ ! اللہ تبارک و تعالیٰ کے فرمان ”إِنَّ الدِّينَ يُؤَدُّونَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ“

﴿سورة الاحزاب آیت ۵۷﴾

کے مطابق یہ بات کہنے والا شخص ملعون ہے اور اس سے بڑھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے اور اذیت کیا ہوگی کہ آپ کے والدین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارے میں یہ کہا جائے کہ وہ آگ میں ہیں۔

**حضور کو ایذا دینا غیر مشروط منع ہے**

بعض علماء پانچویں قول کی طرف گئے ہیں اور یہ ہے کہ اس بارے میں کوئی بات نہ کی جائے چنانچہ شیخ تاج الدین الفاکہانی اپنی کتاب ”الفجر المنیر“ میں فرماتے ہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ آپ کے والدین کے حالات کو

زیادہ جانتا ہے۔

اور باجی شرح موطا میں فرماتے ہیں کہ بعض علماء نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مباح فعل سے ایذا دینا بھی جائز نہیں جب کہ دوسرے لوگوں کو مباح فعل سے ایذا دینا جائز ہے کیونکہ آپ کے علاوہ کسی دوسرے کو مباح فعل سے ایذا دینے سے ہمیں منع نہیں کیا گیا اور نہ ہی فعلِ مباح کرنے والا گنہگار ہوتا ہے اگرچہ اس سے دوسرے کو تکلیف ہی کیوں نہ پہنچتی ہو۔

یہی وجہ ہے کہ جب ابو جہل کی بیٹی سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نکاح کی بات ہوئی تو حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا فاطمہ سلام اللہ علیہا میرے جسم کا ٹکڑا ہے اور میں اللہ تعالیٰ کے حلال کردہ امر کو حرام نہیں کرتا؛ مگر خدا کی قسم رسولِ خدا کی بیٹی اور دشمنِ خدا کی بیٹی ایک آدمی ہاں جمع نہیں ہو سکتیں،

چنانچہ مؤلف نے دونوں پر حکم قرار دیا کہ حضور رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فعلِ مباح سے بھی تکلیف نہیں دینی چاہیے، اور اس پر اللہ تعالیٰ کے فرمان سے حجت پکڑی ہے کہ

”إِنَّ الْمَدِينَةَ يُؤَدُّونَ لِلَّهِ وَرَسُولِهِ لَعَنَهُمُ اللَّهُ

فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ“

یعنی جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ

وسلم کو ایذا دیتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت

ہے۔

﴿سورة الاحزاب آیت ۵۷﴾

پس مومنین پر شرط لگا دی گئی کہ وہ بغیر دوسروں کے کسی فعل کے ان کو

ایذا نہ دیں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایذا دینا خصوصیت کے ساتھ

غیر مشروط طور پر منع ہے۔

## زبان کاٹوں یا گردن کاٹ دوں

امام ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں یحییٰ بن عبد الممالک بن ابی نعیم

سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عامل

نوفل بن الغرات نے بیان کیا ہے کہ ہمارے پاس اہل شام کا ایک امان یافتہ

کاتب تھا اس نے ایک ایسے آدمی کو ایک ضلع کا افسر بنا دیا جس کے باپ نے

ایک مجوسیہ سے زنا کیا تھا جب حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو

اس امر کی اطلاع ہوئی تو آپ نے اس شخص کو بلا کر پوچھا کہ تجھے اس امر کی

جرات کیسے ہوئی کہ ایک مجوسی عورت سے زنا کرنے والے شخص کو ایک ضلع کا

افسر بنا دیا؟

اُس نے کہا! اللہ تبارک و تعالیٰ امیر المومنین کو خیریت سے رکھے

اس بات کی وجہ سے مجھ پر کوئی گناہ نہیں ہوگا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ



وسلم کے والد بھی مُشرک تھے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی یہ بات سنی  
تو آہ سرد کھینچ کر خاموش ہو گئے اور پھر سر اٹھا کر فرمایا کیا میں اس کی زبان  
وں یا ہاتھ اور ٹانگ کاٹ دوں یا اس کی گردن ہی کاٹ دوں ؟  
پھر فرمایا ! جب تک میں زندہ ہوں تو حکمران نہیں بن سکے گا۔

## جو ثقلین کو ہلاکت سے بچانے والے ہیں

سیدنا امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ یہ واقعہ بیان کرنے کے  
حد فرماتے ہیں کہ مجھ سے کہا گیا کہ میں اس مسئلہ کو نظم کی صورت دے کر اپنی  
الیف کو ختم کر دوں تو میں نے کہا کہ !

ان الذی بعث نبی محمداً  
انجی بہ الثقلین مما بجحف

ولامۃ وایبہ حکم شائع  
ابداہل العلم فیما صنفوا

فجماعة اجر و ہما بحری الذی  
لم یاتہ خبر الدعلة المسعف

والحكم فيمن لم تحتة دعوة  
ان الاعذاب عليه حكم يؤلف

فبذلك قال الشافعية كلهم  
والاشعرية ما بهم متوقف

وسورة الاسراء فيه حجة  
وبنحوها ذافي الذكر آى تعرف

ولبعض اهل الفقه في تعليه  
معنى ارق من النسيم والطف

ونحا الام الافخر الرازى الورى  
منحى به للسامعين تشنف

اذهم على الفطرية التى ولدوا ولم  
يظهر عناد منهم وتخلف

قال الاولى ولدوا النبي المصطفى  
كل على التوحيد اذ يتحنف

من آدم لا بيده عبد الله ما  
فيهم اخر شرك ولا مستنكف

فالمشركون كما بسورة توبة  
نجس وكلهم بطهر بوصف

وبسورة الشعراء فيه تقلب  
في الساجدين فكلهم متحنف

هذا كلام الشيخ فخر الدين في  
اسراره عطلت عليه الدرر

فجزاه رب العرش خير جزائه  
وحياه جنات النعيم تزخر

فلقد تدين في الجاهلية  
فرقة دين الهدى وتحنفوا

زيد بن عمرو ولمن نوفل هكذا  
الصديق ما شرك عليه يعكف

قد فسر السبكي بذاك مقالة  
للاشعري وما سواه مزيف

اذلم تزل عين الرضا منه  
على الصديق وهو بطول عمر احنف

عادت عليه صحبة الهادي فما  
في الجاهلية بالضلالة يقرف

فلامه وابوه احري سيما  
ورأت من الآيات ما لا يوصف

وجماعة ذهبوا الى احيائه  
ابويه حتى آمننا لاخوفوا

وروى ابن شاهين حديثاً مسنداً  
في ذاك لكن الحديث مضعف

هذا مسالك لوتفرد بعضها  
لكفي فكيف بها اذا تالف

وبحسب من يرتضيها صمته  
ادبا ولكن اين من هو منصف

صلى الآلة على النبي محمد  
ماجدد الدين الحنيف محنف  
جس ربّ عظيم نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
وآلہ وسلم کو نبی بنا کر مبعوث فرمایا ہے اور آپ کے  
صدقہ اور وسیلہ سے جنّوں اور انسانوں کو ان امور سے

نجات دے گا۔

جوان کی ہلاکت کا باعث ہیں تو آپ کے والدین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی نجات کا حکم بھی مشہور و معروف ہے اور اہل تصنیف حضرات نے اپنی کتابوں میں اس کا ذکر کیا ہے۔

جن میں سے ایک جماعت نے آپ کے والدین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو ان اشخاص پر محمول کیا ہے جن کے پاس دعوت دینے والے مددگاروں کی خبر نہیں پہنچی اور جس شخص کو دعوت کی خبر نہ پہنچے اُس پر عذاب کا حکم نہیں ہوگا اور یہی مذہب تمام شافعیوں اور اشعریوں کا ہے اور سورہ اسراء میں اس کے متعلق حجت موجود ہے اور قرآن مجید میں اس کے بارے میں جو آیات پائی جاتی ہیں وہ مشہور و معروف ہیں اور بعض فقہاء نے اس کی تعلیل میں نہایت لطیف معانی بیان کئے ہیں اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک الگ موقف اختیار کیا ہے جو سننے سے تعلق رکھتا ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما فطرت پر

پیدا ہوئے ہیں اور ان سے دین اسلام کے خلاف عناد  
اور مخالفت کا اظہار نہیں ہوا۔

## آنکھیں اشکبار ہو جاتی ہیں

اور پہلے گروہ نے کہا ہے کہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم  
کے والدین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما، توحید اور دینِ حنیف پر پیدا ہوئے  
تھے اور حضرت آدم علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لے کر آپ کے والدِ گرامی  
حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک آپ کے آباؤ اجداد میں کوئی بھی مُشرک  
نہیں تھا اور نہ ہی ان میں سے کسی نے توحید کو ناپسند کیا ہے۔

اور سورہ توبہ کے بیان ”انما المشرکون نجس“ کے مطابق  
آپ کے آباؤ اجداد کو پاک بیان کیا جاتا ہے اور سورہ الشعراء میں ان کے  
بارے میں ”تقلبک فی الساجدین“ کے الفاظ آئے ہیں یہ کلام امام و  
بزرگ فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ”اسرار التزیل“ کا ہے جسے  
پڑھ کر آنکھوں سے آنسو برسنے لگتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا  
فرمائے اور انہیں نعمتوں والی خوش رنگ جنتیں عطا فرمائے۔

## دورِ جاہلیت اور توحید پرستی

نیز یہ کہ زمانہ جاہلیت میں ایک فرقہ دینِ ہدایت پر تھا جس میں زید

بن عمر و اور ابن نوفل اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہم وغیرہ شامل ہیں ان لوگوں نے کبھی بت پرستی نہیں کی۔

اور حضرت امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر ایک مقالہ لکھا ہے اور امام اشعری رحمہ اللہ علیہ نے اس کے علاوہ مزید لکھا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمیشہ توحید پرست رہے ہیں وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت کے زیر اثر تھے اور انہوں نے جاہلیت میں بھی شرک کا ارتکاب نہیں کیا اندریں حالات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما شرک سے بچے رہنے کا زیادہ استحقاق رکھتے ہیں اور انہوں نے بیشمار نشانیوں کو دیکھا ہے۔

ایک جماعت نے آپ کے والدین کے زندہ ہونے اور ایمان لانے کا ذکر کیا ہے، ابن شاہین نے اس بارے میں ایک مُسند حدیث کا تذکرہ کیا لیکن وہ حدیث ضعیف ہے چنانچہ اگر یہ تمام مسالک متفرد یعنی الگ الگ بھی ہوتے تو بہر صورت کافی تھے اب جب کہ یہ سب ایک جگہ جمع ہیں تو اُس شخص کی کیا حالت ہوگی جو ادباً خاموش رہنے پر بھی راضی نہیں ہوتا؟

مگر انصاف پسند شخص کہاں؟ اللہ تبارک و تعالیٰ حضور نبیء مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر رحمت نازل فرمائے کسی توحید پرست نے ان کی طرح دین کی تجدید نہیں کی۔



## نماز توڑ کر جواب دیتا

حضرت امام بیہقی ”شعب الایمان“ میں حدیث بیان فرماتے ہیں کہ ہمیں ابوالحسین بن بشران نے بتایا کہ ابو جعفر الزراری، زید بن الحباب، یسین بن معاذ، عبداللہ بن فرید طلق بن علی سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اگر میں اپنے والدین میں سے دونوں یا کسی ایک کو پالیتا اور میں عشاء کی نماز میں سورہ فاتحہ پڑھ چکا ہوتا تو اس حالت میں میری والدہ محترمہ مجھے آواز دیتیں کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو میں انہیں نماز چھوڑ کر جواب دیتا کہ امی جان میں حاضر ہوں امام بیہقی فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں صرف ایک راوی یسین بن معاذ ضعیف ہے۔

## ماں بیٹے کا پیار کا فریبھی جانتے تھے

فائدہ! علامہ ازرقی نے تاریخ میں کہا کہ محمد بن یحییٰ، عبدالعزیز بن عمران ہشام بن عاصم اسلمی سے روایت کرتے ہیں کہ جب قریش غزوہ احد میں حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقابلہ کے لئے نکلے اور جب وہ مقام ابواء پر پہنچے تو ابوسفیان کی بیوی ہندہ نے کہا کہ اگر تم یہاں سے آمنہ ام محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر اُکھاڑ لو تو ہم ان کے بدلہ میں ان تمام

آدمیوں کو چھڑا سکیں گے جو ہم میں سے مسلمانوں کے قیدی بنیں گے ابو سفیان نے اپنی بیوی کا یہ مشورہ قریش کے سامنے پیش کیا تو انہوں نے کہا کہ ابو سفیان یہ دروازہ ہمارے لئے نہ کھولو ورنہ بنو بکر ہمارے مزدوروں کو کھود ڈالیں گے۔

## قدیم سے پاک حسب والے ہیں

فائدہ ! علامہ صلاح صدیقی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے تذکرہ میں رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد گرامی حضرت عبداللہ کے یہ اشعار نقل فرمائے ہیں کہ

لقد حکم السارون فی کل بلدة

بان لنا فضلا علی سافة الارض

وان ابی ذوالجدو السؤد الذی

یشار به ما بین نشز الی خفض

وجدو آباء له اثلوا العلا

قدیما بطیب العرف و الحسب المحض

☆ ہر ملک کے مسافروں نے یہ فیصلہ دیا ہے کہ زمین

کے سرداروں پر فضیلت حاصل ہے۔

اور میرے والد گرامی حضرت عبدالمطلب اس روادری اور بزرگی

والے ہیں۔ جس کی طرف ہر نشیب و فراز سے اشارا کیا جاتا ہے اور ان کے آ

باؤ اجداد قدیم سے ہی پاک حسب والے ہیں۔

## اُسے قتل کر دیا جائے

فائدہ! امام موفق الدین بن قدامہ حنبلی رحمۃ اللہ علیہ مقنع کے بارے میں کہتے ہیں کہ جو مسلمان یا کافر حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ معظمہ پر شرک وغیرہ کی اتہام تراشی کرتا ہے اسے قتل کیا جائے۔

## تشکر والتجاء

خداوندِ قدوس جل مجدہ الکریم کی خصوصی توفیق و عنایت اور حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کمال مہربانی اور توجہ سے آج مورخہ ۱۲ ربیع الاول ۱۴۰۰ھ کو اس کتاب مُسطاب کا ترجمہ اختتام پذیر ہوا رب عظیم و کریم کے حضور میں التجاء ہے کہ اپنے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقہ سے میری اس کوشش کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور حضور سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام آباؤ اجداد الکریم اور والدین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے صدقہ سے میرے تمام مسلمان آباؤ اجداد اور پیارے والدین کی نجات و مغفرت فرمائے آمین ثم آمین بجاہ سید الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم،

صائمہ چشتی ۱۲ ربیع الاول ۱۴۰۰ھ

حمت بالخیر

☆☆☆

حضور رسالتآب کے والدین کریمین

کے ایمان پر ایمان افروز کتاب

عربی متن

مَسَالِكُ الْحُنَفَاءِ

والدینِ مُصطفیٰ ﷺ

مؤلف

رئیس الحدیثین خاتم حفاظِ مصر امام جلال الدین السیوطیؒ

پیشکش کنندہ

ارشاد مارکیٹ جھنگ بازار فیصل آباد

سقط به الاستدلال والخلاق يحتمل أن يحمل على بنى آدم فلا يستدل به على الملائكة خصوصا .  
وقد ورد بلفظ الناس الخاص ببنى آدم وهذا التجلي العام يمكن حمله أو لا على الذكور الذين يحضرون  
الزيارة فيكون من خصوص الافراد ويمكن حمله على التجلي أيام الأعياد فيكون من خصوص  
الأوقات ويشمل الاناث ، ويمكن حمله - وهو الأظهر - على التجلي في المرقف وذلك شامل للخاق  
بأسرم . الانس . والجن . والملائكة . والذكور . والامات وان ورد في بعض ألفاظه يوم القيامة  
قوى هذا الحمل الأخير فانزاح الاشكال والله أعلم •

### ٦٧ ( مسالك الحنفا في والدى المصطفى )

بسم الله الرحمن الرحيم • الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى •

مسألة - الحكم في أبوى النبي ﷺ انهما ناجيان وليسا في النار صرح بذلك جمع من  
العلماء ولهم في تقرير ذلك مسالك ( المسلك الأول ) انهما مانا قبل البعثة ولا تعذيب قبلها  
لقوله تعالى : ( وما كنا معذبين حتى نبعث رسولا ) وقد أطبقت أئمتنا الأشاعرة من أهل الكلام  
والأصول ، والشافعية من الفقهاء على أن من مات ولم تبلغه الدعوة يموت ناجيا وأنه لا يقاوم  
حتى يدعى إلى الاسلام وأنه اذا قتل يضمن بالدية والكفارة - نص عليه الامام الشافعي رضي  
الله عنه وسائر الأصحاب - بل زاد بعض الأصحاب وقال : انه يجب في قتله القصاص ولكن  
الصحيح خلافه لأنه ليس بمسلم حقيقى وشرط القصاص المكافأة وقد علل بعض الفقهاء كونه  
اذا مات لا يعذب بأنه على أصل الفطرة ولم يقع منه عناد ولا جاءه رسول فكذبه ، وهذا المسلك  
أول ما سمعته في هذا المقام الذى نحن فيه من شيخنا - شيخ الاسلام - شرف الدين المناوى فانه  
سئل عن والد النبي ﷺ هل هو في النار ؟ فزار في السائل زارة شديدة فقال له السائل : هل ثبت  
إسلامه ؟ فقال : انه مات في الفترة ولا تعذيب قبل البعثة ، ونقله سبط ابن الجوزى في كتاب  
مرآة الزمان عن جماعة فانه حكى كلام جده على حديث إحياء أمه ﷺ ثم قال مانصه : وقال  
قوم قد قال الله تعالى : ( وما كنا معذبين حتى نبعث رسولا ) والدعوة لم تبلغ أباه وأمه فما  
ذنبهما ، وجزم به الأبي في شرح مسلم وسأذ كر عبارته ، وقد ورد في أهل الفترة أحاديث أهم  
يتمخون يوم القيامة وآيات مشيرة إلى عدم تعذيبهم والى ذلك مال حافظ العصر شيخ الاسلام  
أبو الفضل ابن حجر في بعض كتبه فقال : والظن بآله ﷺ - يعنى الذين ماتوا قبل البعثة -  
انهم يطعمون عند الامتحان اكراما له ﷺ لتقر بهم عينه ، ثم رأيت قال في الاصابة : ورد  
من عدة طرق في حق الشيخ الهرم . ومن مات في الفترة . ومن ولد أمة أعمى أصم . ومن ولد  
مجنونا أو طرا عليه الجنون قبل أن يبلغ . ونحو ذلك أن فلا منهم يدلى بحجة ويقول لو عقلت أو  
ذكرت لأمنت فترفع لهم نار ويقال ادخلوها فن دخلها كانت له بردا وسلاما ومن امتنع ادخلها

كرها - هذا معنى ماورد من ذلك - قال : وقد جمعت طرقه في جزء مفرد قال : ونحن نرجو أن يدخل عبد المطلب وآل بيته في جملة من يدخلها طائفاً فينجر إلا أبا طالب فإنه أدرك البعثة ولم يؤمن وثبت [في الصحيح] أنه في ضحضاح من نار ، وقد جعلت قصة الامتحان داخلة في هذا المالك مع أن الظاهر أنها مسلك مستقل لكني وجدت ذلك لمعنى دقيق لا يخفى على ذوى التحقيق .

( ذكر الآيات المشيرة الى ذلك ) الأولى قوله تعالى : ( وما كنا معذبين حتى نبعث رسولا ) وهذه الآية هي التي أطقت أئمة السنة على الاستدلال بها في أنه لا تعذيب قبل البعثة وردوا بها على المعتزلة ومن وافقهم في تحكم العقل - أخرج ابن جرير . وابن أبي حاتم في تفسيريهما عن قتادة في قوله : ( وما كنا معذبين حتى نبعث رسولا ) قال : ان الله ليس بمعذب أحدا حتى يسبق اليه من الله خبر أو تأنيه من الله بينة ( الآية الثانية ) قوله تعالى : ( ذلك ان لم يكن ربك مهلك القرى بظلم وأهلها غافلون ) أورد هذه الآية الزركشي في شرح جمع الجوامع استدلالا على قاعدة أن شكر المنعم ليس بواجب عقلا بل بالسمع ( الثالثة ) قوله تعالى : ( ولولا أن تصيبهم مصيبة بما قدمت أيديهم فيقولوا ربنا لولا أرسلت إلينا رسولا فنتبع آياتك ونكون من المؤمنين ) أورد هذه الزركشي أيضا ، وأخرج ابن أبي حاتم في تفسيره عن هذه الآية بسند حسن عن أبي سعيد الخدري قال : قال رسول الله ﷺ : « الهالك في الفترة يقول رب لم يأتني كتاب ولا رسول - ثم قرأ هذه الآية ( ربنا لولا أرسلت إلينا رسولا فنتبع آياتك ونكون من المؤمنين ) » الرابعة قوله تعالى : ( ولو أنا أهلكناهم بعذاب من قبله لقالوا ربنا لولا أرسلت إلينا رسولا فنتبع آياتك من قبل أن نذل ونخزى ) أخرج ابن أبي حاتم في تفسيره عن هذه الآية عن عطية العوفي قال : الهالك في الفترة يقول رب لم يأتني كتاب ولا رسول وقرأ هذه الآية ( ولو أنا أهلكناهم بعذاب من قبله لقالوا ) الى آخر الآية . الخامسة قوله تعالى : ( وما كان ربك مهلك القرى حتى يبعث في أمها رسولا ينلو عليهم آياتنا ) أخرج ابن أبي حاتم عن ابن عباس . و قتادة في الآية قالا : لم يهلك الله ملة حتى يبعث اليهم محمدا ﷺ فلما كذبوا وظلوا بذلك هلكوا ( السادسة ) قوله تعالى : ( وهذا كتاب أنزلناه مبارك فاتبعوه واتقوا لعلكم ترحمون أن تقولوا إنما أنزل الكتاب على طائفتين من قبلنا وإن كنا عن دراستهم لغافلين ) السابعة قوله تعالى : ( وما أهلكننا من قرية إلا لها منذرون ذكرى وما كنا ظالمين ) أخرج عبد بن حميد . وابن المنذر . وابن أبي حاتم في تفسيرهم عن قتادة في الآية قال : ما أهلك الله من قرية إلا من بعد الحجرة والبينة والعذر حتى يرسل الرسل وينزل الكتب تذكرة لهم وموعظة وحجة لله ذكرى وما كنا ظالمين ، يقول : ما كنا نعذبهم إلا من بعد البينة والحجة . الثامنة قوله تعالى : ( وهم يسخطون فينا ربنا أخرجننا نعمل صالحا غير الذي كنا نعمل أولم نعمرهم ما يتذكروا فيه من تذكرة وجاءكم النذير ) قال المفسرون :

احتج عليهم ببعثة النبي محمد ﷺ وهو المراد بالذير في الآية هـ

( ذكر الأحاديث الواردة في أن أهل الفترة يمتحنون يوم القيامة فمن أطاع منهم أدخل الجنة ومن عصى أدخل النار ) الحديث الأول أخرج الامام أحمد بن حنبل ، وإسحاق بن راهويه في مسنديهما . والبيهقي في كتاب الاعتقاد وصححه عن الأسود بن سريع أن النبي صلى الله عليه وسلم قال : أربعة يمتحنون يوم القيامة رجل أصم لا يسمع شيئاً ورجل أحمق ورجل هرم ورجل مات في فترة فأما الأصم فيقول رب لقد جاء الإسلام وما أسمع شيئاً وأما الأحمق فيقول رب لقد جاء الإسلام والصياني يخذفوني بالبحر وأما الهرم فيقول رب لقد جاء الإسلام وما أعقل شيئاً وأما الذي مات في الفترة فيقول رب ما أتاني لك رسول فيأخذ موثيقهم ليطيعه فيرسل إليهم ان ادخلوا النار فمن دخلها كانت عليه برداً وسلاماً ومن لم يدخلها يسحب اليها ( الحديث الثاني ) أخرج أحمد . وإسحاق بن راهويه في مسنديهما . وابن مردويه في تفسيره . والبيهقي في الاعتقاد عن أبي هريرة أن النبي ﷺ قال : أربعة يمتحنون فذكر مثل حديث الأسود بن سريع سواء ( الحديث الثالث ) أخرج البزار في مسنده عن أبي سعيد الخدري قال : قال رسول الله ﷺ : « يؤتى بالهالك في الفترة والمعتوه والمولود فيقول الهالك في الفترة لم يأتي كتاب ولا رسول ويقول المعتوه أي رب لم تجعل لي عقلاً أعقل به خيراً ولا شراً ويقول المولود لم أدرك العمل قال فيرفع لهم نار فيقال لهم ردوها أو قال ادخلوها فيدخلها من كان في علم الله سعيداً لو أدرك العمل ويمسك عنها من كان في علم الله شقيماً لو أدرك العمل فيقول تبارك وتعالى اياي عصيتم فكيف برسلي بالغيب » في اسناده عطية العوفي - فيه ضعف - والترمذي يحسن حديثه - وهذا الحديث له شواهد تقتضي الحكم بحسنه وثبوته ( الحديث الرابع ) أخرج البزار . وأبو يعلى في مسنديهما عن أنس قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : « يؤتى بأربعة يوم القيامة بالمولود والمعتوه ومن مات في الفترة وبالشيخ الفاني كلهم يتكلم بحجته فيقول الله تبارك وتعالى لعن من جهم ابرزي فيقول لهم اني كنت أبعث الى عبادي رسلاً من أنفسهم واني رسول نفسي اليكم ادخلوا هذه فيقول من كتب الله عليه الشقاء يارب امدخلناها ومنها كنا نفرق ومن كتب له السعادة فيمضي فيقتحم فيها مسرعاً فيقول الله قد عصيتوني فأتتم لرسلي أشد تكديبا ومعصية فيدخل هؤلاء الجنة وهؤلاء النار » ( الحديث الخامس ) أخرج عبدالرزاق . وابن جرير . وابن المنذر . وابن أبي حاتم عن أبي هريرة قال : إذا كان يوم القيامة جمع الله أهل الفترة والمعتوه والأصم والأبكم والشيوخ الذين لم يدركوا الإسلام ثم أرسل إليهم رسولا أن ادخلوا النار فيقولون كيف ولم تأتنا رسول ؟ قال وأيم الله لو ادخلوها لكانت عليهم برداً وسلاماً ثم يرسل إليهم فيطيعه من كان يريد أن يطيعه

## كيفية اختبار الشيخ الهرم والمعته والاصم والابكم والصبي يوم القيامة

قال أبو هريرة أقرهوا إن شئتم: (وما كنا معذبين حتى نبعث رسولا) إسناده صحيح على شرط الشيخين ومثله لا يقال من قبل الراي فله حكم الرفع (الحديث السادس) أخرخ البزار، والحاكم في مستدركه عن ثوبان أن النبي ﷺ قال: إذا كان يوم القيامة جاء أهل الجاهلية يحملون أوثانهم على ظهورهم فيسألهم ربهم فيقولون ربنا لم ترسل إلينا رسولا ولم يأتناك أمر ولو أرسلت إلينا رسولا لكنا أطيع عبادك فيقول لهم ربهم أرايتكم انتم أمرتكم بأمر تطيعوني فيقولون نعم فيأمرهم أن يعمدوا إلى جهنم فيدخلوها فينطلقون حتى إذا دنوا منها وجدوا لها تعيظا وزفيرا فرجعوا إلى ربهم فيقولون ربنا أجرنا منها فيقول لهم: ألم تزعموا اني ان أمرتكم بأمر تطيعوني فإخذ على ذلك مواثيقهم فيقول اعمدوا إليها فادخلوها فينطلقون حتى إذا رأوها فرقوا ورجعوا فقالوا ربنا فرقنا هنا ولا نستطيع أن ندخلها فيقول ادخلوها داخرين فقال النبي ﷺ: لو دخاها أول مرة كانت عليهم بردا وسلاما، قال الحاكم: صحيح على شرط البخاري، ومسلم.

(الحديث السابع) أخرخ الطبراني، وأبو نعيم عن معاذ بن جبل عن النبي ﷺ قال: إذا يوتي يوم القيامة بالمسوخ عقلا وبالهالك في الفترة وبالهالك صغيرا فيقول المسوخ عقلا يا رب لو آتيتني عقلا ما كان من آتيتي عقلا بأسعد بعقله مني وذكر في الهالك في الفترة والصغير نحو ذلك فيقول الرب اني أمرتكم بأمر فتطيعون فيقولون نعم فيقول اذهبوا فادخلوا النار قال ولو دخلوها ما ضربتهم فتخرج عليهم فرائص (١) فيظنون أنها قد أهلكت ما خلق الله من شيء، فيرجعون سراجا ثم يأمرهم الثانية فيرجعون كذلك فيقول الرب قبل أن أخلفكم علمت ما أنتم عاملون وعلى علمي خلفتكم والى علمي تصيرون ضميمهم فتأخذهم  $\text{aa}$  قال الكيا الهراي في تعليقه في الأصول في مسألة شكر المنعم: اعلم أن الذي استقر عليه آراء أهل السنة قاطبة أنه لا مدرك للأحكام سوى الشرع المنقول ولا يتلقى حكم من قضايا العقول فأما من عدا أهل الحق من طبقات الخاق كالرافضة، والكرامية، والمعتزلة، وغيرهم فانهم ذهبوا إلى أن الأحكام منقسمة، فمنها ما يتلقى من الشرع المنقول، ومنها ما يتلقى من قضايا العقول قال: وأما نحن فنقول لا يجب شيء قبل مجيء الرسول فإذا ظهر وأقام المعجزة تمكن العاقل من النظر فنقول لا يعلم أول الواجبات الا بالسمع فإذا جاء الرسول وجب عليه النظر وعند هذا يسأل المستطرفون فيقولون ما الواجب الذي هو طاعة وليس بقربة؟ وجوابه ان النظر الذي هو أول الواجبات طاعة وليس بقربة لأنه ينظر للمعرفة فهو مطيع وليس بمنقرب لأنه انما يتقرب إلى من يعرفه، قال: وقد ذكر شيخنا الامام في هذا المقام شيئا حسنا فقال: قبل مجيء الرسول تتعارض الخواطر والطرق اذ ما من خاطر يعرض له الا ويمكن أن يقدر أن يخطر خاطر آخر على نقيضه فتتعارض الخواطر ويقع العقل في حيرة ودهشة فيجب التوقف إلى أن تنكشف الغمة وليس ذلك الا بمجىء الرسول وههنا قال الأستاذ

(١) وجد علي هامش بعض النسخ ان الفرائص جمع فرصة - وهي النطمة -



أبو اسحق : ان قول لا أدري نصف العلم ومعناه انه انتهى على الى حد وقف عند مجازة العقل - وهذا انما يقوله من دأق في العلم وعرف مجارى العقل بما لا يجرى فيه ويقف عنده انتهى .

وقال الامام نجر الدين الرازى في المحصول : شكر المنعم لا يجب عقلا خلافا للمعتزلة لنا انه لو تحقق الوجوب قبل البعث لعذب تاركه فلا وجوب . اما الملازمة فيبينة . واما انه لا تعذيب فلقوله سبحانه : ( وما كنا معذبين حتى نبعث رسولا ) نفي التعذيب الى غاية البعث فينتق والى وقع الخلف في قول الله وهو محال انتهى ، وذكر أنبائه مثل ذلك كصاحب الحاصل والتحصيل . والبيضاوى في منهاجه .

وقال القاضى تاج الدين السبكي في شرح مختصر ابن الحاجب على مسألة شكر المنعم : تخرج مسألة من لم تبلغه الدعوة فعندنا يموت ناجيا ولا يقاتل حتى يدعى الى الاسلام وهو مضمون بالكفارة والدية ولا يجب الفصاحص على قاتله على الصحيح ، وقال النووي في التهذيب : اما من لم تبلغه الدعوة فلا يجوز قتله قبل أن يدعى الى الاسلام فان قتل قبل أن يدعى الى السلام وجب في قتله الدية والكفارة ، وعندنا حنيفة لا يجب الضمان بقتله ، وأصله انه عند محجوج عليه بعقله وعندنا هو غير محجوج عليه قبل بلوغ الدعوة اليه لقوله : ( وما كنا معذبين حتى نبعث رسولا ) ثبت انه لا حجة عليه قبل مجيء الرسول انتهى . وقال الرافعى في الشرح : من لم تبلغه الدعوة لا يجوز قتله قبل الاعلام والدعاء الى الاسلام ولو قتل كان مضمونا خلافا لابي حنيفة ونفى الخلاف على أنه محجوج عليه بالعقل عنده وعندنا من لم تبلغه الدعوة لا يثبت عليه الحجة ولا توجه المؤاخذة قال تعالى : ( وما كنا معذبين حتى نبعث رسولا ) انتهى . وقال الغزالي في البسيط : من لم تبلغه الدعوة يضمن بالدية والكفارة لا بالفصاحص على الصحيح لأنه ليس مسلما على التحقيق وانما هو في معنى المسلم ، وقال ابن الرفعة في الكفاية : لأنه مولود على الفطرة ولم يظهر منه عناده .

وقال النووي في شرح مسلم في مسألة أطفال المشركين : المذهب الصحيح المختار الذي صار اليه المحققون انهم في الجنة لقوله تعالى : ( وما كنا معذبين حتى نبعث رسولا ) قال : واذا كان لا يعذب البالغ لكونه لم تبلغه الدعوة فغيره أولى انتهى ( فان قلت ) هذا المسلك الذي قررتة هل هو عام في أهل الجاهلية كلهم ؟ ( قلت ) لا بل هو خاص بمن لم تبلغه دعوة نبي أصلا ، اما من بلغته منهم دعوة أحد من الأنبياء السابقين ثم أصر على كفره فهو في النار قطعا وهذا لانزاع فيه . واما الأبرار الشريفان فالظاهر من حالهما ما ذهبت اليه هذه الطائفة من عدم بلوغهما دعوة أحد وذلك لمجموع أمور . تأخر زمانهما . وبعدهما بينهما وبين الأنبياء السابقين فان آخر الأنبياء قبل بعث نبينا ﷺ عليه السلام وكانت الفترة بينه وبين بعث نبينا نحر ستائة سنة ثم انهما كانا في زمن جاهلية وقد طبق الجهل الأرض شرقا وغربا وفقد من يعرف الشرائع ويبلغ الدعوة على رجاها إلا نفرا يسيرا من أحرار أهل الكتاب ، فرقين في أقطار الأرض كالشام وغيرها ولم يهتد

## هل أبو النبي ﷺ ناجيان ؟

لهما قلب في الأسفار سوى إلى المدينة ولا عمرا عمراً طويلاً بحيث يقع لهما فيه التنقيب والتفتيش فان والد النبي ﷺ لم يعيش من العمر إلا قليلاً .  
 قال الامام الخافظ صلاح الدين الغلاتي في كتابه الدررة السنية في مولد سيد البرية : كان من عبد الله حين حملت منه آمنة برسول الله ﷺ نحو ثمانية عشر عاماً ثم ذهب إلى المدينة ليمتار منها تمرا لأهله فمات بها عند أخواله من بني النجار - والنبي ﷺ حمل - على الصحيح انتهى ، وأمه قريبة من ذلك لاسيما وهي امرأة مصونة محجبة في البيت عن الاجتماع بالرجال والغالب على النساء انهن لا يعرفن ما الرجال فيه من أمر الديانات والشرائع خصوصاً في زمان الجاهلية الذي رجاله لا يعرفون ذلك فضلاً عن نساءه ، ولهذا لما بعث النبي ﷺ تعجب من بعثته أهل مكة وقالوا : ( أبعث الله بشرا رسولا ) وقالوا : ( لو شاء ربنا لآنزل ملائكة ماسمعنا بهذا في آياتنا الأولى ) فلو كان عندهم علم من بعثته الرسل ما أنكروا ذلك وربما كانوا يظنون أن ابراهيم بعث بمسالم عليه فانهم لم يجدوا من يبلغهم شريعة ابراهيم على وجهها لدثورها وقد من يعرفها اذ كان بينهم وبين زمن ابراهيم أزيد من ثلاثة آلاف سنة فاتضح بذلك صحة دخولها في هذا المسلك .

ثم رأيت الشيخ عز الدين بن عبد السلام قال في أماليه مانصه : كل نبي إنما أرسل إلى قومه إلا نبينا ﷺ قال : فعلى هذا يكون ما عدا قوم كل نبي من أهل الفترة إلا ذرية النبي السابق فانهم مخاطبون ببعثة السابق إلا أن تدرس شريعة السابق فيصير الكل من أهل الفترة - هذا كلامه - فبان بذلك أن والدين الشريفين من أهل الفترة بلاشك لأنهم ليسا من ذرية عيسى ولا من قومه ثم يشرح ما قال حافظ العصر أبو الفضل بن حجر : ان الظن بهما أن بطيما عند الامتحان أمران ، أحدهما ما أخرجه الحاكم في المستدرک وصححه عن ابن مسعود قال : « قال شاب من الأنصار - لم أر رجلاً كان أكثر سؤالاً لرسول الله ﷺ منه - يا رسول الله أرأيت أبواك في النار فقال : ما سألتهم ما ربي فيطيعني فيهما واني لقاتم يومئذ المقام المحمود » فهذا الحديث يشعر بأنه يرتجى لهما الخير عند قيامه المقام المحمود وذلك بأن يشفع لهما فيوفقا للطاعة اذا امتحنا حينئذ كما يتمن أهل الفترة ولاشك في أنه يقال له عند قيامه ذلك المقام سل تعط واشفع تشفع كما في الأحاديث الصحيحة فاذا سأل ذلك أعطيه ، الأمر الثاني ما أخرجه ابن جرير في تفسيره عن ابن عباس في قوله تعالى : ( واسوف يمطيك ربك فترضى ) قال : من رضا محمد ﷺ أن لا يدخل أحد من أهل بيته النار ، ولهذا عمم الخافظ ابن حجر في قوله : الظن بأن بيتهم كلهم أن يطعموا عند الامتحان ، وحديث ثالث أخرجه أبو سعد في شرف النبوة . والملاف في سيرته عن عمران بن حصين قال : قال رسول الله ﷺ : « سألت ربي أن لا يدخل النار أحداً من أهل بيتي فاعطاني ذلك »

أورده الحافظ محب الدين الطبري في كتابه ذخائر العقبى ، وحديث رابع - أصرح من هذين -  
 أخرج تمام الرازي في فوائده بسند ضعيف عن ابن عمر قال : قال رسول الله ﷺ : « إذا كان  
 يوم القيامة شفعت لابي وأمي وعمي أبي طالب وأخ لي كان في الجاهلية » أورده المحب الطبري -  
 وهو من الحفاظ والفقهاء - في كتابه ذخائر العقبى في مناقب ذوى القربى وقال : ان ثبت فهو مؤول  
 في أبي طالب ، على ما ورد في الصحيح من تخفيف العذاب عنه بشفاعته انتهى ، وإنما احتاج الى  
 تأويله في أبي طالب دون الثلاثة أيه وأمه وأخيه - يعنى من الرضاة - لأن أبا طالب أدرك  
 البعثة ولم يسلم والثلاثة ماتوا في الفترة ، وقد ورد هذا الحديث من طريق آخر أضعف من  
 هذا الطريق من حديث ابن عباس أخرجه أبو نعيم ، وغيره وفيه التصريح بأن الأخ من  
 الرضاة ، فهذه أحاديث عدة يشد بعضها بعضا فان الحديث الضعيف يتقوى بكثرة طرقه وأمثلها  
 حديث ابن مسعود فان الحاكم صححه ، وما يرشح ما نحن فيه ما أخرجه ابن أبي الدنيا قال : ثنا  
 القاسم بن هاشم السمسار ثنا مقاتل بن سليمان الرهلي عن أبي معشر عن سعيد المقبرى عن  
 أبي هريرة قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : « سألت ربي أبناء العشرين من أمى  
 فوهبهم لي ، وما ينضم الى ذلك وان لم يكن صريحا في المقصود ما أخرجه الديلمى عن ابن  
 عمر قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : « أول من أشفع له يوم القيامة أهل بيتى ثم  
 الأقرب فالأقرب » وما أورده المحب الطبري في ذخائر العقبى وعزاه لأحمد في المناقب  
 عن علي قال : قال رسول الله ﷺ : « يامعشر بنى هاشم والذى بعثنى بالحق نبيا لو أخذت  
 بحلقه الجنة ما بدأت الا بكم ، وهذا أخرجه الخطيب في تاريخه من حديث يعقوب بن أسد  
 وما أورده أيضاً وعزاه لابي البختري عن جابر بن عبد الله أن رسول الله ﷺ قال :  
 « ما بال أقوام يزعمون أن رحى لا يتسع بلى حتى تبلغ حكم - وهم أحد قبيلتين من اليمن - إني  
 لأشفع فأشفع حتى ان من أشفع له ليشفع فيشفع حتى أن إبليس ليتناول طمعا في الشفاعة ،  
 ونحو هذا ما أخرجه الطبراني من حديث أم هانئ أن النبي ﷺ قال : « ما بال أقوام يزعمون  
 ان شفاعتى لاتنال أهل بيتى وأن شفاعتى تنال حاء وحكم ، (١) »

( لطيفة ) نقل الزركشى في الخادم عن ابن دحية أنه جعل من أنواع الشفاعات التخفيف  
 عن ابي لهب في كل يوم اثنين لسورده بولادة النبي ﷺ واعتاقه ثوبية حين بشره قال وإنما  
 هى كرامة له ﷺ ( تذييل ) ثم رأيت الامام أبا عبد الله محمد بن خلف الأصبى بسط الكلام  
 على هذه المسألة في شرح مسلم عند حديث « ان أبى وأباك في النار ، فأورد قول النووي فيه  
 أن من مات كافرا في النار ولا تنفعه قرابة الاقربين ثم قال : قلت انظر هذا الاطلاق وقد

(١) فى النهاية لابن الأثير ما - - أى حاء وحكم قبيلتان جافيتان من رواة رمل بربين

## القول بنجاة أبوي النبي صلى الله عليه وسلم

قال السهيلي : ليس لنا ان نقول ذلك فقد قال صلى الله عليه وسلم : « لا تؤذوا الاحياء بسب الاموات » وقال تعالى : ( إن الذين يؤذون الله ورسوله ) ولعله يصح ما جاء انه صلى الله عليه وسلم سأل الله سبحانه فأجابه أبويه فأمننا به ورسول الله صلى الله عليه وسلم فوق هذا ولا يعجز الله سبحانه شيء ، ثم اورد قول النووي - وفيه ان من مات في الفترة على ما كانت عليه العرب من عبادة الأوثان في النار وليس هذا من التعذيب قل بلوغ الدعوة لأنه بلغتهم دعوة ابراهيم وغيره من الرسل ، ثم قال : قلت تأمل ما في كلامه من التناقض فان من بلغتهم الدعوة ليسوا بأهل فترة فان أهل الفترة هم الامم السكينة بين ازمنة الرسل الذين لم يرسل اليهم الا اول ولا ادركوا الثاني كالأعراب الذين لم يرسل اليهم عيسى ولا لحقوا النبي صلى الله عليه وسلم والفترة بهذا التفسير تشمل ما بين كل رسولين ولكن الفقهاء إذا تكلموا في الفترة فانما يعنون التي بين عيسى والنبي صلى الله عليه وسلم ، ولما دلت القواطع على انه لا تعذيب حتى تقوم الحججة علينا انهم غير معذبين ( فان قلت ) صححت احاديث بتعذيب أهل الفترة كصاحب المحجن وغيره .

( قلت ) اجاب عن ذلك عقيل بن ابي طالب بثلاثة اجوبة ( الاول ) انها اخبار آحاد فلا تعارض القاطع ( الثاني ) قصر التعذيب [ على هؤلاء والله اعلم بالسبب ( الثالث ) قصر التعذيب ( ١ ) ] المذكور في هذه الاحاديث على من بدل وغير الشرائع وشرع من الضلال مالا يعذر به فان أهل الفترة ثلاثة اقسام ( الاول ) من ادرك التوحيد ببصيرته ثم من هؤلاء من لم يدخل في شريعته كقس بن ساعدة . وزيد بن عمرو بن نفيل ومنهم من دخل في شريعة حق قائمة الرسم كتبع وقومه ( القسم الثاني ) من بدل وغير وأشرك ولم يوحد وشرع لنفسه لخلل وحرم وهم الاكثر كعمرو بن لحي أول من سن للعرب عبادة الأصنام . وشرع الاحكام فبحر البحيرة . وسبب السائبة ووصل الوصيلة . وحمل الحامي - وزادت طائفة من العرب على ما شرعه - أن عبدوا الجن . والملائكة . وحرقوا البنين . والبنات . واتخذوا بيوتاً جعلوا لها سدنة وحجاباً يضاهون بها الكعبة كاللات والعزى ومناة .

( القسم الثالث ) من لم يشرك ولم يرحد ولا دخل في شريعة نبي ولا ابتكر لنفسه شريعة ولا اخترع ديناً بل بقي عمره على حال غفلة عن هذا كله وفي الجاهلية من كان كذلك فاذا انقسم أهل الفترة الى الثلاثة الأقسام فيحمل من صح تعذيبه على أهل القسم الثاني لكفرهم بما لا يعذرون ( ٢ ) به ، وأما القسم الثالث فهم أهل الفترة حقيقة وهم غير معذبين للقطع كما تقدم . وأما القسم الأول فقد قال صلى الله عليه وسلم في كل من قس . وزيد : أنه يبعث أمة وحده . وأما تبع ونحوه فحكمهم حكم أهل الدين الذين دخلوا فيه ما لم يلحق احد منهم الاسلام الناسخ لكل دين انتهى ما أورده الأبى .

( ١ ) هذه الزيادة من نسختنا ( ٢ ) في بعض النسخ ( رمذيون ) وهو تصحيف من الطاهريين

( المسلك الثاني ) انهما لم يثبت عنهما شرك بل كانا على الحنيفية دين جدتهما ابراهيم عليه السلام كما كان على ذلك طائفة من العرب كزيد بن عمرو بن نفيل . وورقة بن نوفل . وغيرهما وهذا المسلك ذهب اليه طائفة منهم الامام نضر الدين الرازي فقال في كتابه اسرار التنزيل مانصه : قيل ان آزر لم يكن والد ابراهيم بل كان عمه واحتجوا عليه بوجوه . منها ان آباء الانبياء ما كانوا كفاراً ويدل عليه وجوه ، منها قوله تعالى : ( الذي يراك حين تقوم وتقلبك في الساجدين ) قيل معناه انه كان ينقل نوره من ساجد الى ساجد وبهذا التقدير فالآية دالة على ان جميع آباء محمد ﷺ كانوا مسلمين وحيث انما يجب القطع بان والد ابراهيم ما كان من الكافرين انما ذاك عمه اقصى ما في الباب ان يحمل قوله تعالى : ( وتقلبك في الساجدين ) على وجوه اخرى .

وإذا وردت الروايات بالكل ولا منافاة بينها وجب حمل الآية على الكل ومتى صح ذلك ثبت ان والد ابراهيم ما كان من عبدة الاوثان ثم قال : وما يدل على ان آباء محمد ﷺ ما كانوا مشركين قوله عليه السلام : « لم ازل انقل من اصلاب الطاهرين الى ارحام الطاهرات » وقال تعالى : ( انما المشركون نجس ) فوجب ان لا يكون احد من اجداده مشركا - هذا كلام الامام نضر الدين بحروقه - وناهيك به امامة وجمالة فانه امام اهل السنة في زمانه والقائم بالرد على من فرق المبتدعة في وقته والناصر لمذهب الاشاعرة في عصره - وهو العالم المبعوث على رأس المائة السادسة ليجدد لهذه الأمة امر دينها - وعندي في نصرة هذا المسلك وما ذهب اليه الامام فخر الدين امور ، احدها دليل استنبطه مركب من مقدمتين ( الاولى ) ان الاحاديث الصحيحة [ دلت ] على ان كل اصل من اصول النبي ﷺ من آدم الى ابيه عبدالله فهو من خير اهل قرنه وافضاهم ( والثانية ) ان الاحاديث والآثار دلت على انه لم تخل الارض من عهد نوح او آدم الى بعث النبي ﷺ الى ان تقوم الساعة من ناس على العطرة يعبدون الله ويوحّدونه ويصلون له وبهم تحفظ الارض ولولا هم لهلكت الارض ومن عليها ، وإذا قارنت بين هاتين المقدمتين أتت منها قطعاً ان آباء النبي ﷺ لم يكن فيهم مشرك لانه قد ثبت في كل منهم انه من خير قرنه فان كان الناس الذين هم على العطرة هم اباؤهم فهو المدعى وان كانوا غيرهم وهم على الشرك لزم احد امرين . إما ان يكون المشرك خيراً من المسلم - وهو باطل بالاجماع - وإما ان يكون غيرهم خيراً منهم - وهو باطل - لمخالفة الاحاديث الصحيحة فوجب قطعاً ان لا يكون فيهم مشرك ليكونوا من خير اهل الارض كل في قرنه .

( ذكر أدلة المقدمة الاولى ) اخرج البخاري في صحيحه عن ابي هريرة قال : قال رسول الله ﷺ : « بعثت من خير قرون بني آدم قرناً قرناً حتى بعثت من القرن الذي كنت فيه » وخرج البيهقي في دلائل النبوة عن انس ان النبي ﷺ قال : « ما افترق الناس فرقتين الا جعلني الله في خيرهما فاخرجت من بين ابوي فلم يصبني شيء من عهد الجاهلية وخرجت من

## البرهان على أنه لم يلحق الشرك نسب النبي

نكاح ولم أخرج من سفاح مزلدن آدم حتى انتهت إلى أبي وأمي فأنا خيركم نساء وخيركم آباء \*  
 وأخرج أبو نعيم في دلائل النبوة من طرق عن ابن عباس قال : قال رسول الله ﷺ : « لم  
 يزل الله ينقلني من الأصلاب الطيبة إلى الأرحام الطاهرة مصفى مذبذباً لا تشعب شعبتان إلا  
 كنت في خيرهما » وأخرج مسلم . والترمذي وصححه عن وائلة بن الأسقع قال : قال رسول الله  
 ﷺ : « إن الله اصطفى من ولد إبراهيم اسماعيل واصطفى من ولد اسماعيل بني كنانة واصطفى  
 من بني كنانة قريشا واصطفى من قريش بني هاشم واصطفاني من بني هاشم ، وقد أخرج  
 الحافظ أبو القاسم حمزة بن يوسف السهمي في فضائل العباس من حديث وائلة بن لفظ « إن الله  
 اصطفى من ولد آدم إبراهيم واتخذة خالفا واصطفى من ولد إبراهيم اسماعيل ثم اصطفى من  
 ولد اسماعيل نزار ثم اصطفى من ولد نزار مضر ثم اصطفى من مضر كنانة ثم اصطفى من  
 كنانة قريشا ثم اصطفى من قريش بني هاشم ثم اصطفى من بني هاشم بني عبد المطلب ثم اصطفاني  
 من بني عبد المطلب » أورده المحب الطبري في ذخائر العقبى ؛ وأخرج ابن سعد في طبقاته عن  
 ابن عباس قال : قال رسول الله ﷺ : « خير العرب مضر وخير مضر بنو عبد مناف [وخير بني  
 مناف] بنو هاشم وخير بني هاشم بنو عبد المطلب والله ما افترق فرقان منذ خلق الله آدم إلا كنت  
 في خيرهما » وأخرج الطبراني . والبيهقي . وأبو نعيم عن ابن عمر قال : قال رسول الله ﷺ : « إن  
 الله خلق الخلق فاختار من الخلق بني آدم واختار من بني آدم العرب واختار من العرب مضر  
 واختار من مضر قريشا واختار من قريش بني هاشم واختارني من بني هاشم فأنا من خيار إلى خيار »  
 وأخرج الترمذي وحسنه . والبيهقي . عن ابن عباس بن عبد المطلب قال : قال رسول الله ﷺ :  
 « إن الله حين خلقني جعلني من خير خلقه ثم حين خلق القبائل جعلني من خيرهم قبيلة وحين خلق  
 الأنفس جعلني من خير أنفسهم ثم حين خلق البيوت جعلني من خير بيوتهم فأنا خيرهم بيتا وخيرهم نساء »  
 وأخرج الطبراني . والبيهقي . وأبو نعيم عن ابن عباس قال : قال رسول الله ﷺ : « إن الله  
 عليه وسلم : « إن الله قسم الخلق قسمين فجعلني في خيرهما قسما ثم جعل القسمين اثلاثا فجعلني في  
 خيرها ثلثا ثم جعل الاثلاث قبائل فجعلني في خيرها ثم جعل القبائل بيوتا فجعلني في خيرها بيتا »  
 وأخرج أبو علي بن شاذان فيما أورده المحب الطبري في ذخائر العقبى - وهو في مسند  
 البزار - عن ابن عباس قال : « دخل ناس من قريش على صفية بنت عبد المطلب فجعلوا يتفاخرون  
 ويذكرون الجاهلية فقالت صفية : ما رسول الله ﷺ فقالوا : تنبت النخلة أو الشجرة  
 في الأرض الكبا (١) فذكرت ذلك صفية لرسول الله ﷺ فغضب وأمر بلالا فنادى في  
 الناس فقام على المنبر فقال : أيها الناس من أنا ؟ قالوا : أنت رسول الله قال : انسابوني قالوا :

(١) وجد على هامش : نجفة الكبا كالـ ، تصور الكناسة - والنهاية كبا هي بالكسر والقصر الكناسة وجمعها أكبا

محمد بن عبد الله بن عبد المطلب قال: فابال أقوام ينزلون أسلى فوالله إني لأفضلهم أصلاً وخيرهم موضعاً، وأخرج الحاكم عن ربيعة بن الحارث قال: بلغ النبي ﷺ أن قوما نالوا منه فقالوا: إنما مثل محمد كمثل نخلة نبتت في كناس فغضب رسول الله ﷺ وقال: «إن الله خلق خلقه فجعلهم فرقتين فجعلني في خير الفرقتين ثم جعلهم قبائل فجعلني في خيرهم قبلاً ثم جعلهم بيوتاً فجعلني في خيرهم بيوتاً ثم قال: أنا خير لم قبلاً وخير لم بيوتاً، وأخرج الطبراني في الأوسط والبيهقي في الدلائل عن عائشة قالت قال: «رسول الله ﷺ قال لي جبريل: قلبت الأرض مشارقها ومغاربها فلم أجد رجلاً أفضل من محمد ولم أجدني أب أفضل من بنى هاشم، قال الحافظ ابن حجر في أماليه: لوائح الصحة ظاهرة على صفحات هذا المتن ومن المعلوم أن الخيرية والاصطفاء والاختيار من الله والافضلية عنده لا تكون مع الشرك»

( ذكر أدلة المقدمة الثانية ) قال عبد الرزاق في المصنف عن معمر بن ابن جريج قال: قال ابن المسيب: قال علي بن أبي طالب: لم يزل على وجه الدهر في الأرض سبعة مسلمون فصاعداً فلولا ذلك هلكت الأرض ومن عليها - هذا إسناد صحيح على شرط الشيخين - ومثله لا يقال من قبل الرأي فله حكم الرفع، وقد أخرجه ابن المنذر في تفسيره عن الدبري عن عبد الرزاق به . وأخرج ابن جرير في تفسيره عن شهر بن حوشب قال: لم تبق الأرض إلا وفيها أربعة عشر يدفع الله بهم عن أهل الأرض ويخرج بركتها إلا زمن إبراهيم فإنه كان وحده، وأخرج ابن المنذر في تفسيره عن قتادة في قوله تعالى: ( قلنا اهبطوا منها جميعاً فإما يأتينكم مني هدى فمن تبع هداي ) الآية قال: مازال الله في الأرض أولياء منذ هبط آدم ما أخلى الله الأرض لأبليس إلا وفيها أولياء له يعملون لله بطاعته، وقال الحافظ أبو عمر بن عبد البر: روى ابن القاسم عن مالك قال: بلغني عن ابن عباس أنه قال: لا يزال الله تعالى في الأرض ولى آدم فيها للشيطان ولى . وأخرج الإمام أحمد بن حنبل في الزهد . والخلال في كرامات الأولياء بسند صحيح على شرط الشيخين عن ابن عباس قال: ما خلقت الأرض من بعد نوح من سبعة يدفع الله بهم عن أهل الأرض هذا أيضاً حكم الرفع - وأخرج الأزرقي في تاريخ مكة عن زهير بن محمد قال: لم يزل على وجه الأرض سبعة مسلمون فصاعداً لولا ذلك لأهلكت الأرض ومن عليها، وأخرج الجندی في فضائل مكة عن مجاهد قال: لم يزل على الأرض سبعة مسلمون فصاعداً لولا ذلك هلكت الأرض ومن عليها، وأخرج الإمام أحمد في الزهد عن كعب قال: لم يزل بعد نوح في الأرض أربعة عشر يدفع بهم العذاب، وأخرج الخلال في كرامات الأولياء عن زاذان قال: ما خلقت الأرض بعد نوح من اثني عشر فصاعداً يدفع الله بهم عن أهل الأرض . وأخرج ابن المنذر في تفسيره بسند صحيح عن ابن جريج في قوله: ( رب اجعلني مقيم الصلاة

### الدليل على انه لم يلحق الشرك بنسب النبي

ومن ذريتي) قال: فلن يزال من ذرية ابراهيم عليه السلام ناس على الفطرة يعبدون الله وانما وقع التقييد في هذه الآثار الثلاثة بقوله من بعد نوح لانه من قبل نوح كان الناس كلهم على الهدى • وأخرج البزار في مسنده . وابن جرير . وابن المنذر . وابن أبي حاتم في تفسيرهم . والحاكم في المستدرک وصححه عن ابن عباس في قوله تعالى : ( كان الناس أمة واحدة ) قال : كان بين آدم ونوح عشرة قرون كلهم على شريعة من الحق فاختلّفوا فبعث الله النبيين قال : وكذلك هي في قراءة عبد الله بن مسعود كان الناس أمة واحدة فاختلّفوا ، وأخرج أبو يعلى . والطبراني . وابن أبي حاتم بسند صحيح عن ابن عباس في قوله : ( كان الناس أمة واحدة ) قال : على الاسلام كلهم ، وأخرج ابن أبي حاتم عن قتادة في الآية قال : ذكر لنا أنه كان بين آدم ونوح عشرة قرون كلهم على الهدى وعلى شريعة من الحق ثم اختلفوا بعد ذلك فبعث الله نوحاً وكان أول رسول أرسله الله إلى أهل الأرض ، وأخرج ابن سعد في الطبقات من وجه آخر عن ابن عباس قال : ما بين نوح إلى آدم من الآباء كانوا على الاسلام •

وأخرج ابن سعد من طريق سفيان بن سعيد الثوري عن أبيه عن عكرمة قال : كان بين آدم ونوح عشرة قرون كلهم على الاسلام ، وفي التنزيل حكاية عن نوح عليه السلام ( رب اغفر لي ولوالدي ولمن دخل بيتي مؤمناً ) وولد نوح سام . مؤمن بالاجماع . والنص لانه نجما مع أبيه في السفينة ولم ينج فيها إلا مؤمن ، وفي التنزيل ( وجعلنا ذريته هم الباقين ) بل ورد في أثر أنه كان نبياً - أخرجه ابن سعد في الطبقات . والزيير بن بكار في الموفقيات : وابن عساكر في تاريخه عن الكلبي - وولده ارنخشد صرح بإيمانه في أثر عن ابن عباس أخرجه ابن عبد الحكم في تاريخ مصر - وفيه أنه ادرك جده نوحاً وأنه دعا له ان يجعل الله الملك والنبوة في ولده ولد ارنخشد إلى تارح - ورد التصريح بإيمانهم - في أثر ، وأخرج ابن سعد في الطبقات من طريق الكلبي عن أبي صالح عن ابن عباس ان نوحاً عليه السلام لما هبط من السفينة هبط إلى قرية فبنى كل رجل منهم بيتاً فسميت سوق الثمانين ففرق بنو قاييل كلهم وما بين نوح إلى آدم من الآباء كانوا على الاسلام فلما ضاقت بهم سوق الثمانين تحمّلوا إلى بابل فبنوها فكثروا بها حتى بلغوا مائة الف وهم على الاسلام ولم يزالوا على الاسلام وهم ببابل حتى ملكهم نمرود بن كوش ابن كنعان بن حام بن نوح فدعاهم نمرود إلى عبادة الاوثان ففعلوا - هذا لفظ هذا الاثر •

فعرف من مجموع هذه الآثار أن أجداد النبي صلى الله عليه وسلم كانوا مؤمنين يقين من آدم إلى زمن نمرود ، وفي زمنه كان ابراهيم عليه السلام وآزر فان كان آزر والد ابراهيم فيسثنى من سلسلة النسب وان كان عمه فلا استثناء ، وهذا القول - أعني ان آزر ليس أباً لبراهيم - ورد عن جماعة من السلف - أخرجه ابن أبي حاتم بسند ضعيف عن ابن عباس في قوله : ( وإذا قال لبراهيم



لأبيه آزر) قال: إن أبا إبراهيم لم يكن اسمه آزر وإنما كان [اسمه] تارح، وأخرج ابن أبي شيبة. وابن المنذر. وابن أبي حاتم عن طرق بعضها صحيح عن مجاهد قال: ليس آزر أبا إبراهيم وأخرج ابن المنذر بسند صحيح عن ابن جريج في قوله: (واذ قال إبراهيم لأبيه آزر) قال: ليس آزر بأبيه إنما هو إبراهيم بن تيرح - أو تارح - بن شاروخ بن ناحور بن فالخ، وأخرج ابن أبي حاتم بسند صحيح عن السدي أنه قيل له اسم أبي إبراهيم آزر فقال: بل اسمه تارح، وقد وجه من حيث اللغة بأن العرب أطلقوا لفظ الأب على العم إطلاقاً شائعاً وإن كان نجازاً، وفي التنزيل (أم كنتم شهداء إذ حضر يعقوب الموت إذ قال لبنيه ما تعبدون من بعدي قالوا نعبد إلهك وإله آبائك إبراهيم وإسماعيل وإسحق) فاطاق على إسماعيل لفظ الأب وهو عم يعقوب كما أطلق على إبراهيم وهو جده - أخرج ابن أبي حاتم عن ابن عباس - أنه كان يقول الجد أب ويتلو (قالوا نعبد إلهك وإله آبائك) الآية. وأخرج عن أبي العالية في قوله: (وإله آبائك إبراهيم وإسماعيل) قال: سمي العم أبا، وأخرج عن محمد بن كعب القرظي قال: الخال والد. والعم والد وتلا هذه الآية.

فهذه أقوال السلف من الصحابة. والتابعين في ذلك، وبرشحه أيضاً ما أخرجه ابن المنذر في تفسيره بسند صحيح عن سليمان بن صرد قال: لما أرادوا أن يلقوا إبراهيم في النار جعلوا يجمعون الحطب حتى إن كانت العجوز لتجمع الحطب فلما أن أرادوا أن يلقوه في النار قال: حسي الله ونعم الوكيل فلما ألقوه قال الله: (يا نار كوني برداً وسلاماً على إبراهيم) فقال: عم إبراهيم من أجل دفع عنه فأرسل الله عليه شرارة من النار فوقعت على قدمه فأحرقته، فقد صرح في هذا الأثر بعم إبراهيم - وفيه فائدة أخرى - وهو أنه هلك في أيام القاء إبراهيم في النار، وقد أخبر الله سبحانه في القرآن بأن إبراهيم ترك الاستغفار له لما تبين له أنه عدو لله ووردت الآثار بأن ذلك تبين له لما مات مشركاً وأنه لم يستغفر له بعد ذلك.

أخرج ابن أبي حاتم بسند صحيح عن ابن عباس قال: مازال إبراهيم يستغفر لأبيه حتى مات فلما مات تبين له أنه عدو لله فلم يستغفر له، وأخرج عن محمد بن كعب. وقناة. ومجاهد. والحسن. وغيرهم قالوا: كان يرجوه في حياته فلما مات على شركه تبرأ منه ثم هاجر إبراهيم عقب واقعة النار إلى الشام كما نص الله على ذلك في القرآن ثم بعد مدة من مهاجره دخل مصر وانفق له فيها مع الجبار ما اتفق بسبب سارة وأخدمه هاجر ثم رجع إلى الشام ثم أمره الله أن ينقلها وولدها إسماعيل إلى مكة فنقلهما ودعا فقال: (ربنا اني أسكنت من ذريتي بواد غير ذي زرع) إلى قوله: (ربنا اغفر لي ولوالدي وللمؤمنين يوم يقوم الحساب) فاستغفر لوالديه وذلك بعد هلاك عمه مدة طويلة - فيستنبط من هذا - أن الذكر في القرآن بالكفر والظن من

## القول بانه لم يلحق الشرك نسب النبي

الاستغفار له هو عمه لا أبوه الحقيقي فله الحمد على ما ألهمه .  
 روى ابن سعد في الطبقات عن الكلبي قال : هاجر ابراهيم من بابل الى الشام - وهو يومئذ  
 ابن سبع وثلاثين سنة - فأتى حران فأقام بها زمانا ثم أتى الأردن فأقام بها زمانا ثم خرج الى مصر  
 فأقام بها زمانا ثم رجع الى الشام فنزل السبع أرضا بين ايلياء وفلسطين ثم أتى بعض أهل  
 البلد آذوه فتحول من عندهم فنزل منزلا بين الرملة وإيلياء ، وروى ابن سعد عن الواقدي قال :  
 ولد لابراهيم اسماعيل - وهو ابن تسعين سنة - فعرف من هذين الأثرين أن بين هجرته من بابل  
 عقب واقعة النار وبين الدعوة التي دعا بها بمكة بضعا وخمسين سنة .

(تعميم) ثم استمر التوحيد في ولد ابراهيم . واسماعيل قال الشهرستاني في الملل والنحل :  
 كان دين ابراهيم قائما والتوحيد في صدر العرب شائعا وأول من غيره واتخذ عبادة الأصنام  
 عمرو بن لحي (قلت) وقد صح بذلك الحديث ، أخرجه البخاري . ومسلم عن أبي هريرة قال :  
 قال رسول الله ﷺ : « رأيت عمرو بن عامر الخزاعي يجر قصبه في النار كان أول من سب  
 السوائب » وأخرج الامام أحمد في مسنده عن ابن مسعود عن النبي ﷺ قال : « ان أول  
 من سب السوائب وعبد الأصنام أبو خزاعة عمرو بن عامر ولما رأته يجر أعمامه في النار ،  
 وأخرج ابن اسحق . وابن جرير في تفسيره عن أبي هريرة قال : قال رسول الله ﷺ :  
 « رأيت عمرو بن لحي بن قعدة بن خندف يجر قصبه بالاراءة أول من غير دين ابراهيم ، ولفظ ابن  
 اسحق « انه كان أول من غير دين اسماعيل » - ونصب الأثران وبحر البحيرة وسبب السائبة ووصل  
 الوصلة وحى الحامى - وله طريق أخرى ، وأخرج البزار في مسنده بسند صحيح عن أنس قال :  
 كان الناس بعد اسماعيل على الاسلام وكان الشيطان يحدث الناس بالشيء يريد أن يردهم عن  
 الاسلام حتى أدخل عليهم في التابية ليك اللهم ليك لا شريك لك الا شريك هو لك  
 تملكه وما ملك قال : فما زال حتى أخرجهم عن الاسلام الى الشرك - قال السهيلي في الروض  
 الأنف : كان عمرو بن لحي حين غلبت خزاعة على البيت ونفت جرهم عن مكة قد جعلته العرب  
 ربا لا يبتدع لهم بدعة الا اتخذوها شرعة لانه كان يطعم الناس ويكسو في الموسم ، وقد ذكر ابن  
 اسحق انه أول من أدخل الأصنام الحرم وحمل الناس على عبادتها وكانت التلبية من عهد ابراهيم  
 ليك اللهم ليك لا شريك لك حتى كان عمرو بن لحي فيبها هو بلبي تمثل له الشيطان في  
 صورة شيخ بلبي معه فقال عمرو : ليك لا شريك لك فقال الشيخ الا شريكا هو لك فأكر ذلك  
 عمرو وقال : وما هذا؟ فقال : الشيخ قل تملكه وما ملك فانه لا بأس بهذا فقالها عمرو ودانت بها  
 العرب انتهى كلام السهيلي ، وقال الحافظ عماد الدين بن كثير في تاريخه : كانت العرب على دين  
 ابراهيم الى أن ولي عمرو بن عامر الخزاعي مكة وانتزع ولاية البيت من أجداد النبي ﷺ

فأحدث عمرو المذكور عبادة الأصنام وشرع للعرب الضلالات من السوابب وغيرها سوزاد في التلبية بعد قوله ليك لا شريك لك - قوله : الا شريكا هو لك تملكه وما ملك فهو أول من قال ذلك وتبعته العرب على الشرك فشا بهوا بذلك قوم نوح وسائر الأمم المتقدمة وفيهم على ذلك بقايا من دين ابراهيم ، وكانت مدة ولاية خزاعة على البيت ثلثمائة سنة وذات ولايتهم مشيئة الى أن جاء قصي جد النبي ﷺ فقاتلهم واستعان على حربهم بالعرب وانتزع ولاية البيت منهم إلا ان العرب بعد ذلك لم ترجع عما كان أحدثه لها عمرو الخزاعي من عبادة الأصنام وغير ذلك لأنهم رأوا ذلك ديناً في نفسه لا ينبغي أن يغير انتهى .

ثبت أن آباء النبي ﷺ من عهد ابراهيم الى زمان عمرو [المذكور] كلهم مؤمنون بيقين ، وتأخذ في الكلام على الباقي وعلى زيادة توضيح لهذا القدر ( الامر الثاني ) مما ينصرف به لهذا المسلك آيات . وانما وردت في ذرية ابراهيم وعقبه ، الآية الأولى وهي أصرحها قوله تعالى : ( واذا قال ابراهيم لأبيه وقومه انى براء مما تعبدون إلا الذى فطرنى فانه سيهدين وجعلها كلمة باقية في عقبه ) أخرجه عبد بن حميد في تفسيره بسنده عن ابن عباس في قوله : ( وجعلها كلمة باقية في عقبه ) قال : لا إله إلا الله باقية في عقب ابراهيم ، وأخرج عبد بن حميد . وابن جرير . وابن المنذر عن مجاهد في قوله : ( وجعلها كلمة باقية في عقبه ) قال : لا إله إلا الله ، وقال عبد بن حميد : حدثنا يونس عن شيبان عن قتادة في قوله : ( وجعلها كلمة باقية في عقبه ) قال : شهادة أن لا إله إلا الله والتوحيد لا يزال في ذريته من يقولها من بعده ، وقال عبدالرزاق في تفسيره عن معمر عن قتادة في قوله : ( وجعلها كلمة باقية في عقبه ) قال : الا خلاص والتوحيد لا يزال في ذريته من يوحد الله ويعبده أخرجه ابن المنذر ثم قال : وقال ابن جريج في الآية في عقب ابراهيم : فلم يزل بعد من ذرية ابراهيم من يوحد الله ويعبده - أخرجه ابن المنذر - ثم قال : وقال ابن جريج في الآية في عقب ابراهيم : فلم يزل بعد من ذرية ابراهيم من يقول لا إله إلا الله قال وقول آخر : فلم يزل ناس من ذريته على الفطرة يعبدون الله حتى تقوم الساعة ، وأخرج عبد بن حميد عن الزهري في الآية قال : العقب ولده الذكور والاناث وأولاد الذكور وأخرج عن عطاء قال : العقب ولده وعصبته ، الآية الثانية قوله تعالى : ( واذا قال ابراهيم رب اجعل هذا بلداً آمناً واجنبى وبني أن نعبد الأصنام ) ، أخرجه ابن جرير في تفسيره عن مجاهد في هذه الآية قال : فاستجاب الله لابراهيم دعوته في ولده فلم يعبد أحد من ولده صنماً بعد دعوته واستجاب الله له وجعل هذا البلداً آمناً ورزق أهله من الثمرات وجعله اماماً وجعل من ذريته من يقيم الصلاة ، وأخرج البيهقي في شعب الايمان عن وهب بن منبه أن آدم لما أهبط الى الأرض استوحش فذكر الحديث بطوله في قصة البيت الحرام - وفيه من قول الله لآدم

## الدليل على أنه لم يلحق الشرك بنسب النبي

في حق إبراهيم عليهما السلام - واجعله أمة واحدا قاننا بأمرى داعيا إلى سبيلي أجتبه وأهديه إلى صراط مستقيم - استجيب دعوته في ولده وذريته من بعده وأشفعه فيهم واجعلهم أهل ذلك البيت وولائه وحماته - الحديث هـ

هذا الإثر موافق لقول مجاهد المذكور آنفا ولا شك أن ولاية البيت كانت معروفة بأجداد النبي ﷺ خاصة دون سائر ذرية إبراهيم إلى أن انتزعتها منهم عمرو الخزاعي ثم عادت إليهم فعرف أن كل ما ذكر عن ذرية إبراهيم فإن أولى الناس به سلسلة الأجداد الشريفة الذين خصوا بالاصطفاء وانتقل إليهم نور النبوة واحدا بعد واحد فهم أولى بأن يكونوا هم البعض المشار إليهم في قوله: (رب اجعلني مقيم الصلاة ومن ذريتي) ، وأخرج ابن أبي حاتم عن سفيان بن عيينة أنه سئل هل عبد أحد من ولد إسماعيل الأصنام؟ قال: لا ألم تسمع قوله: (واجنبي وبنى أن تعبد الأصنام)؟ قيل فكيف لم يدخل ولد اسحق وسائر ولد إبراهيم؟ قال: لأنه دعا لأهل هذا البلد أن لا يعبدوا - إذا أسكنهم إياه فقال: (اجعل هذا البلد آمنا) ولم يدع لجميع البلدان بذلك فقال: (واجنبي وبنى أن تعبد الأصنام) فيه وقد خص أهله وقال: (ربنا انى أسكنت من ذريتي بواد غير ذى زبوع عند بيتك المحرم ربنا ليقيموا الصلاة) ، فانظر إلى هذا الجواب من سفيان بن عيينة - وهو أحد الأئمة المجتهدين - وهو شيخ إمامنا الامام الشافعي رضى الله عنهما - الآية الثالثة قوله تعالى حكاية عن إبراهيم عليه السلام: (رب اجعلني مقيم الصلاة ومن ذريتي) أخرج ابن المنذر عن ابن جريج في قوله: (رب اجعلني مقيم الصلاة ومن ذريتي) قال: فلن يزال من ذرية إبراهيم ناس على الفطرة يعبدون الله - آية رابعة - أخرج ابو الشيخ في تفسيره عن زيد بن علي قال: قالت سارة لما بشرتها الملائكة: (يا ويلنا ألد وانا عجوز وهذا بهلى شيخا ان هذا لشيء عجيب) فقالت الملائكة [نرد على سارة أتعجبين من أمر الله رحمة الله وبركاته عليكم أهل البيت إنه حميد مجيد] قال: فهو كقوله: (وجعلها كلمة باقية في عقبه) محمد وآله من نسبه عقب إبراهيم داخل في ذلك (١) هـ

وقد أخرج ابن حبيب (٢) في تاريخه عن ابن عباس قال: كان عدنان - ومعد - وريمه - ومضر - وخزيمة - وأسد على ملة إبراهيم فلا تذكروهم إلا بخير، وذكر أبو جعفر الطبرى وغيره أن الله أوحى إلى أرميا أن اذهب إلى بخت نصر فأعلمه أنى قد سلطته على العرب وأمر الله أرميا أن يحمل معه معد بن عدنان على البراق لى لانتصيه النقة فأنى مستخرج من صلبه نبيا كريما اختتم به الرسل ففعل أرميا ذلك واحتمل معد إلى أرض الشام فنشأ مع بنى اسرائيل ثم عاد

(١) هذه الزيادة سقطت من بعض النسخ فانقطعت الكلام كما هو ظاهر وقد عثرنا عليها من نسخة محررة تراجع عليها ، وبذلك ارتبط الكلام واثارت نسخنا بدقة تحريرها هـ (٢) وجد على هامش بعض النسخ ما نصه - هو جعفر بن محمد بن حبيب - قال في المتن وهو غير منصرف لانه اسم أمه اهـ

بعد أن هدأت الفتن ، وأخرج ابن سعد في الطبقات من مرسل عبد الله بن خالد قال : قال رسول الله ﷺ : « لا تسبوا مضر فإنه كان قد أسلم » وقال السهيلي في الروض الأنف في الحديث المروى : لا تسبوا مضر ولا ربيعة فإنهما كانا مؤمنين .

( قلت ) وقفت عليه مسندا فاخرجه أبو بكر محمد بن خلف بن حبان المعروف بوكيع في كتاب الغرر من الأخبار قال : حدثنا اسحق بن داود بن عيسى المروزي ثنا أبو يعقوب الشعرائي ثنا سليمان بن عبد الرحمن الدهشقي ثنا عثمان بن قايد عن يحيى بن طلحة بن عبيد الله عن اسماعيل بن محمد بن سعد بن أبي رقاص عن عبد الرحمن بن أبي بكر الصديق عن رسول الله ﷺ قال : « لا تسبوا ربيعة ولا مضر فإنهما كانا مسلمين » وأخرج بسنده عن عائشة أن رسول الله ﷺ قال : « لا تسبوا تمما وضبة فإنهما كانا مسلمين » وأخرج بسنده عن ابن عباس قال : قال رسول الله ﷺ : « لا تسبوا قسا فإنه كان مسلما » ثم قال السهيلي : ويذكر عن النبي ﷺ أنه قال : « لا تسبوا إلياس فإنه كان مؤمنا » وذكر أنه كان يجمع في صلبه تلبية النبي ﷺ بالحج . قال : وكعب بن لؤي أول من جمع يوم العروبة - وقيل : هو أول من سماها الجمعة فكانت قريش تجتمع إليه في هذا اليوم فيخطبهم ويذكرهم بمبعث النبي ﷺ ويعلمهم أنه من ولده ويأمرهم باتباعه والايان به وينشدهم في هذا آياتنا منها قوله :

يا ليتني شاهدا فحواه دعوته اذا قريش تبغى الحق خذلانا

قال : وقد ذكر الماوردي هذا الخبر عن كعب في كتاب الاعلام له انتهى .

( قلت ) هذا الخبر أخرجه أبو نعيم في دلائل النبوة بسند عن أبي سلمة بن عبد الرحمن ابن عوف وفي آخره و كان بين موت كعب ومبعث النبي ﷺ خمسمائة سنة وستون سنة - والماوردي المذكور هو أحد أئمة أصحابنا . وهو صاحب الحاروي الكبير - له كتاب اعلام النبوة في مجلد كثير الفوائد وقد رأيت وسأقتل منه في هذا الكتاب ، فحصل مما أوردناه أن آباء النبي ﷺ من عهد ابراهيم الى كعب بن لؤي كانوا ظمهم على دين ابراهيم وولد كعب مرة الظاهر أنه كذلك لأن آباء أوصاه بالايان وبقي بينه وبين عبد المطلب أربعة آباء وهم كلاب . وقصى . وعبد مناف . وهاشم ولم أظفر فيهم بنقل لاهذا ولا بهذا ، وأما عبد المطلب فقيه ثلاثة أقوال : أحدها - وهو الاشبه - أنه لم تبلغ الدعوة لأجل الحديث الذي في البخاري وغيره ، والثاني أنه كان على التوحيد وملة ابراهيم - وهو ظاهر عموم كلام الامام نجر الدين - وما تقدم عن مجاهد وسفيان بن عيينة . وغيرها في تفسير الآيات السابقة ، والثالث أن الله أحياء بعد بعثة النبي ﷺ حتى آمن به وأسلم ثم مات - حكاه ابن سيد الناس - وهذا أضعف الأقوال وأسقطها وأرهاها لانه لا دليل عليه ولم يرد قط حديث لا ضعيف ولا غيره ولا قال هذا القول أحد من أئمة السنة إنما

## القول بانه لم يلحق الشرك نسب النبي - الاختلاف في اسلام أبي طالب

حكود عن بعض الشيعة ولهذا اقتصر غالب المصنفين على حكاية القولين الاولين وسدوا عن حكاية الثالث لان خلاف الشيعة لا يعتد به قال السهيلي في الروض الآف: وفي الصحيح «أن رسول الله ﷺ دخل على أبي طالب عند موته وعنده أبو جهل . وابن أبي أمية فقال : يا عم قل لا إله إلا الله كلمة أشهد لك بها عند الله فقال له أبو جهل . وابن أبي أمية : أترغب عن ملة عبد المطلب ؟ فقال : أنا على ملة عبد المطلب » قال : فظاهر هذا الحديث يقتضي أن عبد المطلب مات على الشرك قال : ووجدت في بعض كتب المسعودي اختلافا في عبد المطلب وأنه قد قيل فيه مات مسلما لما رأى من الدلائل على نبوة محمد ﷺ وعلم أنه لا يبعث إلا بالتوحيد فالله أعلم غير أن في مسند البزار . وكتاب النسائي من حديث عبد الله بن عمرو « أن رسول الله ﷺ قال لفاطمة وقد عزت قوما من الأنصار عن ميتهم : لعلك بلغت معهم الكدى ؟ (١) فقالت لا فقال : لو كنت بلغت معهم الكدى مارأيت الجنة حتى يراها جد أيك » قال : وقد خرج أبو داود ولم يذكر فيه حتى يراها جد أيك قال : وفي قوله : جد أيك ولم يقل جدك تقوية للحديث الضعيف الذي قدمنا ذكره إن الله أحيا أباه وأمه وآمننا به فالله أعلم .

قال : ويحتمل أنه أراد تخويفها بذلك لأن قوله ﷺ حق وبلوغها معهم الكدى لا يوجب خلودا في النار هذا كله كلام السهيلي بحروفه ، وقال الشهرستاني في الملل والنحل : ظهر نور النبي ﷺ في أسارير عبد المطلب بعض الظهور وببركة ذلك النور ألهم النذر في ذبح ولده وببركته كان يأمر ولده بترك الظلم والبغى ويحثهم على مكارم الاخلاق وينهاهم عن دنيايات الأمور وببركة ذلك النور كان يقول في وصاياهم : انه لن يخرج من الدنيا ظلوم حتى ينتقم منه وتصيبه عقوبة الى أنهلك رجل ظلوم لم تصبه عقوبة فقيل لعبد المطلب في ذلك ففكر وقال : والله إن وراء هذه الدار دارا يجزي فيها المحسن باحسانه ويعاقب فيها المسيء باساءته وببركة ذلك النور قال لا برهة : إن لهذا البيت ربا يحفظه ومنه قال وقد صعد أبا قبيس :

لاهم ان المرء يم نع رحله فامنع رحالك  
لا يغلبن صليهم ومعالهم يوما محالك  
وانصر على آل الصليب وعابديه اليوم آلك

اتمى كلام الشهرستاني - ويناسق ما ذكره - ما أخرجه ابن سعد في طبقاته عن ابن عباس قال : كانت الدية عشرا من الابل وعبد المطلب أرل من سن دية النفس مائة من الابل فجرت في قريش والعرب مائة من الابل وأقرها رسول الله ﷺ ، وينضم الى ذلك أن النبي صلى الله عليه وسلم انتسب اليه يوم حنين فقال :

(١) الكدى بضم الكاف المما بر قال ابن الأثير : وذلك لانها كانت مقابراهم في مواضع صلبة وهي جبه كدية ريروى بالراء

### أنا النبي لا كذب أنا ابن عبد المطلب

وهذا أقوى ما تقوى به مقالة الامام فخر الدين ومن واقعته لأن الأحاديث وردت في النهي عن الانتساب الى الآباء الكفار ، روى البيهقي في شعب الايمان من حديث أبي بن كعب . ومعاذ ابن جبل أن رجلين اتسبا على عهد رسول الله ﷺ فقال أحدهما : أنا فلان بن فلان ابن فلان فقال رسول الله ﷺ : « انتسب رجلان على عهد موسى فقال أحدهما أنا فلان بن فلان الى تسعة وقال الآخر أنا فلان بن فلان ابن الاسلام فأوحى الله الى موسى هذان المنتسبان أما أنت أيها المنتسب الى تسعة آباء في النار فأنت عاشرهم في النار وأما أنت أيها المنتسب الى اثنين فأنت ثالثهما في الجنة » وروى البيهقي أيضا عن أبي ربحانة عن النبي ﷺ قال : « من انتسب الى تسعة آباء ككفار يريد بهم عزا وشرفا فهو عاشرهم في النار » وروى البيهقي أيضا عن ابن عباس أن رسول الله ﷺ قال : « لا تفتخروا بأبائكم الذين ماتوا في الجاهلية فوالذي نفسي بيده لما يدحرج الجمل بأنفه خير من آبائكم الذين ماتوا في الجاهلية » وروى البيهقي أيضا عن أبي هريرة عن النبي ﷺ قال : « ان الله قد أذهب عنكم عيبة الجاهلية وفخرها بالآباء ليتبين أقوام يفتخرون برجال انما هم لحم من لحم جهنم أو ليكونن أهون على الله من الجعلان التي تدفع التتن بأنفها » .

والأحاديث في هذا المعنى كثيرة وأوضح من ذلك في التقرير أن البيهقي أورد في شعب الايمان حديث مسلم ان في أمي أربعة من أمر الجاهلية ليسوا بتاركين الفخر في الأحساب - الحديث ، وقال عقبه : فان عورض هذا بحديث النبي ﷺ في اصطفايته من بني هاشم فقد قال الحلبي : لم يرد بذلك الفخر انما أراد تعريف منازل المذكورين ومراتبهم كرجل يقول كان أبي فقيا لا يريد به الفخر وانما يريد به تعريف حاله دون ما عداه قال : وقد يكون أراد به الإشارة بنعمة الله عليه في نفسه وآبائه على وجه الشكر وليس ذلك من الاستطالة - والفخر في شيء انتهى ، فقوله : أراد تعريف منازل المذكورين ومراتبهم أو الإشارة بنعمة الله عليه في نفسه وآبائه على وجه الشكر فيه تقوية لمقالة الامام واجرائها على عمومها كما لا يخفى اذ الاصطفااء لا يكون الا لمن هو على التوحيد ولا شك أن الترجيح في عبد المطلب بخصوصه عسر جدا لأن حديث البخاري مصادم قوي ، وان أخذ في تأويله لم يوجد تأويل قريب والتأويل البعيد بأباه أهل الأصول ولهذا رأى السهيلي تصادم الأدلة فيه لم يقدر على الترجيح فوقف وقال : فالله أعلم - وهذا يصلح أن يعدقولا رابعا فيه - وهو الوقف وأكثر ما خطر لي في تأويل الحديث وجهان بعيدان فتركتهما ، وأما حديث النسائي فتأويله قريب وقد فتح السهيلي بابه وان لم يستوفه وانما سهل الترجيح في جانب عبد الله مع أن فيه معارضا قويا وهو حديث مسلم لأن ذلك سهل تأويله بتأويل قريب في غاية الجلاء

## البرهان على تقديس نسب النبي من الشرك

والوضوح وقامت الأدلة على رجحان جانب التأويل فسهل المصير والله أعلم هـ  
ثم رأيت الامام أبا الحسن الماوردي أشار إلى نحو ما ذكره الامام فخر الدين إلا أنه لم يصرح  
كنصريحه فقال في كتابه أعلام النبوة : لما كان أنبياء الله صفوة عباده وخيرة خلقه لما كلفهم من  
القيام بحقه والارشاد لخلقهم استخلصهم من أكرم العناصر واجتباهم بمحكم الاواصر (١) فلم  
يكن لنسبهم من قدح ولمنصبهم من جرح لتكون القلوب لهم أصفى والنفوس لهم أوطأ فيكون  
الناس إلى اجابتهم أسرع ولأوامرهم أطوع وإن الله استخلص رسوله ﷺ من أطيب المناكح  
وحماه من دنس الفواحش ونقله من أصلاب طاهرة إلى أرحام منزهة وقد قال ابن عباس في تأويل  
قول الله : ( وتقلبك في الساجدين ) أي تقلبك من أصلاب طاهرة من أب بعد أب إلى أن  
جعلك نبيا فكان نور النبوة ظاهرا في آبائه ثم لم يشركه في ولادته من أبويه أخ ولا أخت لانتها  
صفوتهما إليه وقصور نسبهما عليه ليكون مختصا بنسب جعله الله للنبوة غاية ولنفرده نهاية فيزول  
عنه أن يشارك فيه ويمثل فيه فلذلك مات عنه أبواه في صغره . فأما أبوه فمات - وهو حمل - وأما  
أمه فماتت - وهو ابن ست سنين - وإذا خبرت حال نسبه وعرفت طهارة مولده علمت أنه  
سلالة آباء كرام ليس في آبائه مسترذل ولا مغفوز مستبذل بل كرام سادة قادة وشرف النسب  
وطهارة المولد من شروط النبوة انتهى كلام الماوردي بحروفه ، وقال أبو جعفر الجاسر في معاني  
القرآن في قوله : ( وتقلبك في الساجدين ) روى عن ابن عباس أنه قال تقلبه في الظهور حتى أخرجه  
نبيا . وما أحسن قول الحافظ شمس الدين بن ناصر الدين الدمشقي رحمه الله تعالى :

تقل أحمد نورا عظيما تلالا في جباه الساجدين  
تقلب فيهم قرناً قرناً إلى أن جاء خير المرسلين  
وقال أيضا حفظ الآله كرامة لمحمد آباءه الأجداد صونا لاسمه  
تركوا السفاح فلم يصيبهم عاره من آدم حتى أبيه وأمه  
وقال الشرف أبو بصير صاحب البردة :

كيف زق رقيق الأنبياء ياسماء ما طاوراتها سماء  
لم يساروك في علاك وقدحاً لسنى منك دونهم وسناء  
إنما مثلوا صفاتك لنا س كما مثل النجوم الماء  
أنت صباح كل فضل فما تصدر إلا عن ضوئك الأضواء  
لك ذات العلوم من عالم الغيب ومنها لآدم الأسماء  
لم تزل في ضمائر الغيب تختار لك الأمهات والآباء



ما مضت فترة من الرسل إلا بشرت قومها بك الأنبياء  
تباهى بك العصور وتسمو بك عباها بعدها علياء  
وبدا للوجود منك كريم من كريم آباؤه كرماء  
نسب تحسب الملا بجلاء قلدتها نجومها الجزاء  
ومنها فهنيئاً به لآمنة الفضل الذي شرفت به حواء  
من لحواء أنها حملت أحمد أو أنها به نساء  
يوم نالت بوضعه ابنة وهب من غزاز مالم تنله النساء  
وأنت قومه بأفضل مما قد أنت قبل مريم العذراء

(قائدة) قال ابن أبي حاتم في تفسيره: حدثنا أبي ثنا موسى بن أيوب النصيبي ثنا ضمرة  
عن عثمان بن عطاء عن أبيه قال: بين النبي ﷺ وبين آدم تسعة وأربعون أباً  
(الامر الثالث) أثر ورد في أم النبي ﷺ خاصة، أخرج أبو نعيم في دلائل النبوة بسند ضعيف  
من طريق الزهري عن أم سماعة بنت أبي رهم عن أمها قالت: شهدت آمنة أم رسول الله ﷺ  
في علنها التي ماتت فيها ومحمد غلام يقع له خمس سنين عند رأسها فظرت إلى وجهه ثم قالت:

بارك فيك الله من غلام يا ابن الذي من حومة الحمام  
نجابون الملك المنعم فودي غداة الضرب بالسهم  
بمائة من ابل سوام ان صح ما البصرت في المنام  
فأنت مبعوث إلى الأنام من عند ذي الجلال والأكرام  
تبعث في الحل وفي الحرام تبعث بالتحقيق والإسلام  
دين أليك البر إبراهيم فاقه أنهاك عن الأصنام

أن لا تواليها مع الأقوام

ثم قالت: كل حي ميت وكل جديد بال وكل كبير يقنى وأنا ميتة وذكرى باق وقد تركت  
خيراً وولدت طهراً ثم ماتت فكنا نسمع نوح الجن عليها فحفظنا من ذلك  
نبكى الفتاة البرة الأمينه ذات الجمال العفة الرزينة  
زوجة عبد الله والقرينه أم نبي الله ذى الكينيه  
وصاحب المنبر بالمدينه صارت لدى حفرتها رهينه

فأنت ترى هذا الكلام منها صريحاً في النهي عن موالاة الأصنام مع الأقوام والاعتراف  
بدين إبراهيم ويعتق ولدها إلى الأنام من عند ذي الجلال والأكرام بالإسلام. وهذه  
الإلغاز منافية للشرك، وقرؤها تبعث بالتحقيق كذا هو في النسخة وعندي أنه تصحيف وإنما

هو بالتخفيف ثم إلى استقرات أمهات الأنبياء عليهم السلام فوجدتهن مؤمنات ؛ فأم اسحق .  
 وهوسى . وهرون . وعيسى . وحواء أم شيث مذ كورات في القرآن بل قيل بنبوتهن ووردت  
 الاحاديث بايمان هاجر أم اسماعيل . وأم يعقوب . وأمها أولاده . وأم داود . وسليمان .  
 وزكريا ، ويحيى ، وشمويل ، وشمعون . وذى الكفل ، ونص بعض المفسرين على إيمان  
 أم نوح ، وأم ابراهيم . ورجحه أبو حيان في تفسيره - وقد تقدم عن ابن عباس أنه لم يكن  
 بين نوح وآدم والد كافر ولهذا قال : ( رب اغفرلى ولوالدى ولمن دخل بيتى مؤمناً ) وقال  
 ابراهيم : ( رب اغفرلى ولوالدى وللؤمنين يوم يقوم الحساب ) ولم يعتذر عن استغفار  
 ابراهيم في القرآن الا لآيه خاصة دون أمه فدل على أنها كانت مؤمنة ، وأخرج الحاكم  
 في المستدرک وصححه عن ابن عباس قال : كانت الانبياء من بنى اسرائيل الا عشرة . نوح . وهود .  
 وصالح . ولوط . وشعيب . و ابراهيم . واسماعيل . واسحق . ويعقوب . ومحمد عليهم السلام  
 وبنو اسرائيل كلهم كانوا مؤمنين لم يكن فيهم كافر الى أن بعث عيسى فكفر به من كفر -  
 فأمهات الانبياء الذين من بنى اسرائيل كلهن مؤمنات - وأيضا فغالب أنبياء بنى اسرائيل كانوا  
 أولاد أنبياء أو أولاد أولادهم فان النبوة كانت تكون في سبط منهم يتناسلون كما هو معروف  
 في أخبارهم ، وأما العشرة المذكورون من غير بنى اسرائيل فقد ثبت إيمان أم نوح . و ابراهيم .  
 واسماعيل . واسحق . ويعقوب وبقى أم هود . وصالح . ولوط . وشعيب يحتاج الى نقل أو دليل  
 والظاهر - ان شاء الله تعالى - إيمانهم فكذلك أم النبي صلى الله عليه وسلم وكان السر في ذلك  
 ما يرينه من النور كما ورد في الحديث ۞

أخرج أحمد . والبخاري . والطبراني . والحاكم . والبيهقي عن العرباض بن سارية أن رسول الله  
 ﷺ قال : « انى عبد الله لخاتم النبيين وان آدم لمنجدل في طينته وسأخبركم عن ذلك دعوة  
 أنى ابراهيم وبشارة عيسى ورؤيا أمى التى رأت ، وكذلك أمهات النبيين برين وان أم رسول الله  
 ﷺ رأت حين وضعت نوراً أضاءت له قصور الشام ، ولا شك أن الذى رآته أم النبي ﷺ  
 في حال حملها به وولادتها له من الآيات أكثر وأعظم مما رآه سائر أمهات الانبياء كما سقنا  
 الاخبار بذلك في كتاب المعجزات ، وقد ذكر بعضهم انه لم ترضعه مرضعة إلا أسلمت قال :  
 ومرضعته أربع . أمه . وحليمة السعدية . وثوية . وأم أيمن انتهى ۞

( فان قلت ) فما تصنع بالاحاديث الدالة على كفرها وانها في النار وهى حديث أنه ﷺ  
 قال : « ليت شعرى ما فعل أبواى ؟ فترأت ( ولا تسأل عن أصحاب الجحيم ) » وحديث انه  
 استغفر لأمه فضرب جبريل في صدره وقال : لا تستغفر لمن مات مشركاً ، وحديث أنه نزل فيها  
 ( ما كان للنبي والذين آمنوا أن يستغفروا للمشركين ) ، وحديث أنه قال : لا بنى مليكة :

وأمك في النار - فشق عليهما فدعاهما - فقال : إن أمي مع أمكاه (قلت) الجواب ان غالب ما يروى من ذلك ضعيف ولم يصح في أم النبي ﷺ - سوى حديث انه استأذن في الاستغفار لها فلم يؤذن له ولم يصح أيضا في آية الاحديث مسلم خاصة - وسيأتي الجواب عنهما - وأما الاحديث التي ذكرت لحديث « آيت شعري ما فعل أبوأي » فنزلت الآية لم يخرج في شيء من كتب [الحديث] المعتمدة - وإنما ذكر في بعض التفاسير بسند منقطع لا يحتج به ولا يعول عليه ولو جئنا نحتج بالاحديث الواهية لعارضناك بحديث واه أخرجه ابن الجوزي من حديث علي مرفوعا - هبط جبريل على فقال : إن الله يقرئك السلام ويقول : أتى حرمت النار على صلب أنزلك وبطن حملك وحجر كفلك - ويكون من باب معارضة الواهي بالواهي إلا أنا لا نرى ذلك ولا نحتج به - ثم إن هذا السبب مردود بوجوه أخرى من جهة الأصول ، والبلاغة ، واسرار البيان - وذلك ان الآيات من قبل هذه الآية ومن بعدها - كلها في اليهود من قوله تعالى : ( يا بني اسرائيل اذكروا نعمتي التي أنعمت عليكم وأوفوا بعهدي أوف بعهدكم وإياي فارهبون ) الى قوله : ( وإذا تبلى ابراهيم ربه بكلمات ) ولهذا ختمت القصة بمنزل ما صدرت به وهو قوله تعالى : ( يا بني اسرائيل اذكروا نعمتي التي أنعمت عليكم ) الآيتين فتبين أن المراد بأصحاب الجحيم كفار أهل الكتاب ، وقد ورد ذلك مصراحا به في الأثر - أخرجه عبد بن حميد ، والقرطبي ، وابن جرير ، وابن المنذر في تفاسيرهم عن مجاهد قال : من أول البقرة أربع آيات في نعت المؤمنين (١) وثلاث عشرة آية في نعت المنافقين ومن أربعين آية الى عشرين ومائة في بني اسرائيل اسناده صحيح ، وبما يؤكد ذلك أن السورة مدنية وأكثر ما خوطب فيها اليهود ويرشح ذلك من حيث المناسبة أن الجحيم اسم لما عظم من النار كما هو مقتضى اللغة والآثار - أخرجه ابن أبي حاتم عن أبي مالك في قوله تعالى : ( أصحاب الجحيم ) قال الجحيم ما عظم من النار ، وأخرجه ابن جرير ، وابن المنذر عن ابن جريج في قوله تعالى : ( لها سبع أبواب ) قال : أولها جهنم ، ثم لظى ، ثم الحطمة ، ثم السعير ، ثم سقر ، ثم الجحيم ، ثم الهاوية قال : والجحيم فيها أبوجهل - اسناده صحيح أيضا - فاللائق بهذه المنزلة من عظم كفره واشتد وزره وعاند عند الدعوة وبدل وحرف وجحد بعد علم لامن هو بمظنة التخفيف وإذا كان قد صح في أبي طالب انه أهون أهل النار عذابا لقربته منه ﷺ وبره به مع ادراك الدعوة وامتناعه من الاجابة وطول عمره فما ظنك بأبويه اللذين هما أشد منه قربا وآكد حبا وأبسط عذرا وأنصر عمرا فعاد الله أن يظن بهما انهما في طبقة الجحيم وأن يشدد عليهما العذاب العظيم هذا لا يفهمه من له أدنى ذوق سليم ، وأما حديث أن جبريل ضرب في صدره وقال : لا تستغفر لمن

(١) في بعض النسخ (الكارين) بدل (المؤمنين) وهو خطأ

## هل كان أبو النبي علي دين الخنيفية؟

مات مشركا - فان البزار أخرجه بسند فيه من لا يعرف - وأما حديث نزول الآية في ذلك -  
 فضعيف أيضا - والثابت في الصحيحين انها نزلت في أبي طالب وقوله صلى الله عليه وسلم له : « لا تستغفرن  
 لك ما لم أنه عنك » ، وأما حديث « أمي مع أمكما » ، فأخرجه الحاكم في مستدركه وقال : صحيح  
 وشأن المستدرك في تساهله في التصحيح معروف وقد تقرر في علوم الحديث أنه لا يقبل تفرد  
 بالتصحيح ، ثم ان الذهبي في مختصر المستدرك لما أورد هذا الحديث ونقل قول الحاكم  
 صحيح قال عقبه : قلت لا والله فعثمان بن عمير ضعفه الدارقطني فبين الذهبي ضعف الحديث  
 وحلف عليه يمينا شرعيا واذا لم يكن في المسألة إلا أحاديث ضعيفة كان للنظر في غيرها مجال .  
 ( الأمر الرابع ) مما ينصر به لهذا المسلك انه قد ثبت عن جماعة كانوا في زمن الجاهلية انهم  
 تحنفوا وتدينوا بدين ابراهيم عليه السلام وتركوا الشرك فما المانع أن يكون أبو النبي صلى الله عليه وسلم  
 سلكوا سبيلهم في ذلك ، قال الحافظ أبو الفرج ابن الجوزي في التلخيص : تسمية من رفض عبادة  
 الأصنام في الجاهلية . أبو بكر الصديق . زيد بن عمرو بن نفيل . عبيد الله بن جحش . عثمان بن  
 الحوirth . ورقة بن نوفل . رباب بن البراء . أسعد أبو كرب الحميري . قيس بن ساعدة الأيادي .  
 أبو قيس بن صرمة انتهى .

وقد وردت الأحاديث بتحنف زيد بن عمرو . ورقة . وقيس ، وقد روى ابن اسحق  
 وأصله في الصحيح تعليقا عن أسماء بنت أبي بكر قالت : لقد رأيت زيد بن عمرو بن نفيل مستندا  
 ظهره الى الكعبة يقول يا معشر قريش ما أصبح منكم أحد على دين ابراهيم غيري ثم يقول اللهم  
 إنى لو أعلم أحب الوجوه اليك عبدتك به ولكنى لأعلم ( قلت ) وهذا يؤيد ما تقدم في المسلك  
 الأول أنه لم يبق إذذاك من يبلغ الدعوة ويعرف حقيقتها على وجهها .

وأخرج أبو نعيم في دلائل النبوة عن عمرو بن عبسة السلي قال : رغبت عن آلهة قومي  
 في الجاهلية ورأيت أنها الباطل يعبدون الحجارة ، وأخرج البيهقي . وأبو نعيم كلاهما في  
 الدلائل من طريق الشعبي عن شيخ من جهينة أن عمير بن حبيب الجهني ترك الشرك في الجاهلية  
 وصلى لله وعاش حتى أدرك الاسلام ، وقال امام الأشاعرة الشيخ أبو الحسن الأشعري :  
 وأبو بكر : ما زال بعين الرضا منه فاختلف الناس في مراده بهذا الكلام . فقال بعضهم : ان  
 الأشعري يقول ان أبا بكر الصديق كان مؤمنا قبل البعثة . وقال آخرون : بل أراد أنه لم يزل  
 بحالة غير مغضوب فيها عليه لعلم الله تعالى بأنه سيؤمن ويصير من خلاصة الأبرار ، قال الشيخ  
 تقي الدين السبكي : لو كان هذا مراده لاستوى الصديق وسائر الصحابة في ذلك ، وهذه العبارة  
 التي قالها الأشعري في حق الصديق لم تحفظ عنه في حق غيره فالصواب ان يقال : ان الصديق لم  
 يثبت عنه حالة كفر بالله فلعل حاله قبل البعث كحال زيد بن عمرو بن نفيل واقرانه فلهذا خصص

( ٢٩٢ - ج ٢ - الحارثي )

الصديق بالذکر عن غيره من الصحابة انتهى كلام السبكي .

(قلت) و كذلك نقول في حق أبوي النبي ﷺ أنهما لم يثبت عنهما حالة كفر بالله فلعل حالهما كحال زيد بن عمرو بن نفيل . وأبي بكر الصديق . واضرا بهما مع أن الصديق . وزيد بن عمرو إنما حصل لهما التحنف في الجاهلية ببركة النبي ﷺ فانهما كانا صديقين له قبل البعثة وكانا يوادانه كثيرا فأبواه أولى بعود بركته عليهما وحفظهما بما كان عليه أهل الجاهلية .

(فان قلت) بقيت عقدة واحدة وهي ما رواه مسلم عن أنس . أن رجلا قال : يا رسول الله أين أبي ؟ قال : في النار فلما قضى دعاءه فقال : ان أبي وأباك في النار . وحديث مسلم : وأبي داود عن أبي هريرة أنه ﷺ استأذن في الاستغفار لآمه فلم يؤذن له فاحل هذه العقدة .

(قلت) على الرأس والعين (الجواب) ان هذه اللفظة وهي قوله : ان أبي وأباك في النار لم يتفق على ذكرها الرواة وإنما ذكرها حماد بن سلمة عن ثابت عن أنس - وهي الطريق التي رواه مسلم منها - وقد خالفه معمر عن ثابت فلم يذكر ان أبي وأباك في النار ولكن قال له : اذا مررت بقبر كافر فبشره بالنار . وهذا اللفظ لا دلالة فيه على والده ﷺ بأمر البتة وهو أثبت من حيث الرواية فان معمر أثبت من حماد فان حمادا تكلم في حفظه ووقع في أحاديثه منا كبرذكروا أن ريبه دسها في كتبه وكان حماد لا يحفظ فحدث بها فوهم فيها ومن ثم لم يخرج له البخاري شيئا ولا خرج له مسلم في الأصول إلا من روايته عن ثابت قال الحالم في المدخل : ما خرج مسلم لحماد في الأصول إلا من حديثه عن ثابت وقد خرج له في الشواهد عن طائفة ، وأما معمر فلم يتكلم في حفظه ولا استنكر شيء من حديثه وانفق على التخريج له الشيخان فكان لفظه أثبت ، ثم وجدنا الحديث ورد من حديث سعد بن أبي وقاص بمثل لفظ رواية معمر عن ثابت عن أنس فاخرج البزار . والطبراني . والبيهقي من طريق إبراهيم بن سعد عن الزهري عن عامر بن سعد عن أبيه ان أعرابيا قال لرسول الله ﷺ : أين أبي ؟ قال : في النار قال : أين أبوك ؟ قال حينما مررت بقبر كافر فبشره بالنار ، وهذا إسناد على شرط الشيخين فتعين الاعتماد على هذا اللفظ وتقديمه على غيره - وقد زاد الطبراني . والبيهقي . في آخره - قال فاسلم الأعرابي بعد فقال : لقد كلفني رسول الله ﷺ تعبا ما مررت بقبر كافر إلا بشرته بالنار ، وقد أخرج ابن ماجه من طريق إبراهيم بن سعد عن الزهري عن سالم عن أبيه قال : « جاء أعرابي إلى النبي ﷺ فقال : يا رسول الله ان أبي كان يصل الرحم وكان فأين هو ؟ قال : في النار - قال : فكأنه وجد من ذلك - فقال : يا رسول الله أين أبوك ؟ قال : رسول الله ﷺ : حينما مررت بقبر مشرك فبشره بالنار - قال : فاسلم الأعرابي بعد - قال : لقد كلفني رسول الله ﷺ تعبا ما مررت بقبر كافر إلا بشرته بالنار » .

فهذه الزيادة أوضحت بلا شك أن هذا اللفظ العام هو الذي صدر منه صلى الله عليه وسلم

### توجيه حديث ه أينما مررت بقبر مشرك ، الخ

ورآه الاعرابي بعد إسلامه أمرا مقتضيا لامتناله فلم يسعه الامتناله ولو كان الجواب باللفظ الأول لم يكن فيه أمر بشيء البتة فلم أن هذا اللفظ الأول من تصرف الراوي رواه بالمعنى على حسب فهمه ، وقد وقع في الصحيحين روايات كثيرة من هذا النمط فيها لفظ تصرف فيه الراوي وغيره أثبت منه كحديث مسلم عن أنس في نفي قراءة البسملة ، وقد أتاه الامام الشافعي رضي الله عنه بذلك وقال : إن الثابت من طريق آخر نفي سماعها ففهم منه الراوي نفي قراءتها فرواه بالمعنى على ما فهمه فإخطأ ونحن أجبتنا عن حديث مسلم في هذا المقام بنظير ما أجاب به إمامنا [ الامام ] الشافعي رضي الله عنه عن حديث مسلم في نفي قراءة البسملة . ثم لو فرض اتفاق الرواة على اللفظ الأول كان معارضا بما تقدم من الأدلة والحديث الصحيح اذا عارضه أدلة أخرى هي أرجح منه ويجب تأويله وتقديم تلك الأدلة عليه كما هو مقرر في الأصول ، وبهذا الجواب الأخير يجاب عن حديث عدم الاذن في الاستغفار لأنه على أنه يمكن فيه دعوى عدم الملازمة بدليل أنه كان في صدر الإسلام ممنوعا من الصلاة على من عليه دين وهو مسلم فلعله كانت عليها تبعات غير الكفر فمنع من الاستغفار لها بسببها - والجواب الأول أقعد وهذا تأويل في الجملة - ثم رأيت طريقا أخرى للحديث مثل لفظ رواية معمر وأزيد وضوحا وذلك أنه صرح فيه بأن السائل أراد أن يسأل عن أبيه عليه السلام فعدل عن ذلك تبجيلا وتأديبا . فاخرج الحاكم في المستدرک وصححه عن لقيط بن عامر ه أنه خرج وافدا الى رسول الله صلى الله عليه وسلم ومعه نهيك بن عاصم بن مالك بن المنتفق فقال : قدمنا المدينة لانسلاخ رجب فصلينا معه صلاة الغداة فقام رسول الله صلى الله عليه وسلم في الناس خطيبا - فذكر الحديث الى أن قال - فقلت يا رسول الله هل أحد من مضي منا في جاهلية من خير ؟ فقال رجل من عرض قريش ان أباك المنتفق في النار فكأنه وقع حربين جلد وجهي ولحمي ، اقال لأبي علي رهوس الناس فهمت ان أقول يا برك يا رسول الله ثم نظرت فاذا الأخرى أجمل فقلت وأهلك يا رسول الله فقال : ما أتيت عليه من قبر قرشي أو عامري مشرك فقل أرسلني اليك محمد فابشر بما يسوءك ، هذه رواية لا إشكال فيها وهي أوضح الروايات وأبينها ه

( تقرير آخر ) ما المانع أن يكون قول السائل فإين أبرك ؟ وقوله صلى الله عليه وسلم في حديث أنس ان أبي ان ثبت المراد به عمه أبو طالب لأبوه عبدالله ؟ [ كذا ] قال بذلك الامام فخر الدين في أبي ابراهيم أنه عمه وقد تقدم نقله عن ابن عباس . ومجاهد . وابن جريج . والسدي - ويرشحه هنا أسران - الأول ان اطلاق ذلك على أبي طالب كان شائعا في زمن النبي صلى الله عليه وسلم ولذا كانوا يقولون له قل لابنك يرجع عن شتم آلهتنا وقال لهم أبو طالب مرة - لما قالوا له اعطنا ابنك نقله وخذ هذا الولد مكانه - أعطيكم ابني تقتلونهم وآخذ ابنكم أ كفه لكم ولما سافر أبو طالب الى الشام ومعه النبي صلى الله عليه وسلم نزل له بحيرا فقال له ما هذا منك ؟ قال هو ابني فقال : ما ينبغي لهذا الغلام ان يكون

أبوه حيا فكانت تسمية أبي طالب أبا للنبي ﷺ شائبة عندهم ليكونه عمه وكونه رباه وكفله من صغره وكان يحوظه ويحفظه وينصره فكان مظنة السؤال عنه (والأمر الثاني) أنه وقع في حديث يشبه هذا ذكر أبي طالب في ذيل القصة - أخرج الطبراني عن أم سلمة و أن الحارث بن هشام أتى النبي ﷺ يوم حجة الوداع فقال: يا رسول الله انك تحث على صلة الرحم والاحسان إلى الجار وإيواء اليتيم وإطعام الضيف وإطعام المسكين وكل هذا كان يفعله هشام بن المغيرة فما ظلك به يا رسول الله؟ فقال رسول الله ﷺ: كل قبر لا يشهد صاحبه أن لا إله إلا الله فهو جذوة من النار وقد وجدت عمي أبا طالب في طمطم من النار فاخرجه الله لمكانه مني واحسانه إلى فجعله في ضحضاح من النار»

(تنبيه) قد استراح جماعة من هذه الأجوبة كلها وأجابوا عن الأحاديث الواردة [فيها] بأنها منسوخة إذا أجابوا بذلك عن الأحاديث الواردة (١) [في أطفال المشركين انهم في النار وقالوا: الناسخ لأحاديث أطفال المشركين قوله تعالى: (ولا تزر وازرة وزر أخرى) ولأحاديث الأبو بن قوله تعالى: (وما كنا معذبين حتى نبعث رسولا) ومن اللطائف كون الجملتين في الفريقين مقترنتين في آية واحدة متعاطفتين متناسقتين في النظم، وهذا الجواب مختصر مفيد يعنى عن كل جواب إلا أنه إنما يتأتى على المسالك الأولى دون الثاني كما هو واضح فلماذا احتجنا إلى تحرير الأجوبة عنها على المسالك الثاني؟

(تممة) قد ثبت في الحديث الصحيح ان أهون أهل النار عذابا أبو طالب وأنه في ضحضاح من النار في رجليه نعلان يغلي منهما دماغه، وهذا ما يدل على أن أبوي النبي ﷺ ليسا في النار لأنهما أركانها فيها لكانا أهون عذابا من أبي طالب لأنهما أقرب منه مكانا وأبسط عذرا فأهما لم يدركا البعثة ولا عرض عليهما الإسلام فامتنعوا بخلاف أبي طالب وقد أخبر الصادق المصدوق أنه أهون أهل النار عذابا فأليس أبواه من أهلها، وهذا يسمى عند أهل الأصول دلالة الإشارة

(نصب ميدان جدلي) المجادلون في هذا الزمان كثير خصوصاً في هذه المسألة وأدثرهم ليس لهم معرفة بطرق الاستدلال بالكلام معهم ضائع غير أني أنظر الذي يجادل وأكله بطريقة تقرب من ذهنه فإنه أكثر ما عنده أن يقول الذي ثبت في صحيح مسلم يدل على خلاف ما تقول فإن كان الذي يجادل بذلك من أهل مذهبنا شافعي المذهب أقول له: قد ثبت في صحيح مسلم أنه ﷺ لم يقرأ في الصلاة بسم الله الرحمن الرحيم وأنت لا تصحح الصلاة بدون البسملة وثبت في الصحيحين أنه ﷺ قال: «انما جعل الإمام ليؤتم به فلا تختلفوا عليه فإذا ركع فاركعوا وإذا رفع فارفعوا وإذا قال سمع الله لمن حمده فقولوا ربنا لك الحمد وإذا صلى جالسا فصلوا جلوسا

(١) هذه الزيادة من النسخ التي تراعى عليها

## الرد على من يتردد في نجاة أبوي النبي

أجمعون ، وأنت إذا قال الامام سمع الله لمن حمده تقول سمع الله لمن حمده مثله واذا صلى جالسا اعذر وأنت قادر تصلي خلفه قائما لاجالسا ، وثبت في الصحيحين في حديث التيمم « إنما يكفيك أن تقول بيدك هكذا ضرب يديه ضربة واحدة ومسح الشمال على اليمن وظاهر كفيه ووجهه ، وأنت لا تدتني في التيمم بضربة واحدة ولا بالمسح إلى الكوعين فكيف خالفت الأحاديث التي ثبتت في الصحيحين أو أحدهما ؟ فلا بد ان كانت عنده رائحة من العلم أن يقول قامت أدلة أخرى معارضة لهذه فقدمت عايبها ( فاقول له ) وهذا مثله لا يحتاج عليه إلا بهذه الطريقة فإنها ملزمة له ولأمثاله ، وان كان المجادل مالمكي المذهب أقول له : قد ثبت في الصحيحين « البيعان بالخيار ما لم يتفرقا » وأنت لا تثبت خيار المجلس وثبت في صحيح مسلم - أنه صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ توضأ ولم يمسح كل رأسه - وأنت توجب في الوضوء مسح كل الرأس فكيف خالفت ما ثبت في الصحيح ؟ فيقول قامت أدلة أخرى معارضة له فقدمت عليه ( فاقول له ) وهذا مثله ، وان كان المجادل حنفى المذهب أقول له : قد ثبت في الصحيح - « إذا وابع السكب في إناء أحدكم فليغسله سبعا ، وأنت لا تشترط في النجاسة الكلبية سبعا - وثبت في الصحيحين « لا صلاة لمن لم يقرأ بفاتحة الكتاب » وأنت تصحح الصلاة بدونها - وثبت في الصحيحين « ثم ارفع رأسك حتى تعتدل قائما » وأنت تصحح الصلاة بدون الطمأنينة في الاعتدال - وصح في الحديث « إذا بلغ الماء قلتين لم يحمل خبثا ، وأنت لا تعتبر القلتين رصح في الصحيحين أنه صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - باع المدبر - وأنت لا تقول ببيع المدبر فكيف خالفت هذه الأحاديث الصحيحة ؟ فيقول قامت أدلة أخرى معارضة لها فقدمت عايبها ( فاقول له ) وهذا مثله ، وان كان المجادل حنبلى المذهب أقول له : قد ثبت في الصحيحين « من صام يوم الشك فقد عصى ابا القاسم » وثبت فيهما « لا تقدموا رمضان بصوم يوم ولا يومين » وأنت تقول بصيام يوم الشك فكيف خالفت ما ثبت في الصحيحين ؟ فيقول قامت أدلة أخرى معارضة له فقدمت عليه ( فاقول له ) وهذا مثله .

هذا أقرب ما يقرب به لاذهان الناس اليوم ، وان كان المجادل بما يكتب الحديث ولا فقه عنده يقال له : قد قالت الأقدمون المحدث بلا فقه كعطار غير طبيب فالأدوية حاصلة في دكانه ولا يدري لماذا تصلح - والفقهاء بلا حديث كطبيب ليس بعطار - يعرف ما تصلح له الأدوية إلا أنها ليست عنده . وانى بحمد الله قد اجتمع عندى الحديث . والفقه . والأصول . وسائر الآلات من العربية . والمعاني . والبيان . وغير ذلك فانا أعرف كيف أتكلم وكيف أقول وكيف استدل وكيف ارجح واما أنت يا أخى ونفى الله واياك فلا يصلح لك ذلك لانك لا تدري الفقه ولا الأصول ولا شيئا من الآلات والكلام في الحديث والاستدلال به ليس بالهين ولا يحل الاقدام على التكلم فيه لمن لم يجمع هذه العلوم فانصر على ما آتاك الله وهو انك اذا سئلت



عن حديث تقول ورد أو لم يرد وصححه الحفاظ وحسنوه وضمفوه ولا يحل لك في الاقتناء سوى هذا القدر وخل ما عدا ذلك لاهله .

لا تحسب المجد تماً أنت آكله لن تبلغ المجد حتى تلعق الصبرا  
 و ثم أمر آخر أخاطب به كل ذى مذهب من مقلدى المذاهب الأربعة وذلك أن مسلماناً روى في صحيحه عن ابن عباس أن الطلاق اثنان كان يجعل واحدة في عهد رسول الله ﷺ . وأبو بكر . وصدرأ من إمارة عمر . فأقول لكل طالب علم : هل تقول أنت بمقتضى هذا الحديث وأن من قال لزوجه أنت طالق ثلاثاً تطلق واحدة فقط ؟ فان قال نعم اعرضت عنه وان قال لا أقوله : فكيف تخالف ما ثبت في صحيح مسلم ؟ فان قال لما عارضه أقول له : فاجعل هذا مثله والمقصود من سياق هذا أنه ليس كل حديث في صحيح مسلم يقال بمقتضاه لوجود المعارض له .  
 ( المسلك الثالث ) ان الله أحيا له أبويه حتى آمن به . وهذا المسلك مال اليه طائفة كثيرة من حفاظ المحدثين وغيرهم . منهم ابن شاهين . والحافظ أبو بكر الخطيب البغدادي . والسهيلي . والقرطبي . والمحجب الطبري . والعلامة ناصر الدين بن المنير . وغيرهم . واستدلوا لذلك بما أخرجه ابن شاهين في الناسخ والمنسوخ . والخطيب البغدادي في السابق واللاحق . والدارقطني . وابن عساکر كلاهما في غرائب مالك بسند ضعيف عن عائشة قالت : - حج بنا رسول الله ﷺ حجة الوداع فربى على عقبه بالحجون وهو باك حزين معتم فترل فذكرت عنى طريلاً ثم عاد الى وهو فرح متبسّم فقلت له فقال ذهبت لقبر امي فسألت الله ان يحييها فأحياناها فأمنت بي وردها الله . هذا الحديث ضعيف باتفاق المحدثين بل قيل انه موضوع لكن الصواب ضعفه لا وضعه وقد الفت في بيان ذلك جزءاً مفرداً ، وأورد السهيلي في الروض الأنيب بسند قال ان فيه بجهل ابن عساکر ان رسول الله ﷺ سأل ربه ان يحيى أبويه فأحياهما له فأمن به ثم امانتهما ، وقال السهيلي بعد ايراده : الله قادر على كل شىء . وإيس تزجر رحمة وقدرته عن شىء مؤنيه ﷺ . اهل ان يختص بما شاء من فضله وينعم عليه بما شاء من كرامته ، وقال القرطبي : لا تعارض بين حديث الاحياء وحديث النهى عن الاستغفار فان إحياءهما . تأخر عن الاستغفار لهما بدليل حديث عائشة ان ذلك كان في حجة الوداع ولذلك جعله ابن شاهين ناسخاً لما ذكر من الاخبار ، وقال العلامة ناصر الدين بن المنير المالكي في كتاب المقتنى في شرف المصطفى : قد وقع لنبينا ﷺ إحياء الموتى نظير ما وقع لعيسى ابن مريم - الى ان قال : وجاء في حديث ان النبي ﷺ لما منع من الاستغفار للكفار دعا الله ان يحيى له أبويه فأحياهما له فأمن به وصدقوا . انا مؤمنين ، وقال القرطبي : فضائل النبي ﷺ لم تزل تتوالى وتتابع الى حين يماته فيكون هذا بما فضله الله به وأكرمه قال : وإيس إحياءهما وإيمانهما به يتمتع عقلاً ولا شرعاً فقد ورد في القرآن إحياء

## هل احيا الله أبوى النبي فأمننا به سم أماتهما؟

قتيل بنى إسرائيل وإخباره بقائه وكان عيسى عليه السلام [يجي الموتى و كذلك نبينا ﷺ] (١)  
 أحيا الله على يديه جماعة من الموتى قال : وإذا ثبت هذا فما يمتنع من إيمانها بعد إحيائهما زيادة  
 كرامة في فضيلته ، وقال الحافظ فتح الدين بن سيد الناس في سيرته بعد ذكر قصة  
 الأحياء : والأحاديث الواردة في التعذيب ، وذكر بعض أهل العلم في الجمع بين هذه الروايات  
 ما حاصله ان النبي صلى الله عليه وسلم لم يزل راقيا في المقامات السنية صاعدا في الدرجات  
 العلية الى أن قبض الله روحه الطاهرة اليه وأزلفه بما خصه به لديه من الكرامة حين القدوم  
 عليه فمن الجائز أن تكون هذه درجة حصلت له ﷺ بعد أن لم تكن وان يكون الأحياء  
 والإيمان متأخرا عن تلك الأحاديث فلا تعارض انتهى ، وقد أشار الى ذلك بعض العلماء فقال بعد  
 إirاده خبر حليلة وما السداه (٢) ﷺ اليها حين قدومه عليه :

هذا جزاء الام عن إرضاعه لكن جزاء الله عنه عظيم  
 وكذلك أرجو أن يكون لأمه عن ذلك آمنة يد ونعيم  
 ويكون أحياءها الآله وأمنت بمحمد فحديثها معلوم  
 فلربما سعدت به أيضا كما سعدت به بعد الشقاء حلِيم

وقال الحافظ شمس الدين بن ناصر الدين الدمشقي في كتابه المسمى مورد الصادق في مولد

الهادى بعد إيراد الحديث المذكور منشد لنفسه :

حبا لله النبي مزيد فضل على فضل وثان به رءوفا  
 فأحيا أمه وكذا أبوه لإيمان به فضلا لطيفا  
 فسلم فالقديم بذنا قدِير وان كان الحديث به ضعيفا

(خاتمة) وجمع من العلماء لم تقو عندهم هذه المسالك فأبقوا حديثي مسلم ونحوهما على  
 ظاهرهما من غير عدول عنها بدعوى نسخ ولا غيره ومع ذلك قالوا : لا يجوز لأحد أن يذكر ذلك  
 قال السهيلي في الروض الأتق بعد إirاده حديث مسلم : وليس لنا نحن أن نقول ذلك في أبويه  
 ﷺ لقوله : « لا تؤذوا الأحياء بسب الأموات » وقال تعالى : ( إن الذين يؤذون الله ورسوله)  
 الآية ، وسئل القاضي أبو بكر بن العربي أحد أئمة المالكية عن رجل قال : ان أبا النبي ﷺ  
 في النار - فأجاب بأن من قال ذلك - فهو ملعون لقوله تعالى : ( إن الذين يؤذون الله ورسوله  
 لعنهم الله في الدنيا والآخرة ) قال : ولا أذى أعظم من أن يقال عن أبيه انه في النار ، ومن العلماء  
 من ذهب الى قول خامس - وهو الوقف - قال الشيخ تاج الدين الفاكهاني في كتابه الفجر المنير :  
 الله أعلم بحال أبويه ، وقال الباجي في شرح الموطأ : قال بعض العلماء : انه لا يجوز أن يؤذى النبي

(١) هذه الزيادة من النسخ التي تراجع عليها (٢) في نسخة (أسره) وما هنا أوضح

بفعل مباح ولا غيره ، وأما غيره من الناس فيجوز أن يؤذى بمباح وليس لنا المنع منه ولا  
 يأثم فاعل المباح وان وصل بذلك أذى الى غيره قال : ولذلك قال النبي ﷺ : « إذا أراد علي بن  
 أبي طالب أن يتزوج ابنة أبي جهل إنما فاطمة بضعة مني واني لأحرم ما أحل الله ولكن والله  
 لا تجتمع ابنة رسول الله وابنة عدو الله عند رجل أبدا » فجعل حكمهما في ذلك أنه لا يجوز أن يؤذى  
 بمباح واحتج على ذلك بقوله تعالى : ( ان الذين يؤذون الله ورسوله لعنهم الله ) الآيتين فشرط  
 على المؤمنين أن يؤذوا بغير ما كتسبوا وأطلق الأذى في خاصة النبي ﷺ من غير شرط انتهى  
 وأخرج ابن عساكر في تاريخه من طريق يحيى بن عبد الملك بن أبي غنية قال : حدثنا نوفل بن  
 الفرات - وكان عاملا لعمر بن عبد العزيز - قال : كان رجل من كتاب الشام مأمورا عندنا استعمل  
 رجلا على كورة الشام وكان أبوه يزن بالمانية (١) فبلغ ذلك عمر بن عبد العزيز فقال : ما حملك على  
 أن تستعمل رجلا على كورة من كور المسلمين كان أبوه يزن بالمانية ؟ قال : أصلح الله أمير  
 المؤمنين وما على كان أبو النبي ﷺ مشركا فقال : عمر آه ثم سكت ثم رفع رأسه فقال : أقطع  
 لسانه ؟ أقطع يده ورجله ؟ أأضرب عنقه ؟ ثم قال : لا تلي شيئا ما بقيت ، وقد مثلت أن أنظم  
 في هذه المسألة أياتنا أختتم بها هذا التأليف فقلت :

ان الذي بعث النبي محمدا أنجى به الثقلين مما يححف  
 ولأمة وأبيه حكم شائع أبداه أهل العلم فسيما صنفوا  
 لجماعة أجروها مجرى الذي لم يأتيه خبر الدعاة المسعف  
 والحكم فيمن لم تجمه دعوة أن لاء ذاب عليه حكم يؤلف  
 فبذاك قال الشافعية كلامهم والاشعرية ما بهم متوقف  
 وبسورة الاسراء فيه حجة وبنحو ذا في الذكر آى تعرف  
 ولبهض أهل الفقه في تعاليله معنى أرق من النسيم والطف  
 ونحا الامام الفخر رازى الورى منحى به للسامعين تشف  
 اذ هم على الفطرة التي ولدوا ولم يظهر عناد منهم وتختلف  
 قال الأولى ولدوا النبي المصطفى كل على التوحيد إذ يتحنف  
 من آدم لأبيه عبد الله ما فيهم آخر شرك ولا مستنكف  
 فالشركون كما بسورة توبة نجس وطارهم بطهر يوصف  
 وبسورة الشعراء فيه نقلاب في الساجدين فكلامهم متحنف  
 هذا كلام الشيخ فخر الدين في أصراره هطلت عليه الذرف

## القول بان أبوى النبي كانا على دين الخنيفة

لجزاه رب العرش خير جزائه وحياء جنات النعيم تزخرف  
 فلقد تدين في زمان الجاهلية فرقة دين الهدى وتحنفوا  
 زيد بن عمرو وابن نوفل هكذا يدق ما شرك عليه يعكف  
 قد فسر السبكي بذاك مقالة للأشعري وما سواء مزيف  
 اذ لم تزل عين الرضا منه على الصديق وهو بطول عمر أحنف  
 عادت عليه صحبة الهادي فما في الجاهلية بالضلالة يقرف  
 فلأمه وأبوه أخرى سبها ورأت من الآيات ما لا يوصف  
 وجماعة ذهبوا إلى إحيائه أبويه حتى آمنوا لا خوفوا  
 وروى ابن شاهين حديثاً مسنداً في ذلك لكن الحديث مضعف  
 هذى مسالك لو تفرد بعضها لكفى فكيف بها إذا تتألف  
 وبحسب من لا يرتضيها صمته أدبا ولكن أين من هو منصف  
 صلى الآله على النبي محمد ماجدد الدين الخنيف محنف

(حديث متعلق بهما) قال البيهقي في شعب الايمان : أخبرنا ابو الحسين بن بشران أنا  
 أبو جعفر الرزاز ثنا يحيى بن جعفر أنا زيد بن الحباب أنا آيس بن معاذ ثنا عبد الله بن قريد  
 عن طلق بن علي قال : سمعت رسول الله ﷺ يقول : « لو أدركت والدي أو أحدهما  
 وأنا في صلاة العشاء وقد قرأت فيها بفاتحة الكتاب تنادى يا محمد لأجبتها ليك » قال البيهقي :-  
 يس بن معاذ ضعيف .

(فائدة) قال الأزرق في تاريخ مكة : حدثنا محمد بن يحيى عن عبد العزيز بن صمران عن  
 هشام بن عاصم الأسدي قال : لما خرجت قريش إلى النبي ﷺ في غزوة أحد فنزلوا بالأبواء  
 قالت هند ابنة عتبة لابي سفيان بن حرب : لو بحثتم قبر أم محمد فانه بالأبواء فان أسر أحدكم  
 افتديتم به كل انسان يارب من اربها فذكر ذلك أبو سفيان لقريش فقالت قريش : لا تفتح  
 علينا هذا الباب اذا بحث بنو بكر موتانا .

(فائدة) من شعر عبد الله والدر رسول الله ﷺ أورده الصلاح الصفدي في تذكرته :  
 لقد حكم السارون في كل بلدة بأن لنا فضلا على سادة الارض  
 وان أبي ذر المجذو والسود الذي يشار به سابين نثر الى خفض  
 وجد وآباء له اثلوا العلا قديما بطيب العرق والحسب المحض

(فائدة) قال الامام موفى الدين بن قدامة الخنيلي في المقنع : ومن قذف أم النبي  
 ﷺ قتل مسلماً كان أو كافراً .

( ٣٠٢ - ٢ ج - الحاوي )

وَالَّذِي جَاءَ بِالصَّدَقِ وَصَدَقَ بِهِ أُولَئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ

# الصَّائِمُونَ

وَالَّذِينَ إِذَا أَكَلُوا مِنْ شَيْءٍ

حَسَبُوا كَأَنَّهُمْ صَائِمُونَ



حضرت سرور کونین کے مہینہ زاد شریف کی محافل کی



# بارہ نقائیں

پریم پرنسپل نقائیں

گوارا کوئٹہ

فطرت الہیہ، محمد انوار شریف، حقیقی



مکتبہ زین العابدین

اسلامی جہانوں  
اور بیٹوں



# اصلاحی باتیں تمہارے لیے

کتاب کی تصویر

فطرت اسلامیہ، محمد نوری، شکر حقیقی



مکتبہ زین العابدین

مکتبہ عربیہ اسلامیہ اور عربیہ کی ادارہ کی

خواتین کی پیمائش

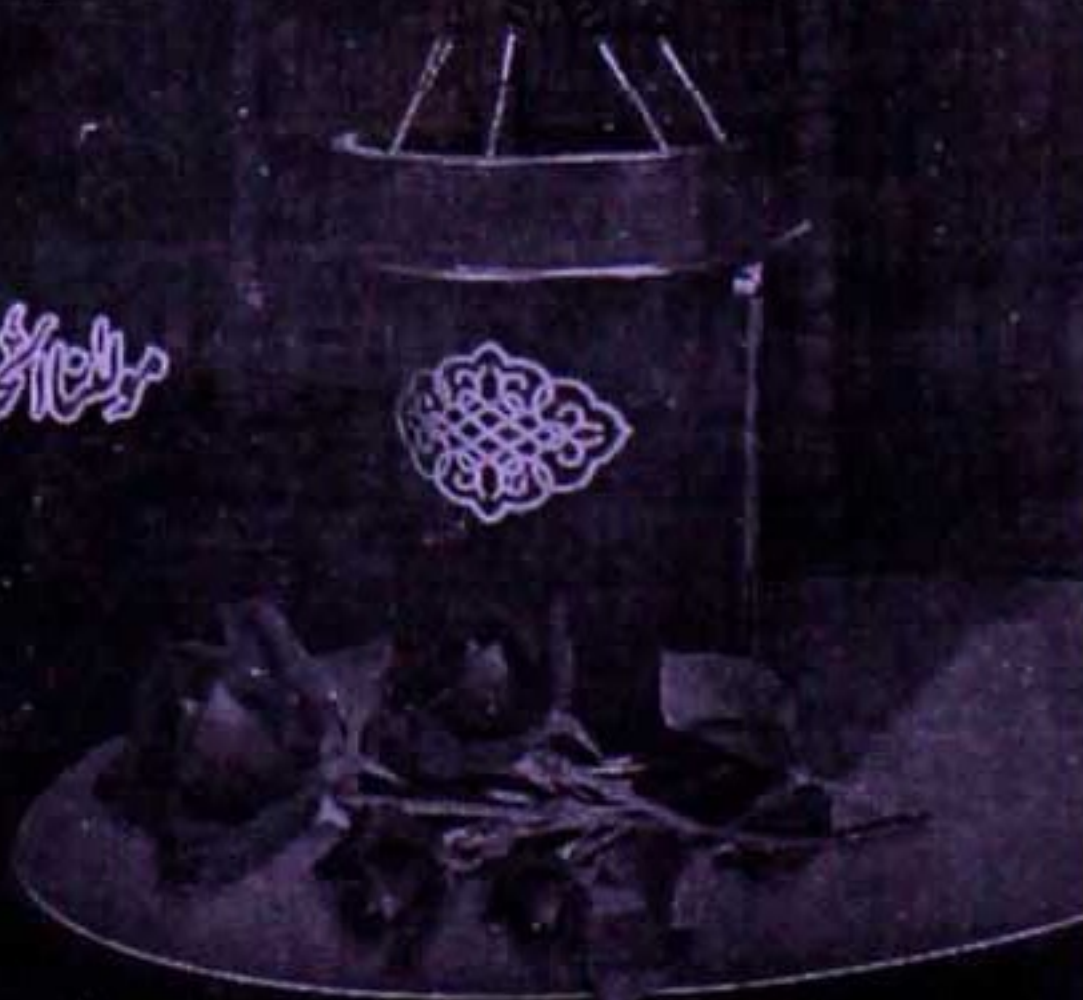
# پارہ گامین

برصغیر کی عورتوں کی حالت

گولڈن کوئیٹ

مولانا محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ العالی

مکتبہ عربیہ اسلامیہ





خزائن کی  
مخلف

کتاب

مکتبہ زین العابدین

مکتبہ زین العابدین



مکتبہ زین العابدین

مکتبہ زین العابدین



نزد صالح مارگارڈن  
 باغبا نيوره لاهور  
 0332-4300213  
 0315-4300213

مکتبہ زین العابدین